

هُوَ الْعَلَمُ الْكَبِيرُ

كِتَابُ الْإِسْلَامِ

مِنْ كِتَابِ الْإِسْلَامِ

محرك تالیف

علامہ ^۲میرزا ^۱مفضل ^۲

حکایت اربعہ قصور و جناب ^۲بہار ^۱

کامیاب و ضرر گاہم

سابق ناظم شریعت ^۲بیت ^۱ایوانی
سرکار عالی

خیر الدین ^۲باز ^۱دکین

مطبوعہ

استطامی پریس حیدر آباد دکن

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۳۵	رطوبات اصلہ اور اخلاط کا باہمی تراوت		باب (۱)
۳۵	رطوبات اصلہ کے اقسام	 اخلاط کا مفہوم
	اخلاط اربعہ	۱۹	مادہ کی شکلیں
۳۶	رطوبات اور اخلاط کے لفظی اختلاف کا راز	۲۰	بدن کا جزئیات : اخلاط
۳۷	انزالہ و رسم	۲۰	ابوہل سچی اور اخلاط
	باب (۲)	۲۱	سہ گانہ کائنات بدن
	اخلاط کا مفہوم (مسل)	۲۲	ابوہل سچی کا دوسرا قول
۳۸	اخلاط کا ڈاکٹری تراوت : ہیومرز	۲۸	پیش کی ہمنوائی
۳۹	ہیومرز کے معنی خلط		جملہ رطوبات بدن اخلاط ہیں
۳۹	ہیومرز بقیوری کا ترجمہ نظریہ اخلاط	۳۲	ابوالحسن رین طبری اور سہ گانہ حیثیت
۴۰	نظریہ اخلاط بقراط کی تعلیم ہے	۳۳	ابوالطب بقراط کی تائید (قول سچی کی)

۷۸	پچھیدگی کا اضافہ اور مغالطہ	۴۶	ڈاکٹر شرف اور لفظ ہیومر
۸۰	شاحین کی پریشانی شیخ کی تعریف میں		رطوبات بدن اور فلوڈز آف دی باڈی
۸۱	علامہ قرشی کی تاویل (تعریف خلط میں)	۴۶	یا ہیومرز آف دی باڈی
۸۲	علامہ قرشی کی تاویل میں بحث		باب (۳)
۸۳	شیخ سبکی کی تاویل		اخلاط کا مفہوم (سلسل)
۸۴	سبکی کی تاویل میں بحث	۴۷	رطوبات اولیٰ اور ثانیہ دونوں اخلاط میں
	علامہ محمود آملی کی تاویل (خلط کے دوسرے	۴۷	(۱) غلطی استدلال
۸۴	مفہوم میں)	۴۸	(۲) علامہ محمود آملی کی تصریح
۸۵	سوال و جواب پر تبصرہ	۴۹	(۳) علامہ علی حسین گیلانی کی تصریح
۸۶	آخری رائے	۵۱	(۴) ابو سہیل سبکی کی تصریح
	باب (۵)	۵۳	مسلمات قدیمہ کا استحکام
	اخلاط کی تقسیم	۵۶	حکمت جدیدہ کی ہمتوانی
۸۷	جماعت بندی کا اصول	۵۶	پہلی رطوبت (رطوبت جوہریہ اسفستید)
۸۸	تقسیم اخلاط کی بنیاد استقراء	۵۷	مادہ حیات (پروٹوپلازم)
۹۰	علامہ زفیس	۶۰	دوسری رطوبت، رطوبت عروق
۹۰	علامہ علی حسین گیلانی	۶۱	تیسری رطوبت: رطوبت طلیہ (لمعند)
۹۱	علامہ محمود آملی	۶۲	رطوبت طلیہ کے مفہوم و احتمالات اور اعضاء
۹۱	اخلاط کا اصول جماعت بندی	۶۵	تجاویف اعضاء
۹۲	جماعت بندی کی اساس رنگ	۶۷	رطوبت طلیہ اور شیخ الزبیر
۹۳	اقوام عالم کی تقسیم بحاظ رنگ		باب (۴)
	بدن کے اندر ہر چار رنگ کی		خلط کی تعریف
۹۴	رطوبات کا وجود	۷۰	خلط کا دوسرا مفہوم
	معینۃ الوان کی امیزش سے درمیانی	۷۵	مفہوم خلط کی تفصیل میں شیخ الرئیس کی انفرادیت
۹۵	رنگ کی رطوبات	۷۸	

۹۷	مرب اخلاط میں نلیہ لون کو تزج	۹۷	جہان میں بنیادی رنگ چار ہیں
۹۸	رنگ کے تیسرے غلط کے نام کا بدل جانا	۹۸	الوان بدن کا تعلق اخلاط سے ہے
۹۹	تغیر لون کی اہمیت	۹۹	ابوالحسن ربن طبری
۱۰۰	اخلاط کی تمام خصوصیات کا مقابلہ رنگ سے	۱۰۰	الوان مرکبہ
۱۰۱	تقسیم اخلاط میں رنگ ایک کلی اصول ہے	۱۰۱	انسانی معلومات کی کوتاہی
۱۰۲	اس کے خلاف ایک مثال نہیں ملتی	۱۰۲	خلط غالب کا ثبوت لون سے ہے
			ابوالحسن ربن طبری
			اقوال ماسبق کا خلاصہ
			باب (۶)
۱۰۳	اخلاط کی جماعت بندی میں رنگ کی اہمیت	۱۰۳	باب (۷)
۱۰۴	اخلاط کا رنگ فضلات بدن میں	۱۰۴	اخلاط کی تقسیم ایک کلی تقسیم ہے
۱۰۵	الوان چہارگانہ اور غلبہ اخلاط	۱۰۵	چار اخلاط دراصل چار کردہ ہیں
۱۰۶	(ابوہل سیحی)	۱۰۶	بلغم و صفراء وغیرہ انہم میں ہیں
۱۰۷	اخلاط چہارگانہ کا رنگ قارورہ میں	۱۰۷	ایک شبہ کا ازالہ
۱۰۸	(ابوہل سیحی)	۱۰۸	جواب کا دوسرا پہلو
۱۰۹	قارورہ کی سیاہی اور احتراق	۱۰۹	متقدمین کے اسناد اخلاط کے بارے میں
۱۱۰	قارورہ کی سیاہی اور شیخ الرئیس	۱۱۰	علامہ سیحی گیلانی
۱۱۱	اخلاط اربعہ سے الوان اربعہ	۱۱۱	بلغم کی تعریف اور شیخ کا اس سے گریز
۱۱۲	ابوالحسن ربن طبری	۱۱۲	علی حسین گیلانی کا قول اور اس پر تبصرہ
۱۱۳	الوان چہارگانہ اخلاط چہارگانہ سے	۱۱۳	بلغم کی تمام خصوصیات میں رنگ کی اہمیت
۱۱۴	ابوالحسن ربن طبری	۱۱۴	باب (۸)
۱۱۵	احتراق خون سے سیاہی کا حاصل ہونا	۱۱۵	اخلاط کی یاہمی آمیزش
۱۱۶	ایک وجہ کا ازالہ	۱۱۶	ابوہل سیحی کے اقوال
۱۱۷	زردی کے درجات	۱۱۷	خون کے اندر سارے اخلاط مخلوط ہیں
۱۱۸	سرخی کے درجات	۱۱۸	
۱۱۹	مسلمات جدیدہ سے تقابل	۱۱۹	

۱۷۶	چوتھا استدلال	۱۳۶	قداء کے مسلمات و دعادی
۱۷۸	تولد جنین میں مختلف آئنا اخلاط کا دخل	۱۳۸	خون خبط (آمیزہ) ہے
۱۷۸	میں مختلف الاجزاء سے مرکب ہے	۱۳۹	خلط کے لغوی معنی اور وجہ تسمیہ
۱۸۰	خون جھیں میں مختلف الماسیت اجزاء	۱۵۰	ہر خلط آمیزش کی صورت میں
۱۸۰	پانچواں استدلال	۱۵۰	خلط اور مزاج لغت مترادف
۱۸۰	دو دھ اور اخلاط	۱۵۲	اخلاط کے بارے میں قدما کا ایک نئے قول
۱۸۱	دو دھ اور خون میں باہمی مشابہت	۱۵۲	عروق کے اخلاط بدن کے بنیادی اجزاء ہیں
	باب (۹)	۱۵۳	طبعی خون کی جامع تعریف
۱۸۵	اخلاط کی باہمی آمیزش	۱۵۵	قداء کے دلائل
۱۸۵	خون ایک مزید ہے	۱۵۸	اخلاط خون کی آمیزش کے بارے میں
۱۸۵	طب جدید میں خون کی اجمالی تعریف	۱۵۹	پہلا استدلال
۱۹۰	سلاسل (سائل دموئی)	۱۶۱	دوسرا استدلال
۱۹۱	خون کے دانے: حیماست و مویہ	۱۶۱	علامہ سبکی کے قول کی وضاحت
۱۹۱	علقہ، صدید، اور خیوط	۱۶۲	صدید (زرداب) صفراء
۱۹۳	علقہ، مصل، اور خیوط	۱۶۳	جدید تحقیقات
۱۹۳	طافی ابض، طبقہ سفید اور بقی کوٹ	۱۶۳	خون کے خیوط کیا ہیں
۱۹۴	طافی سیاہی برٹن اور بقی کوٹ	۱۶۴	سفید ترنے والی چیز (طافی ابض)
۱۹۴	کوٹنا ورتبات اور طبقہ سفید اور بقی کوٹ	۱۶۵	خون کے سوداوی مواد
۲۰۱	ڈاکٹر شرف مصری اور بقی کوٹ	۱۶۶	علامہ علی حسین گیلانی کا قول سبکی کی تائید میں
۲۰۲	طبقہ سفید اور فصد	۱۶۸	رُغْوہ سے کیا مراد ہے
	باب (۱۰)	۱۷۰	علامہ محمود آملی اور رُغْوہ
۲۰۳	انجام خون	۱۷۲	تیسرا استدلال
۲۰۵	بسیعیت انجام خون	۱۷۳	آمیزش اخلاط کی تیسری دلیل: تمیز اخلاط
۲۰۶	بسیعیت عروقیہ خون کی مخالفت ہے	۱۷۴	تمیز اخلاط بالادویہ
		۱۷۵	تمیز اخلاط بالذات

۲۲۲	Mixture	آئیزہ (خلیطہ)	۲۰۷	ایک سوال کا ازالہ، عدم تریح اور انجماد کا تعلق
۲۲۳	Foreign Bodies	اجزاء غریبہ	۲۰۸	تغییرات انجماد
۲۲۳	Protagon	اس العصب	۲۰۸	خون کو جلد منجمد کرنے والے امور
۲۲۳	Chemical change	استحالیہ قیسی	۲۰۸	{ خون کے انجماد کو قطعاً روک دینے یا رکاوٹ پیدا کرنے والے اسباب
۲۲۳	Chemical change	استحالیہ صوری		
۲۲۳	Physical change	استحالیہ کیفی		
۲۲۳	Physical change	استحالیہ مجازی	۲۱۰	انجماد خون کا کوئی نظریہ قابل اطمینان نہیں
۲۲۴	Recalcification	اعادہ کلیت		
۲۲۳	Syntonin	انتقائین	۲۱۲	انجماد خون کے بعض نظریات
۲۲۳	Fibrinogen	اُم النحوط	۲۱۳	نظریہ عائدہ
۲۲۳	Salts	املاح	۲۱۳	نظریہ عائدہ میں پیچیدگی کا اضافہ
۲۲۳	Calcium salts	املاح کلسیہ	۲۱۳	دوسری رائے
	Blood coagulation		۲۱۳	خیالات کی پریشانی
۲۲۳	Blood clotting	انجماد خون	۲۱۵	انجماد خون میں املاح کلسیہ کی اہمیت
۲۲۳	Tissues	انسجہ	۲۱۵	لاٹلی کا اعتراف
۲۲۵	Blood coagulation	انتقاد خون	۲۱۵	رطوبات انسجہ سے انتقاد خون
۲۲۵	Chemical change	انقلاب عصبی	۲۱۶	مردہ اور انجماد خون
۲۲۵	Albuminoid	بیضیانہ	۲۱۷	ہوا کا تعلق انجماد خون سے
۲۲۶	Prothrombin	پیش عائدہ	۲۱۷	ضد عائدہ کوئی شخص اور متنازع چیز نہیں
۲۲۶	Cholesterin	پیر زہرہ	۲۱۸	نظریہ عائدہ کی تردید
۲۲۶	Oxy genation	ترقیج	۲۱۸	انجماد خون کی کمیادی تغیر نہیں ہے
۲۲۶	Aggregation	تکاثف	۲۱۸	نظریہ تکاثف (سطح کا عمل انجماد میں)
۲۲۶	Physical change	تغیر طبعی	۲۱۹	عروقی کی سطح کا عمل — انجماد خون میں
۲۲۶	Chemical change	تغیر کیمیائی	۲۲۱	قول فیصل پیش کرنا دشوار ہے
۲۲۷	Corpuscles	میتات	۲۲۲	ملاحظات متعلقہ جسمہ انجماد خون

۲۲۲	Blood platelets	صفیحات خون	۲۲۷	Jecorin	جگرین
۲۲۲	Anti-enzyme	مضاد خامره	۲۲۷	Derivatives	خاصلات
۲۲۲	Anti thrombin	مضاد عاقدہ	۲۲۸	Acid albumin	ماض مضفی
۲۲۳	Physical change	لمبی تغیر	۲۲۸	Carbonic acid Gas	ماض فحی
۲۲۳	Thrombin	عاقدہ	۲۲۸	Nucleic acid	ماض نودی
۲۲۳	Thrombogen	عاقدہ ساز	۲۲۸	Oxalate	مضام آگس
۲۲۳	Agent	عامل	۲۲۸	Enzyme	خامره
۲۲۳	Vessels	عروق	۲۲۹	Extract	خلاصہ
۲۲۴	Blood Vessels	{ عروق دمی عروق دمیہ	۲۲۹	Mixture	خلیطہ
۲۲۴	Colloid	غرویدہ	۲۲۹	Colloidal mixture	خلیطہ غروی
۲۲۴	Extract juice	عصارہ	۲۲۹	Fibrin ferment	خیرین
۲۲۴	Insoluble	غیر محلول	۲۲۹	Yeast	خمیرہ
۲۲۵	Jelly	فالودہ	۲۳۰	Thrombokinas	دای انعقاد
۲۲۵	Active	فعال	۲۳۰	Carbon dioxide	دخان
۲۲۵	Crystal	تلم	۲۳۰	Carbon dioxide	دخانیت
۲۲۵	Cephalin	تفکالین	۲۳۰	Deposition	راسبیدنہ
۲۲۵	Corpuscles	تجزیات	۲۳۱	Albumin	رطوبت سفیدہ
۲۲۵	Cells	تجزیات	۲۳۱	Enzyme	زودیم
۲۲۶	Globulin (گلوبولین)	تجزیات	۲۳۱	Peptone plasma	مسالہ نمزودہ
۲۲۶	Calcium	کلسیم	۲۳۱	Decalcification	سلب کلسیت
۲۲۶	Chemical change	کیمیادی تغیر	۲۳۱	Fluoride	سیلامین
۲۲۶	Proteins	تجزیات	۲۳۱	Fluorin	فلورین
۲۲۶	Protein	تجزیات	۲۳۱	Lipoid	شحمانیہ
۲۲۶	Proteins	تجزیات	۲۳۲	Gelphase	شکل فانونی
۲۲۶	Proteins	تجزیات	۲۳۲	Sol-phase	فصل محلول

۲۳۰	Decoction	مطبوق	۲۳۶	Fibrinogen	لیفین ساز
۲۳۱	Salt	ملح	۲۳۸	Citrate	لیمونائیس
	Pepton	مَسْمُوعَة	۲۳۸	Albumen	ملح
۲۳۱	Physiology	مَنَافِع (مَنَافِعُ الْأَعْضَاءِ)	۲۳۸	Albumose	ملح ثالث
۲۳۱	Physiological Process	مَنَافِعِ عَمَل	۲۳۸	Secondary albumin	ملح ثانوی
۲۳۱	Soluble Form	منحل صورت	۲۳۹	Albumin	ماده سفید
۲۳۲	Passive	منفعل	۲۳۹	Colloidal material	ماده غرویه
۲۳۲	Organic Materials	مواد الیه	۲۳۹	Ultramicroscopical	ماوراء غور و بینی
۲۳۲	Yeast	مواد تخمیر	۲۳۹	Typical threads	رشتهای خیوط
۲۳۲	Peptone	مِهْضُومَة	۲۳۹	Lecithin	لِیْثِین
۲۳۲	Tissue	نسیج	۲۴۰	Calcium compound	مركب کلسی
۲۳۲	Oxygen	نسیج	۲۴۰	Albumose	مَرِیْه
۲۳۳	Theory	نظریه	۲۴۰	Mixture	مَنَیْج
۲۳۳	Thrombin Theory	نظریه عاقله	۲۴۰	Observer	مُشَاهِدِین
۲۳۳	Nucleo-Protein	نووی تخمین	۲۴۰	Derivatives	مشتقات
۲۳۴	Nuclein	نووین	۲۴۰	Blood serum	مصل دموی
۲۳۴	Gelatin	هلام	۲۴۰	Dilute serum	مصل مائی

حیاتِ باچہ

طِبُّ قَدِیْمٌ کَانَ بِنِیَّائِیْ مَسْئَلَهُ

مَسْئَلَةُ اخْلَاطِ

ہمارے اطباء کو اچھی طرح اندازہ ہے کہ ”اخلاط کا مسئلہ“
طِبُّ قَدِیْمٌ کا بنیادی مسئلہ ہے، جس کو رُوؤس المسائل کے قصیدِ عظیم
میں سب سے بلند اور سب سے کشادہ محراب میں جگہ دی جاتی ہے۔
اس کے دامن کا پھیلاؤ اس قدر وسیع ہے کہ امورِ طبیعیہ کے کئی
مسائل، اور کلیاتِ طب کی کوئی بحث اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔
طِبُّ قَدِیْمِ کے اصول علاج کی بنیاد بیشتر امراض میں ابو الطب
بقراط نے آج سے دھائی ہزار سال پہلے ”اخلاط کے نظریہ“
پر قائم کی ہے، جس کے بے بہا فوائد کا مشاہدہ بیمار دنیا اس وقت سے

اس وقت تک برابر کر رہی ہے :

مسئلہٴ اخلاط کو اگر فن سے حذف کر دیا جائے تو طبِ قدیم کا قصرِ رفیع بنیاد سے متزلزل ہو جائے۔ قانونِ نضاج و استقراغ اخلاط جو تمام مادی امراض میں طبِ قدیم کا ایک عظیم الشان اور کامیاب ترین قانونِ علاج ہے، اور عملی زندگی میں جس سے ہر طبیب کو دن میں کئی بار واسطہ پڑا کرتا ہے، اس کا تمام تردد اور اخلاط کے نظریہ اور ان کے وجود و ثبوت پر ہے۔

دورانِ علاج میں تشخیص و تجویز کے وقت طبیب کو یہ خلیجان کبھی نہیں ہوتا، اور اس کا ذہن اس طرف کبھی منتقل نہیں ہوتا کہ بدنِ مریض کی ترکیب ایک عنصر سے ہوئی ہے، یا چار سے، یا پندرہ میں سے؛ لیکن عوارضِ مرض اور حالاتِ بدن کو دیکھتے ہی اسے سب سے پہلے یہ رائے قائم کرنی پڑتی ہے، کہ آیا بدن میں پیلے صفراء کا زور ہے، لال خون کا غلبہ، اور رگوں میں امتلاء ہے، یا سفید بلغم کا تودہ اعضاء کے اندر اکٹھا ہو کر حرکت و حرارت کی تولید میں سدّہ بنا ہوا ہے، یا کسی کالی خلط نے مریض کے چہرہ بشرہ کی سُرخ کو سیاہی میں تبدیل کر دیا ہے۔ اس فیصلہ کے بغیر، مہملی میدان میں، وہ طبِ قدیم کے اصولِ علاج کے مطابق، ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتا :

طبِ قدیم میں "اخلاط" کی بحث اگرچہ "کلیاتِ طب" کے مباحث میں شامل ہے، مگر علاج و مداوا اور عملی نقطہٴ نگاہ سے

بحث اخلاط کو جو اہمیت حاصل، اس میں کلیات طب کی کوئی دوسری بحث
ہمسری کا دعوے نہیں کر سکتی؛ خواہ اسے طب قدیم میں سب سے
ادنیٰ جگہ دی گئی ہو، اور ترتیب بیان میں اسے سب پر فوقیت دے کر
مقدمہ رکھا گیا ہو۔

بعض متکبرین کا مسئلہ اخلاط سے انکار

بعض معترضین نے اس دُخراش دعوے کی دلیل میں، کہ
”طِبُّ قَدِيمٌ سَائِسُنْ (علم و حکمت) نہیں“

سب سے زیادہ زور اخلاط ہی کے مسئلہ پر دیا ہے، اسی مسئلہ کو انہوں
نے اپنے زعمِ باطل میں طب قدیم کا ضعیف ترین پہلو سمجھا ہے،
اور اسی عضو ضعیف پر (بہ پندار خویش) سارا نزلہ گرایا ہے۔

لیکن کیا بقراط کا نظریہ اخلاط — جو علماء و فضلاء کے دماغوں میں
دُھائی ہزار سال سے حکومت کرتا رہا ہے، اور ہزاروں مفکرین نے
علمی و عملی پہلو سے اس کو موضوعِ فکر بنایا — اتنا ہی بے بنیاد، لغو
اور بے حقیقت ہے، جتنا معکرین کے گروہ نے سمجھا ہے؟ کیا یہ کہنا

واقعتاً صحیح اور درست ہے کہ ”بدن کے اندر اخلاط کو ثابت نہیں کیا
جاسکتا؟“ اور کیا یہ دعویٰ صادق ہے کہ ”تولید خون اور تولید اخلاط میں

جگہ کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں؟“

اسی قسم کے سوالات میرے پیش نظر ہیں، اور میرے اگلے بیانات سے

جو طب قدیم و جدید کے اسناد اور حوالوں پر مشتمل ہیں، اس قسم کے تمام سوالات حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے :

کسی فن کی سب سے بڑی تدبیل

میرے نزدیک کسی علم و فن کی سب سے بھاری تدبیل یہ ہو سکتی ہے کہ اُسے علم و حکمت (سائنس) کی صف میں جگہ نہ دیا جائے اور ارباب فن کو علماء و حکماء (سائنٹسٹ) کے گروہ سے خارج کر دیا جائے :

جن لوگوں کی نظر میری حقیر تالیف برہان پر پڑی ہے، وہ جانتے ہیں کہ طب مغربی کے دوسرے حالیین کی طرح ڈاکٹر کرمل بھولانا تھانجانی نے اسی قسم کے دعاوی کئے ہیں جس سے ہمارے فنی وقار کو صدمہ پہنچا رہا ہے۔ اسی وجہ سے میں نے سب سے زیادہ اس موضوع کو اہمیت دی، اور ممدوح کے طویل و عریض بیان کے متعدد دعاوی میں سے اس ذلت آفریں دعوے کو اصل اور باقی دعاوی کو فروع قرار دیا :

طب قدیم کو علوم حکمیہ (سائنس) کے حدود سے خارج کر کے کی 'ممدوح کے نزدیک' قوی ترین دلیل یہ تھی کہ طب قدیم کی بنیاد 'متقین' نے، مشاہدات کی بجائے، عقلی قیاسات اور 'تکلفی دلائل' پر رکھی ہے؛ اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ سب سے پہلے طب قدیم میں مشاہدات کی فراوانی ثابت کی جائے

اس کے بعد دیگر مسائل کی طرف توجہ کی جائے، جو اس اصلی
دعوے کے مقابلہ میں محض ایک جزئی حیثیت رکھتے ہیں؛
ان ہی ضمنی مسائل میں سے ایک مسئلہ اخلاط ہے، جو اس وقت
میری بحث کا موضوع ہے، اور جس کو بڑھان کے مباحث کی ایک
انہم کڑی تصور کرنا چاہیئے۔

بھولانا تھ آبخانی کے دعاوی

کرنل بھولانا تھ آبخانی کے دعاوی جن پر میں اس وقت گفتگو کرنے
کا ارادہ رکھتا ہوں، اخلاط، جگر، اور رُوح طبعی کے بارے
میں حسب ذیل ہیں:

(۱) اخلاط کا وجود خون کے اندر کسی طرح ثابت نہیں کیا جاسکتا؛

(۲) خون کے اندر رُوح طبعی کا کوئی وجود نہیں؛

(۳) خون جگر کے اندر نہیں پیدا ہوتا؛

(۴) کیلوس معدہ سے جگر میں نہیں جاسکتا؛

مذکورہ دعاوی کی تردید

ان دعاوی کے مقابلہ میں ناقابل تردید براین، اور غیر مبہم دلائل
سے میں ثابت کر دوں گا کہ:

(۱) خون کے اندر یقیناً اخلاط ثابت کئے جاسکتے ہیں، خون

بذات خود ایک خلط ہے، اور یہ کہ خون اخلاط مختلفہ کا مجموعہ ہے۔
بھولانا تھ آجہانی نے درحقیقت اخلاط کے حقیقی مفہوم ہی کو نہیں سمجھا
ورنہ وہ ایسا دعویٰ ہرگز نہ کرتے :

(۲) روح طبعی خون کے اندر یقیناً موجود ہے۔ نیز روح

طبعی کے متعلق بھولانا تھ سے، طب قدیم کی ترجمانی میں زبردست
لغزش ہو گئی ہے، جس کی تلافی اب کسی طرح ممکن نہیں :

(۳) خون کے بنانے کا سب سے بڑا کارخانہ جگر ہے؛ یعنی

جن اجزاء کے مجموعہ کا نام خون ہے، ان اجزاء نے غذائیہ کے بنانے

(ان کے اندر ہضم و تغیر کرنے) میں جگر ایک عظیم الشان اور مخیر العقول

کارخانہ ہے۔ جگر اپنے افعال کی نوعیت کے لحاظ سے اپنے گردہ

کے اعضاء (اعضائے طبعیہ مغیرہ) میں رئیس، سردار، اور

سربراہ اور دلا ہے۔ باقی دوسرے اعضاء جو اس قسم کے تغیرات

میں کم و بیش حصہ لیتے ہیں، وہ گویا چھوٹے چھوٹے کارخانے، جگر کے

ضمیمے، اور رئیس کے خدام ہیں :

(۴) خلاصہ غذا (جس کو قدیم الجباء کیلوس کہتے ہیں) معدہ

اور امعاء سے جگر میں یقیناً جاسکتا ہے، اور کیلوس کے بیشتر اجزاء اسی

راہ سے منجذب ہوا کرتے ہیں، جو جگر میں پہنچ کر جگر کی قوت ہاضمہ

سے تغیر پاتے ہیں :

جگر کا شمار اعضاءِ رئیسہ میں

مذکورہ بالا چاروں مباحث کے ذیل میں جو دراصل رواد مسائل کی چار تنقحات ہیں، منہاً دوسرے بہت سے اہم مسائل بھی روشنی میں آجائیں گے، مثلاً قدامتِ دل، دماغ، اور جگر کو دیگر اعضاء کے مقابلہ میں اعضاءِ رئیسہ کا معزز لقب کیوں بچتا، اور طبِ قدیم نے بزبانِ بھولانا تھ ”بدنِ انسان کی تپائی“ کو اعضاءِ مذکورہ کے تین پایوں پر کیوں کھڑا کیا ہے؟

پھر جگر کے تیسرے پایہ کو بھولانا تھ نے اپنی کوششوں سے توڑنا چاہا ہے؛ آیا ان کو اس مقصد میں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی، یا اس میں وہ قطعاً ناکام و نامراد رہے؟

علیٰ ہذا جگر کی ریاست ”کیا طبِ قدیم کا متفق علیہ اور مسلم مسئلہ ہے، یا یہ اختلافی چیز ہے، جس میں الہاء کے دو گردہ ہو گئے ہیں؟ لیکن بھولانا تھ آنجنائی نے، دیدہ و دانستہ، یا محض لاعلمی کی بنا پر مسئلہ کے ایک کمرہ پر پہلو کو، طبِ قدیم کے مسئلہ کے طور پر پیش کیا ہے، جس سے پڑھنے والا بلاشبہ مغالطہ میں مبتلا ہو کر طبِ قدیم کے متعلق بڑی رائے قائم کرنے کے لئے مائل ہو سکتا ہے؟ الغرض اسی نوع کے بہت سے عنوانات معرضِ بحث میں آئیں گے؟

صورتِ نلہ کی تحریف

کسی علم و فن پر بحث چیتی اور اعتراض کرنے کا حق ہر شخص کو حاصل ہے، مگر کسی مسئلہ کی روایت و ترجمانی میں "غلط بیانی" سے کام لینے کا جواز کسی دارالعدالت سے نہیں مل سکتا؛ اور وہ بھی حریف مقابل کے فتنی مسائل میں، جن میں نقد و نظر اور صرح و تعیل مقصود ہے۔

”جگر کا فعل اور روح طبعی“ کی پیدائش کی جو صورت بھولانا تھا، جنہ نے، طبِ قدیم کے حوالہ سے، بیان کی ہے، وہ سراسر ان کے تخیل کی پیداوار ہے، جس کو طبِ قدیم سے کوئی سروکار نہیں، اور کسی معتبر کتاب میں اس کا حوالہ نہیں مل سکتا۔

ایک حیرت انگیز انکار:

مجھے اس پر بھی حیرت ہے کہ بھولانا تھا جیسے واقعہ کارِ عالم کی زبان سے یہ دعا، کیونکر ادا ہو سکے:

”خون کے اندر اخلاط کا وجود ثابت نہیں کیا جاسکتا۔“

میں جانتا ہوں کہ ”نظریہ اخلاط“ میں بعض ایسی پیچیدگیاں ضرور پائی جاتی ہیں، جن کا اس زمانہ میں طبِ جدید کے مسلمات کو سامنے رکھ کر، اور

اس کے بیانات کو صداقت کا معیار قرار دے کر حل کرنا آسان نہیں ہے۔
 اسی مسئلہ میں میرا یہ بھی دعویٰ ہے کہ اخلاط جیسے پیچیدہ مسئلہ میں جو
 دراصل ہزاروں نازک ترین مسائل کا ایک مجموعہ ہے، دو ہزار سال کے
 بعد ایسی انجلیوں کا پیدا ہو جانا کوئی امر بعید نہیں۔ اس دعوے کا بٹن
 ثبوت یہ ہے کہ طب جدید کی ہر کتاب المنافع (فزیالوجی) کے
 تازہ وارد بیانات، رطوبات بدن (خون، صفراء، وغیرہ) کے
 بارے میں بہت سے سابقہ بیانات کی تردید کر دیا کرتے ہیں۔
 ایسے مشتبہ مسائل یقیناً کرل بھولانا تھ کے حدودِ علم میں تھے، اور ہمیں بجا طور
 پر یہ توقع ہونی چاہیے تھی کہ وہ اسی قسم کی فنی پیچیدگیاں اور مشتبہ
 نظریات ہمارے سامنے پیش کریں گے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں
 وہ سراسر خلط کے وجود ہی سے انکار فرما رہے ہیں۔ مظلوم ان کے
 متخیلہ میں خلط کا تصوّر و تصویر کیا ہے کہ وہ عجیب الخلقیت شئی عالم وجود
 میں انہیں نظر ہی نہیں آتی۔

وقارِ فن کو صدمہ:

کسی ضمیر پر حملہ کرنا میرا شیوہ نہیں، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ
 بھولانا تھ آنجہانی نے اخلاط کے مسئلہ کی ایسی بھیا تک تصویر کھینچی ہے
 کہ اس سے طبِ قدیم کے وقار کو سخت ترین صدمہ پہنچا ہے۔
 گویا اخلاط کے نظریے میں — "صداقت و حقیقت کی ذرا سی

جھلک بھی نہیں پائی جاتی — قدما کی ڈہائی ہزار سالہ محنت اور قدیم ترین مسلمہ میں علمی حیثیت سچائی کا کوئی شائبہ، اور عملی حیثیت سے علاج و مداوا میں کوئی فائدہ نہیں — ”حالانکہ واقعات کی ترجمانی سراسر ان بے اصل دعاوی کی تردید کرتی ہے، متقدمین کے ”تطریۃ اخلاط“ میں ہزار ہا علمی و نفسی حقائق و معارف پوشیدہ ہیں، جس کی عرفانی تجلیات کو آج بھی حکمت جدید کی دلفریب آرائش و زیبائش کے زمانہ میں چھپایا نہیں جاسکتا، اور جن کی صداقت کی پُر زور قوت قیاس و گمان کی کمزور دنیا و دلوں کی بجائے مشاہدات و تجربات کی آتھی اساس پر قائم ہے۔

رُعبِ بیجا:

یہ ایک واقعہ ہے کہ کرنل بھولانا تھا آنجنابی کا جب یہ تنقیدی مقالہ شائع ہوا، تو موصوف کے زور بیان شخصی و جاہت، اور علمی شہرت سے ہمارے ملک کے اطباء ایسے مرعوب ہو گئے، اور ان کے اعتراضات کو اتنا قوی اور لا جواب تصور کیا گیا کہ طبی حلقہ میں ایک قسم کی مایوسی اور اُداسی چھا گئی۔

رُعبِ بیجا سے ان کے ہاتھ پاؤں ایسے پھولے کہ اتنا بھی سوچنے کا موقع نہ ملا کہ

”ہمارے سلامت کیا ہیں، اور بھولانا تھا ہمارے رفیق عزیز کی طرف

کیا کیا غلط سائل منسوب کر رہے ہیں، روح طبعی روح قلبی (روح

یوانی) سے پیدا ہوتی ہے یا خلاصہ غذا سے؟

حتیٰ کہ بہت سے کمزور اطباء یہ کہنے لگے کہ

”سچ سچ مسئلہ اخلاط پر قلم نہیں اٹھایا جاسکتا، اور خون کے اندر صفراء

لغم اور سودا کے وجود کو ثابت نہیں کیا جاسکتا“

تالیف کا مقصد

میری اس حقیر کاوش دماغی کا اصلی مقصد یہ ہے کہ فنِ غزلیہ کو حقیقی مقام بخشا جائے، اور اُس منزلت سے پست نہ کیا جائے، جس کا وہ حقیقی طور پر مستحق ہے، اس کے ”قوی مسائل“ کمزوریوں کے الزامات سے بری ہو جائیں، جو محض عدم وقوف اور لاعلمی کی وجہ سے عائد کئے جاتے ہیں، اور مسئلہ اخلاط کا کوئی پہلو مغالطہ کی تائید کی میں روپوش نہ رہے۔

تشکر کتاب کا جو حصہ شائع کیا جا رہا ہے، یہ اصلی کتاب کلمیہ بلا جزو ہے بقیہ اجراء تکمیل و تبیض کے بعد، حسب توفیق ربانی اشاعت پائیں گے۔

اس جزو کے شائع کرنے میں مجھے کافی پس دیش ہو رہا تھا۔ مگر مولوی حکیم سید اختر حسن صاحب ہاشمی دہلوی مددگار مرشدِ طبابتِ یونانی، سرکار مالی نے فنی ہمدردی کی بنا پر بڑا دباؤ ڈالا، کہ جتنا حصہ صاف ہو چکا ہے، وہ بہر صورت شائع ہو جانا چاہیے، جس کی میں نے شکریہ کے ساتھ تعمیل کی۔ اس موقع پر وہ پریشانیوں اور زحماتِ بلا ارادہ یاد آگئیں، جو عزیز مولوی حکیم سید محمد شبلی صاحب طبیب ماہر، عزیز شتاق اخچیل اور عزیز ملا والدینِ ہلم نے اس کتاب کی طباعت کے سلسلے میں اٹھائی ہیں جس میں جنگ کے ماحول نے بہت زیادہ اضافہ کر دیا ہے۔

تعمیم و ترمیم، قرارتِ سماعت، دوڑ و دوپ اور تقاضے، ان سب چیزوں کی ذمہ داری ان عزیزوں نے اپنے سر لی اور مجھے دیگر سرکاری مشاغل کے لئے اس الجھن سے بیکہ دوش رکھا۔ میں ہمیشہ دعاؤں کے ساتھ اس کو یاد رکھوں گا۔

حضرات ساعین

ذیل میں ان حضرات کے نام شکر یہ کے ساتھ لکھے جاتے ہیں جن کے سامنے یہ کتاب چھپنے سے پہلے بالاستیعاب اول سے آخر تک پڑھی گئی، اور انہوں نے بہ اطمینان اسے سننے کی زحمت گوارا فرمائی :

- | | |
|---|----------------------------------|
| (۱) حکیم مولوی حبیب اللہ صاحب | استاذ تشریح نظامیہ کالج حیدرآباد |
| (۲) حکیم مولوی معین الدین صاحب | استاذ کلیات |
| (۳) ڈاکٹر مرزا حمید اللہ بیگ | استاذ جراحیت |
| (۴) حکیم مولوی شیخ عبد علی صاحب | استاذ ادویہ |
| (۵) حکیم مولوی یوسف حسین انصاری | استاذ منافع |
| (۶) حکیم مولوی سید اختر حسین صاحب ہاشمی | اول مددگار نظامت طباطبائی |

محمد کبیر الدین

حیدرآباد دکن
مرحب المرجب ۱۳۶۵ھ

باب

اخلاط کا مفہوم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ

باب (۱)

اخلاق کا مفہوم

اخلاق کی حقیقت کیا ہے؟ کیا یہ غیر مرئی اجزاء لایہ تجزیہ ہیں، جن کی تصویر ان آنکھوں کے اندر نہ چھپ سکے؛ یا یہ دقیق ترین ذرات ہیں، جن کے مشاہدہ حقیقت کے لئے خرد بین کی دقیقہ رسی کی ضرورت پڑے۔

ہمارے دوستوں کو آج معلوم ہو جائے گا کہ خصلط کوئی ایسی انوکھی چیز نہیں ہے، جس کی ماہیت جاننے کے لئے خرد بین و دور بین کے عدسات سے اعانت حاصل کی جائے؛ یا الاشعاع (ایکس رے) کی عکاسی کے ذریعہ اس کی تصویر اتاری جائے؛ یا جدید کیمیائی امتحانات کی مدد سے دقیق ترین تحلیل و تجزیہ عمل میں لائی جائے۔

وہ سادہ اور بہت ہی سادہ حقیقت ہے، جس کے سمجھنے کے لئے معمولی فہم

و اوراک، دیکھنے کے لئے ہماری نگلی آنکھ اور سیم کرنے کے لئے سادہ ضمیر کافی ہے جو کسی قسم کی عصبیت سے گرد آلود نہ ہو۔

ایسی سادہ اور واضح چیز کو دیکھنے کے لئے اگر زیادہ دقیقہ رسی سے کام لیا جائیگا، تو وہ ہرگز نظر نہ آ سکے گی، کیونکہ یہ واقعہ ہے کہ قریب ترین چیز دور بین اور عظیم ترین کو ہمارے نزدیک دیکھنے سے دکھائی نہیں دیا کرتے۔

میرے اس بیان کو جب منکرین پڑھیں گے، تو یہ باور کرنے پر وہ مجبور ہوں گے کہ ”اخلاط کو ہم جھٹکے ہوئے تھے، حالانکہ یہ تو ایک عریاں حقیقت ہے، اور اس کا کھوج ہم منزل انصافی میں لگا رہے تھے، درآئیکہ یہ تو رگ جان سے بھی قریب تر ہے۔“

ماڈہ کی تین شکلیں؛

کائنات عالم میں ماڈہ کی محض تین شکلیں پائی جاتی ہیں؛ ہوائی، سیال، جامد۔

یہ تینوں شکلیں اس چھوٹی سی دنیا میں بھی جلوہ افروز ہیں، جس کا دوسرا نام بدن انسان ہے۔ اس لحاظ سے عالم اصغر کی مناسبت عالم اکبر کے ساتھ المضا عکف ہو جاتی ہے۔

بدن انسان کے اندر کوئی جسم اور جسمانی چیز، ان تین کے سوا، پورے شکل میں پائی نہیں جاتی؛ اور نہ اس تین کے عدد کو کوئی علمی طاقت گھٹا کر کسی طرح چھوٹا کر سکتی ہے، یعنی عالم اکبر کی طرح عالم اصغر کی تخمیر میں بھی قدرت کے ہاتھوں، یہی تین چیزیں ابتداء تکون سے رکھی گئی ہیں، اور آخر بقائت بھی قائم رہیں گی۔ یہ مشاہدات کے ٹھوس حقائق ہیں؛ جن میں تبدیل زمان و مکان سے کوئی تغیر واقع نہیں ہوا کرتا۔

بدن کا جزو سیال؛ اخلاط؛

حکماء متقدمین نے جب بدن انسان کو اپنے غور و فکر کا موضوع قرار دیا، اور غالب آدم کے ترکیبی اجزاء پر مشاہدہ کی نگاہ ڈالی، تو کائنات بدن میں کائنات عالم

کی طرح، یہی تین چیزیں نظر آئیں، اور انہیں تین قسم کی چیزوں کا مجموعہ ”انسانی جسم“ ثابِت ہوا:

(۱) بدن کا ٹھوس اور جامد حصہ جس کو ترتیب بیان کے وقت اعضاء کا

نام دیا گیا:

(۲) سکیال اور مائع حصہ (درطوباتِ بدن) جس کو انھوں نے اخلاط

کا لقب بخشا:

(۳) بخاری اور لطیف اجزاء (بشکلِ ہوا) جن کو انھوں نے ارواح کا

عنوان عطا فرمایا۔

یہ ہے سادہ ترین حقیقت، اخلاط کی، جس کو نہ سمجھنے والوں نے خواہ مخواہ
معمّہ بنا دیا ہے، اور جس کے کھوج میں اُن کا تخیل بھٹک کر نہ معلوم کہاں سے کہاں
پہنچ گیا ہے۔

میں اس وقت جو کچھ کہ رہا ہوں، ہر علمی انسان کو اُس کی تردید کے لئے ”صلائے عام“
ہے۔ انہیں باور کرنا چاہئے کہ میرے اس بیان کی پشت پر تقدّمین کی بے شمار تصدیقات
پہاڑ کی طرح، اُٹل کھڑی ہیں، اور اس دعوے کی تائید میں دلائل و براہین کا دراز ترین
فولادی سلسلہ قوتِ بازو بنا ہوا ہے۔

یچھے، سب سے پہلے ابوسہل مسیحی کے چند مستحکم اقوال سنئے، جو ہمیشہ
پُر مغز اور مختصر بات کہا کرتے ہیں:

ابوسہل مسیحی اور اخلاط

ابوسہل مسیحی، جو لبِ قدیم میں اِماعِرفن کی حیثیت رکھتے ہیں، اور
شیخ الرئیس بوعلی سینا کے استاد ہیں، جن کے زیرِ اُتوال ”بہرہائی“ کے مقالات
میں بھی بار بار آچکے ہیں، اپنی شہرہ آفاق تصنیف ”کتاب المدۃ“ بحثِ اخلاط،
میں لکھتے ہیں:

حوالہ (۱)

”مجموعہ بدن تین قسم کے اجسام پر مشتمل ہے“

(۱) وہ اجسام جن کے اجزاء میں فی نفسہ تماسک (پکڑا) اور سختی پائی جاتی ہے اسلئے انہیں اس امر کی کوئی حاجت نہیں کہ انہیں برتنوں (عروق) میں بند کیا جائے، تاکہ وہ بہنے سے باز رہیں، بدن کے اندر اس قسم کے اجسام اعضاء ہیں“

(۲) وہ رقیق اور سیال اجسام ہیں جو ایسے برتنوں (عروق و تنجاوین) میں بند کر کے رکھے گئے ہیں جو انہیں نہ جانے سے (بہ کر ضائع ہو جانے سے) باز رکھتے ہیں۔ اس قسم کے سیال اجسام کو اخلاط کہا جاتا ہے“

(۳) وہ باریک لطیف، بخاری (ہوا کی شکل کے) اجسام ہیں جو ایسے ٹھوس ظروف میں گھیر کر بند رکھے گئے ہیں جو انہیں جلد تحلیل ہونے سے باز رکھتے ہیں اس قسم کے لطیف اجسام (بدن انسان میں) اسرار الح کہلاتے ہیں“

جملة البدن تشتمل على ثلاث اصناف من الاجسام: احدها - الاجسام التي لها قوتها تماسك وصلابة لا تحتاج الى الانحصار في الاوعية بحيث تمنعها من السيلان وهذه هي الاعضاء

والثاني - اجسام رطبة سيالة محصورة في اوعية تمنعها من السيلان وهذه هي الاخلاط

والثالث - اجسام رقيقة بخارية محصورة في اوعية صفيقة تمنعها عن التحلل سريعاً، وهذه هي الاسرار

(کتاب سادس، کتاب الاخلاط، مہ مسیحی) +

ہر شخص کو میں دعوت دیتا ہوں کہ وہ ”ابوہل مسیحی“ کے اس قول کو بار بار غور سے پڑھے، اور اس طرح اپنے

کیا خا ضل مسیحی کھلے الفاظ میں یہ نہیں کہہ رہا ہے :

”کائنات بدن میں محض تین قسم کی چیزیں ملا کرتی ہیں :

(۱) ٹھوس قسم کے اجسام، جن کو ”اعضاء“

کہا جاتا ہے، جن میں نہ پانی کی طرح سیلان (بہاؤ) ہوتا ہے، اور نہ ہوا اور بخارات کی طرح لطافت، کہ ان کے رکھنے کے لئے عروق و تجاویف اور برتنوں کی ضرورت ہو۔

(۲) سیال اور مرطوب اجسام، جن کو ”اخلاط“

کہا جاتا ہے، جن میں پانی کی طرح بہنے کی قابلیت ہوا کرتی ہے، اور جن کو گھیر کر رکھنے کے لئے عروق و تجاویف جیسے قدرتی ظروف کی حاجت ہوا کرتی ہے۔ بالفاظ دیگر — ہماری نگلی آنکھیں، بلاتر دہن کے، جن اجسام کو بدن کے اندر ”وطوبات“ کی شکل میں بہتا ہوا دیکھتے ہیں، انہیں ہم اخلاط بدن کہتے ہیں۔ اور بس۔

(۳) لطیف اجسام، مثیل ہوا، جن کو ”آئرواح“

اور ”مخادرات“ اور گاہے ”دریٹاح“ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی اپنی لطافت و برکت کی وجہ سے ظروف میں بند کئے جانے کے محتاج ہوتے ہیں؛ ورنہ وہ غییر محسوس طور پر یوں ہی ہوا ہو جائیں۔

اب چند سوالات منکرین اخلاط سے پوچھے جاسکتے ہیں :

(۱) کیا اس حقیقت سے کوئی صائب الرائے انکار کر سکتا ہے اور کیا کوئی

یہ کہہ سکتا ہے کہ بدن انسان کے اندر جامد، سیال، اور ہوائی، تینوں قسم کی چیزیں نہیں ملتی ہیں ؟

(۲) ان تین کے علاوہ، چوتھی قسم کی کوئی شے، ہمارے جسم کی چھوٹی سی

لہ حتی کہ بعض تہماء روح کو دریچ کے نام سے یاد کرتے ہیں، مثلاً ”ربی طبری“، مولف ”فردوس الحکمتہ“ :

دُنیا میں کسی قوت سے ثابت کی جاسکتی ہے، جس کا پتہ جدید ترین تحقیقات نے، علم کیمیا کے اعمال، یا خوردبین کی دقیقہ نگاری سے لگایا ہو۔
 (۳) کیا مذکورہ بالا دعوئے کی کسی طرح تردید کی جاسکتی ہے؟ یعنی کیا مشاہدہ کی طاقت سے ثابت کیا جاسکتا ہے کہ کائنات بدن میں محض ایک چیز—اعضاء—ملتی ہیں، اور رطوبات و ارواح کا کوئی وجود نہیں؛—یا محض دو چیزیں ملتی ہیں، اور تیسری چیز، ارواح، یا رطوبات کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں؟



سہ گانہ کائنات بدن

ابوسہل مسیحی کا دوسرا قول

کتاب ۳۹، کتاب الحیات میں ابوسہل مسیحی بخارول کوتین گروہ میں تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بدن کے اندر اعضا، اخلاط، اور ارواح کے سوا، چوتھا کوئی جسم ہی نہیں ہے؛

(حوالہ ۲)

والحمی حرارة خارجة
عن الطبع، فنهى تكون
في موضوع لا محالة، وليس
في البدن جسم هو جزء
من اجزاء غير الاعضاء
والاخلاط والاسراراح *

حُمی (ببخار) ایک ایسی حرارت کا نام ہے، جو خارج از طبع (غیر طبعی) ہوتی ہے۔ پس اس حرارت کے لئے کوئی نہ کوئی موضوع (محل) ہونا چاہئے۔ اور بدن کے اندر اعضا، اخلاط اور اسراراح کے سوا، کوئی ایسا جسم ہی نہیں ہے، جو بدن کا جزو ہو۔

چنانچہ حریب و حرارت اسراراح میں ہوتی ہے، تو حمی یوم پیدا ہوتا ہے؛

فمتی كانت في الاسراراح، كانت
حمی یوم، وهي تقضى اما في يوم

جو یا ایک ہی دن میں، یا ایک ہی باری میں
ختم ہو جایا کرنا ہے، اور ایک دن سے زیادہ
کتر ہی رہا کرتا ہے +

اور جب وہ حرارت اخلاط
میں ہوتی ہے، تو حسی عفونۃ لاحق ہوتا
ہے، جس کی ایک قسم حسی عفونۃ دائمہ
ہے، جس کا مادہ رگوں کے اندر محصور
ہوتا ہے؛ اور اُس کی دوسری قسم نائبہ
(باری والی) ہے، جس میں وقفے اور
باریاں ہوتی ہیں۔ ایسے بخار کا مادہ عروق
سے باہر ہو ا کرتا ہے +

اور جب حرارت اعضاء میں
ہوتی ہے، تو حسی دق لاحق ہوتا ہے
جس کی تین قسمیں (یا تین درجے) ہیں؛
مُسَخَّخَۃ، یعنی اصلی اعضاء کو گرم کرنے
والی؛ (۲) ذُبُولِیۃ (اعضاء کو
گھلانے والی)؛ (۳) مُقَدِّتَۃ (اعضاء
کو ریزے ریزے کر دینے والی) +

(بجز)

پھر چند سطروں کے بعد اسی قول کے ذیل میں حرارت حسی کے ہر سہ موضوع کو
فاضل میسی اس طرح بیان کرتے ہیں؛

(حوالہ ۳)

بخار کے موضوع و محل یا (۱) اعضاء
ہوتے ہیں جو رطوبات کو اپنے گھیرے
میں لئے رہتے ہیں (محیط رطوبات،

وموضوعات الحسی
اما الاعضاء فحلاویۃ للرطوبۃ،
واما الرطوبات فمدحویۃ

واحد، واما فی نوبۃ
واحدۃ، وقلما بقیت اکثر
من یوم واحد +

ومتی كانت فی الاخلاط
كانت حسی العفونة ومنها
حسی العفونة الدائمة
وهی التي مادتها محصورة
فی العروق، ومنها ذات
فترات ونواب وھی التي
مادتها خارجة عن العروق

ومتی كانت فی الاعضاء
حدث حسی الدق وھی
لما مسخنة للاعضاء الأصلية
واما ذبولیۃ واما مقدّیۃ

صفحہ (۲۲۹) قلمی نسخہ

واما الارواح فمنتشرة.

حاوی رطوبات)؛ یا (۲) رطوبات ہوتی ہیں، جو (اعضاء کے اندر) گھری رہتی ہیں؛ یا (۳) اسکراخ ہوتی ہیں، جو (اعضاء و رطوبات میں) بکھری ہوئی ہوتی ہیں۔

(صفحہ ۲۲۹) مائتہ میسی



اخلاط کے مفہوم کو بتانے کے لئے اس سے زیادہ صاف اور واضح تر قول اور کیا ہو سکتا ہے :

بدن کے اندر تین ہی قسم کی چیزیں پائی جاتی ہیں، جامد (اعضاء)، سیال (اخلاط)، اور ہوائی (ارواح)؛ چوتھی قسم کی کوئی دوسری چیز ملتی ہی نہیں، جو ترکیب بدن میں شامل ہو، اور جزو جسم کہلا سکے؛ اس لئے بخار کی بھی تین ہی قسمیں ہیں :

(۱) حُتھی دق، جس کی حرارت اعضاء سے وابستہ ہوتی ہے۔

(۲) حُتھی عَفْقَنۃ، جس کی حرارت اخلاط (رطوبات بدن) سے

متعلق ہوتی ہے۔ جس کا دوسرا نام حُتھی خَلط بھی ہے، جیسا کہ شیخ الرئیس کے قول میں آنے والا ہے۔

(۳) حُتھی یَسُوف، جس کی حرارت ارواح سے وابستگی رکھتی ہے۔

اگر عام رطوبات بدن کا نام اخلاط نہ ہوتا، بلکہ مخصوص قسم کی رطوبات کا نام اخلاط ہوتا، تو ظاہر ہے کہ بدن کے اندر اخلاط کے علاوہ دوسری قسم کی رطوبات بھی ہوتیں، اور ان رطوبات کی تعداد کے لحاظ سے بخار کی متعدد قسمیں ہوتیں؛ یعنی ان رطوبات کے جتنے نام ہوتے، اُن ناموں کے ساتھ بخار کو منسوب کیا جاتا؛ جس طرح ہر اقسام میں سے بخار کی ایک قسم کو خِلط کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

سہ مثالیوں کہا جاتا کہ، بدن میں رطوبات کی ایک قسم کا نام اخلاط ہے، اس سے جو بخار وابستہ ہوگا،

یہاں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ ابوسہل مسیحی کے یہ دونوں اقوال ایک ہی باب (باب حیات) کے ہیں، اور دونوں اقوال قریب ہی قریب ہیں؛ نیز دونوں قولوں میں اُس نے حرارتِ حمی کے ہر قسم موضوع (محل) کا ذکر کیا ہے، ان دونوں اقوال میں آپ غور فرمائیں، کچھ فرق نظر آتا ہے، یا نہیں۔
 آپ کو صرف اس قدر فرق محسوس ہو گا کہ پہلے قول میں اخلاط کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اور دوسرے قول میں اخلاط کی جگہ، درطوبات کا، اس کا مدعا یہ ہے کہ یہ دونوں الفاظ مفہوم کے لحاظ سے متحد ہیں، ورنہ ایک دوسرے کی جگہ استعمال کرنا کسی طرح جائز نہ ہوتا۔

انتباہ:

ممکن ہے کہ بعض لوگ اخلاط و درطوبات کی اصلی بحث کو چھوڑ کر بخاروں کی تقسیم میں اوجھ جائیں، اور لفظاً یا معنیٰ اپنے معتقدات اور مسلمات کے خلاف پالو جو ان کے نزدیک سچائی کا معیار ہیں، اس تقسیم کو غلط سمجھ کر آمادہ ہو جائیں۔
 اس لئے بتانا چاہتا ہوں کہ میں اس وقت اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتا، اس قول کو پیش کرنے سے اس وقت میرا مدعا محض یہ بتانا ہے کہ اطباء قدیم قائل ہیں کہ بدن کے اندر تین قسم کی چیزیں پائی جاتی ہیں۔ اور ان تین قسم کی چیزوں میں سے سیال چیزوں کو وہ اخلاط کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ اس موقع پر میرا کوئی اور منشا نہیں۔

اُسے حمی صلیہ کہا جائیگا اور دوسری قسم کا نام درطوبات ثانیہ ہے۔
 اس سے جو بخار وابستہ ہو گا، اسے حمی درطوبات ثانیہ کہا جائیگا، حالانکہ ایسا کسی نے نہیں کہا ہے۔

شیخ الرئیس بلج علی سینا کی ہمنوائی جملہ رطوباتِ بدن اخلاط کہلاتے ہیں؛

کائنات بدن کے اجزاء مثلاً

حمیات کی تقسیم، حمی عرض اور حمی مرض کی طرف، کرنے کے بعد شیخ الرئیس اپنی پسندیدہ تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں؛ جو ابوسہل سیسی کے قول کے بالکل مطابق ہے۔

—

حوالہ (۱۴۱)

ہم کہتے ہیں کہ بدن انسان میں مجموعی طور پر محض تین قسم کی چیزیں پائی جاتی ہیں؛ اعضا، رطوبات اور ارواح و بخارات۔

(۱) چنانچہ پہلی چیز اعضاء، جو رطوبات اور ارواح کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہوتے ہیں، ان کو بہ منزلہ حمام کی دیواروں کے سمجھنا چاہئے۔

(۲) دوسری چیز رطوباتِ بدن، جو اعضاء کے اندر گھری ہوتی ہیں ان کو حمام کے پانی کی طرح مان لینا چاہئے۔

(۳) تیسری چیز اسرواح نفسانیہ، حیوانیہ، اور طبعیہ، اور بخارات جو تمام بدن میں بکھرے ہوئے ہیں ان کی مثال بدن انسان میں حمام کی ہوا کے مطابق ہے۔

ولنقل انه لما كان جميع ما في البدن ثلاثة اجناس؛

(۱) اعضاء حاوية لما فيه من الرطوبات والاسرواح، قياسها قياس حيطان الحمام؛

(۲) ورطوبات مهيوة قياسها قياس مياه الحمام؛

(۳) واسرواح نفسانية وحيوانية وطبعية وابخرة مبثوثة قياسها قياس هواء الحمام؛

فالمشتعل بالحرارة
الغريبة اشتعالاً اولياً
وهو الذي اذا طفا هو
برد ما يجاوره. واذا بردهما
يجاوره لم يجب أن يطفأ
بل يمكن ان يبقى وان
يعود، فيسخن ما يجاوره
يكون احد هذه الاجسام
الثلثة التي لا يوجد
في الانسان جنس جسماني
خارج عنها +

فان تشبثت الحمى
بالاعضاء الاصلية التثبتت
الاول كما تشبثت الحريق
مثلاً بجيطان الحمام،
او بزق الحداد او بقدر
الطباخ، فذلك جنس من
الحميات يسمى حمى الدق

وان تشبثت الحمى

پس حرارت غریبہ سے جو چیز اولاً اور
بالذات مشتعل ہوگی، وہ یقیناً ان سی تین
مذکورہ بالا اجناس میں سے کوئی ایک جنس
ہوگی، کیونکہ بدن انسان کے اندر کوئی
چوتھی جسمانی چیز ان سے الگ نہیں ہے۔
اور جو چیز اولاً اور بالذات مشتعل ہوتی ہے
اُس کے معنی یہ ہیں کہ اُس کے بجھنے اور
سرد ہونے سے دوسری متصلہ چیزیں سرد
ہو جاتی ہیں، اور جب دوسری متصلہ
چیزیں سرد ہو جائیں، تو یہ ضروری نہیں
ہے کہ وہ اصلی گرم چیز بھی سرد ہو جائے،
بلکہ اس کے برعکس یہ ممکن ہے کہ وہ اپنی
حالت پر باقی رہے، اور لوٹ کر دوسری
متصلہ چیزوں کو از سر نو گرم کر دے۔

پس اگر بخار کی حرارت اعضاء
اصلیہ کے ساتھ اصلیتہ وابستہ ہوگی،
یعنی اشتعال اولی (اصلی اشتعال)
اعضاء اصلیہ کے ساتھ قائم ہوگا،
تو اس جنس کو حمی دق کہیں گے، جس طرح
آبج حمام کی دیواروں یا لوہار کی دھوکھی،
یا باورچی کی پتیلی کو مشتعل کر دے (اور
ان کے گرم ہونے کے بعد ان کے اندر
کی ہوا، یا پانی وغیرہ ثانوی طور پر گرم
ہو جائے)۔

اور اگر بخار کی حرارت اصلیتہ

تشبثها الاولیٰ بالاخلاط
 ثم فشت منها فی الاعضاء
 كما یتفق ان یصیب الماء
 الحار فی الحمامات .
 فتحیی جلدرا منه بسببه ،
 او مرقۃ حارۃ فی القلار
 فیحمی القلار بسببها ،
 فذلک جنس من الحمیات
 یسمی حمی الخلط ،

وان تشبث الحمی
 تشبثها الاول بالارواح
 والابخرۃ ثم فشت منها
 فی الاعضاء والاخلاط
 كما یتفق ان یصیر الی الحمی
 هواء حار ، او یوقد فیہ نائر
 فیسخن هواءہ فیتادی
 الی الماء والی الحیطان
 فذلک جنس من الحمیات
 یسمی حمی یوم ، لانہا
 تشبثہ بشئ لطیف یحل
 بسرعۃ ، وقلما تمجانہ
 یوماً بلیلۃ ان لم یحل
 الی جنس اخر من الحمیات ،

اخلاط کے ساتھ وابستہ ہوگی ،
 پھر یہ حرارت ثانوی طور پر اخلاط سے اعضا
 میں پھیلے گی ، جس طرح حمام میں اگر گرم
 پانی ڈالنے کا اتفاق ہو ، تو گرم پانی کی
 گرمی سے حمام کی دیواریں گرم ہو جاتی
 ہیں ، — یا جس طرح گرم شوربہ ہانڈی
 میں ڈال دیا جائے ، تو اس کی گرمی سے
 ہانڈی گرم ہو جاتی ہے ، تو اس جنس کا
 نام حمی خلطیہ ہے ۔

اور اگر بخار کی حرارت اصالتہ
 ارواح اور بخارات کے ساتھ وابستہ
 ہوگی ، اس کے بعد ثانوی طور پر یہ
 حرارت ارواح و بخارات سے اعضا
 اور اخلاط تک منتقل ہوگی — جیسا کہ
 اگر اتفاقاً حمام کے اندر گرم ہوا پہنچائی
 جائے ، یا اس کے اندر آگ جلائی جائے ،
 تو ان دونوں صورتوں سے گرمی کا پانی
 اور اس کی دیواریں گرم ہو جاتی ہیں —
 اس جنس حمیات کا نام حمای یوم
 ہے ، کیونکہ اس صورت میں بخار کی
 حرارت کا تعلق ایک ایسی لطیف شے
 کے ساتھ قائم ہے ، جو جلد تحلیل ہونے
 والی چیز ہے ، اور ایسا بہت ہی کم اتفاق
 ہوتا ہے کہ ایسا بخار ایک دن راستہ
 سے زیادہ قائم رہے ، ہاں اگر وہ

حی یوم منتقل ہو کر بخار کی کسی دوسری جنس
میں تبدیل ہو جائے، تو چوبیس گھنٹہ سے
تجاوز بھی کر سکتا ہے۔

(قانون شیخ، کتاب رابع، بحث

حیات، ماہیت حی و تقسیم حی)

(*)

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اخلاط کا جو مفہوم میں نے بیان کیا ہے، وہ
صحیح نہیں ہے، یا میرے دماغ کی اختراع ہے، تو ایسے شخص کو چاہئے کہ شیخ الرئیس
کے اس قول پر گہری نگاہ ڈالے۔

اگر اس کا گمان ہے کہ محض معترضین کے اعتراضات سے بچنے کے لئے
میں نے ایک راہ گریز نکالی ہے، ورنہ اخلاط کے یہ معنی کسی چھوٹے یا بڑے
عالم نے نہیں بتائے ہیں، تو اس کا فرض ہے کہ وہ شیخ الرئیس کے قول کو بغور
پڑھے، جو اپنے استاد، ابو سہل مسیحی کی طرح کتنی وضاحت سے فرماتے ہیں:

”کائنات بدن میں محض تین جنس کی چیزیں پائی جاتی ہیں:

اعضاء — دطویات — ارواح

کوئی چوتھی جہانی جنس ان سے باہر بدن انسان کے اندر موجود نہیں!“

اس تمہید کے بعد بخاروں کی تقسیم کو ان ہر سہ کائنات بدن پر اس طرح
منطبق کرتے ہیں:

” (۱) اگر حرارت حی کا تعلق امالۃ (اعضاء اصلیہ کے ساتھ

ہوگا، تو اسے حمی دق کہینگے“

” (۲) اور اگر حرارت حی کا تعلق امالۃ اخلاط کے ساتھ ہوگا،

تو اسے حمی خلط کہینگے“

” (۳) اور اگر حرارت مذکور کا اصلی تعلق اسرواح و ابجراح کے

ساتھ ہوگا، تو اسے حمی یوم کہینگے“

شیخ الرئیس نے کائنات بدن کی جہاں تقسیم کی، وہاں اعضاء و ارواح کے

درمیان دطوبات کا افظ استعمال کیا، اور جہاں ان ہر سہ موضوع حرارت کے لحاظ سے بخاروں کی تقسیم کی، وہاں دطوبات کی بجائے اخلاط کا لفظ استعمال کیا۔ اور دطوبات بدن کے بخار کا نام حسی خلط قرار دیا۔ اس سے صاف عیاں ہے کہ عام دطوبات بدن کو اطباء قدیم اخلاط کہا کرتے ہیں اور دطوبات بدن کے تعفن و تخمر سے اگر بخار لاحق ہوتا ہے، تو اسے حسی خلطیہ کے نام سے یاد کرتے ہیں، جس کا دوسرا نام حسی خلونیہ بھی ہے۔

یہ قول منکرین اخلاط کے تمام شبہات کا کافی ازالہ کر کے اطباء قدیم کی غفلت کو دلوں پر نقش کر دیتا ہے +
دنیا کے بہت سے اختلافات محض لفظی نزاع سے معرض وجود میں آئے ہیں، اسی لئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلے اخلاط کا مفہوم واضح طور پر متعین ہو جائے، اس کے بعد بہت ممکن ہے کہ معترضین کے بہت سے اعتراضات از خود ختم ہو جائیں +

سہ گانہ کائنات بدن

(۱۹۱)

سہ گانہ حیات

ابوالحسن ربین طبری (استاذ زکریا رازی) حیات کی تقسیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حوالہ (۵)

ولها ثلاثة اجناس،

(۱) فمنها ما يأخذ في الروح؛

بخار کی تین جنسیں ہیں:

(۱) ایک تو وہ بخار ہے جو ذریعہ

شروع ہوتی ہے (جو بدن کا ہوائی جز ہے) +

- (۲) ومنها فی اخلاط البدن؛
 (۲) دوسرا وہ بخار ہے، جو بدن کے
 اخلاط سے شروع ہوتا ہے (جو بدن
 کارطوبی اور سیال حصہ ہے) +
- (۳) ومنها فی الاعضاء
 الاصلیة +
 (۳) تیسرا وہ بخار ہے، جو اعضاء
 اصلیہ سے شروع ہوتا ہے (جو بدن کا
 ٹھوس جز ہے) +
 (صفحہ ۲۸ - فردوس الحکمتہ)

ابو الحسن بر بن طبری کا یہ قول ابوسہل مسیحی، اور شیخ الرئیس وغیرہ
 کے اقوال کے مطابق ہے، کائناتِ بدن تین قسم کے اجزاء: ہوائی
 (روح) — سیال (اخلاط) — جامد (اعضاء) — پر
 مشتمل ہے، اسی لحاظ سے حمیات کی قسمیں بھی تین ہی ہیں: حوی یوویگہ،
 خلطیہ، دققیہ +

فصل مسیحی کے قول کی تائید (بقراط)

ابوسہل مسیحی نے اگر کہا ہے کہ کائناتِ بدن کے اندر تین قسم کی چیزیں
 پائی جاتی ہیں، تو یہ اس کا ذاتی قول نہیں ہے، بلکہ اس بارہ میں اس نے
 بقراط کے قدیم ترین قول کو پیش کیا ہے: بقراط بھی یہی کہتا ہے کہ ”انسانی
 جسم تین چیزوں — جامد — سیال — اور ہوائی — سے مرکب ہے +
 ذیل میں بقراط کے قول کتاب انیس المشرحین سے نقل کیا جاتا ہے،
 جو ڈاکٹر ٹی انگریزی کتاب (مؤلف ڈاکٹر رابرٹ ہوپر، لندن اکاڈمی ترجمہ،
 اور جس کے مترجم کا نام ڈاکٹر جان ٹیلر اسکاٹ لینڈی ہے،
 موصوف بقراط کی مختصر تاریخ لکھتے ہوئے اُس کے اقوال میں سے سب
 سے پہلا قول درج کرتے ہیں:

حوالہ (۶)

قال هذا الفاضل
 اس فاضل (بقراط) کا قول ہے کہ

”بدن انسانی ایسی چیزوں سے مرکب ہے
(۱) جو جامد ہیں، (۲) جو سیال
ہیں، (۳) اور جو اسروح (کی طرح
ہوائی) ہیں۔

اور ایسے اجزاء جو گھیرنے والے ہیں،
اور ایسے اجزاء سے جو گھرے ہوئے ہیں
(یعنی ہر سہ اجزاء مذکورہ میں سے بعض
اگر گھیرنے والے ہیں، تو بعض گھر کر رہنے
والے)۔

(البقرات): ان البدن
الانسانی هو مرکب
من الاشياء الجامدة،
والسائلة، والارواح،
والاجزاء المحيطة
والمحاطة۔

(ان میں المشرعین، عنوان الکتاب
صفحہ ب)

چنانچہ بدن انسان کی ”جو جامد چیزیں“ وہی ہیں، جن کو جب تصریح
ابوہلیمی، اعضاء کہا جاتا ہے، اور ”سیال چیزیں“ اخلاط
اور بدن کی اصلی رطوبات کہلاتی ہیں، تیسری قسم کی چیزوں کا نام ارواح
جو شکل ہوا ہوتی ہیں، خود البقرات نے وہیں بتا دیا ہے۔

ان میں سے اعضاء، اگر رطوبات اور ارواح کے گھیرنے والے (محیطہ)
ہیں، تو رطوبات اور ارواح گھر جانے والی چیزیں (محاطہ)۔

الغرض بدن اس لحاظ سے دو قسم کے اجزاء سے مرکب ہے:
(۱) سیال اور ہوائی اجزاء اپنے بہاؤ اور لطافت کی وجہ سے برتنوں کے
محتاج ہیں، تاکہ سیال رطوبتیں بہنے سے باز رہیں، اور ہوائی اجزاء، تحلیل ہو کر

لہ البقرات، الذی هو موسیٰ بنی الطب، لہ البقرات: یہ ابو الطب (مک باہا)
والد قریبا من اربع مائۃ سنۃ قبل المسیح سبک نام سے مشہور ہے، تقریباً چار سو سال قبل
(سنہ قبل مسیح)۔ (مولانا ابن المشیخ) مسیح یہ پیدا ہوا ہے۔

تھے یہاں پر (اور) کالفاظ حرف غلط تفسیری (یعنی کے معنی میں) ہے، یا کتابت کی غلطی سے
(یعنی کی بجائے) (اور) کھا گیا ہے۔ اس کے سوا یہاں کچھ اور مدعا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ بھی
دیکھئے کہ قراءات کے اہل مشرعتان کی صورت میں ہوا کرتے ہیں۔

پراگندہ نہ ہو جائیں۔

(۲) گھیرنے والے اجزاء جن کو بقراط نے اشیائے جامدہ کہا ہے، جو پہلی دونوں قسم کی چیزوں (اخلاط و اسر و اح) کو اپنے جوہروں کے اندر گھیر کر رکھتے ہیں۔

رطوبات اصلیه اور اخلاط کا تراؤف

میں نے اوپر بصراحت دعوئے کیا ہے کہ ”انسانی بدن کی سیال چیزیں، جو بدن کی جوہری ترکیب میں شامل ہوتی ہیں، اخلاط کے علاوہ رطوبات اصلیه کہاتی ہیں۔“

اس پر خود بقراط کا قول دلیل ہے، جو اسی مذکورہ بالا قول سے متصل ہے، اور جس میں اُس نے رطوبات اصلیه کی تقسیم چار قسموں، خون، صفراء، بلغم، اور سودا، میں کی ہے۔

رطوبات اصلیه کی چار قسمیں (اخلاط اربعہ)

مؤلف انیس المشرین بقراط کا پہلا قول نقل کرنے کے بعد، اس کا دوسرا قول اس طرح نقل کرتے ہیں، جو دراصل پہلے قول کا دوسرا اہم جز ہے :

(عالم ۷۰)

وايضاً قَسَمَ الرطوبات
الأصلية إلى أربعة أقسامٍ:
الدَّمُ، وَالصَّفْرَاءُ، وَالْبَلْغَمُ،
وَالسُّودَا.

نیز — بقراط نے رطوبات اصلیه کو چار قسموں، خون، صفراء، بلغم، اور سودا، میں تقسیم کیا ہے۔

(انیس المشرین، عنوان الكتاب، صفحہ ۱۲)

بقراط کے دونوں اقوال کا مدعا یہ ہے کہ

(۱) بدن انسان کی ترکیب میں تین قسم کے اجزاء شریک ہیں :

(۲) اجزاء جامدہ، جن کو اعضاء کہا جاتا ہے، اور جو بقیہ

دونوں قسم کے اجزاء (سیالہ و ہوائیہ) کو اپنے گھیرے میں لئے رہتے ہیں، یعنی رطوبات بدن اور ارواح پر حاوی اور محیط ہوتے ہیں۔

(ب) اجزاء سکیالیہ، جن کو رطوبات اصلیہ کہا جاتا ہے۔

(ج) اجزاء ہوائیہ، جن کو اصطلاحاً ارواح کہا جاتا ہے۔

یہ اخیر کی دونوں چیزیں (رطوبات اصلیہ اور ارواح) اعضاء کے جو فوں کے اندر گھری رہتی ہیں، اس لئے یہ اجزاء مخاططہ (گھیرے میں بند کئے ہوئے اجزاء) کہلاتے ہیں۔

پھر بدن کی رطوبات اصلیہ کی چار قسمیں ہیں: خون، صفراء، بلغم، اور سوداء۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ رطوبات اصلیہ اور اخلاط دونوں مترادف اصطلاحات ہیں، اور دونوں کے مصداق خون، صفراء، بلغم، اور سوداء ہیں۔

اگر یہ دونوں الفاظ مترادف نہ ہوتے، اور رطوبات اصلیہ کا مفہوم اخلاط سے جدا گانہ ہوتا، تو یہ کہنا کسی طرح جائز نہ ہوتا کہ ”رطوبات اصلیہ کی چار قسمیں ہیں: خون، صفراء، بلغم، اور سوداء، کیونکہ یہی چاروں چیزیں ”اخلاط“ کہلاتی ہیں۔

لفظی اختلاف کا اصلی راز

اس لفظی اختلاف کی اصلی وجہ یہ ہے کہ رطوبات اصلیہ اور اخلاط دونوں عربی الفاظ ہیں، اور نظریۂ اخلاط کے بانی، بقراط کی تالیفات یونانی زبان میں تھیں، اُس نے اس مدعا کے لئے جو یونانی لفظ استعمال کیا تھا، اُس کا ترجمہ بعض عربی مترجمین نے رطوبات کیا، اور بعض نے اخلاط۔

اسے ڈاکڑی میں اس یونانی لفظ کا ترجمہ ”ہیومور“ کیا گیا ہے، جس کے معنی بھی رطوبات ہیں، جیسا کہ آگے آئے والا ہے۔

پچنانچہ طبِ قدیم کی عربی تالیفات میں اب تک یہ دونوں الفاظ بکثرت مستعمل ہیں، اور سراطوباتِ بدن اور انحلاط، دونوں طب میں ہم معنی سمجھے جاتے ہیں۔

انتباہ

ربا یہ سوال کہ جملہ رطوباتِ بدن کو بقراط نے گل چار گروہوں میں کس لحاظ سے تقسیم کیا ہے، اس پر میں آئندہ بحث کرنے والا ہوں۔

ازالہ وہم

بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ

”ایک عطار کی بیاض سے لیکر بقراط تک کی کتابوں میں انحلاط

سے جو کچھ مراد لیا جاتا ہے، وہ کچھ اور ہے، اور — کبیر الدین جو مفہوم پیش

کر رہا ہے، وہ ان سب متقدمین اور متأخرین کے اقوال سے جدا گاہے ہے۔“

ایسے مشکوکین کو چاہئے کہ وہ متقدمین کے ان اقوال پر، اور خصوصاً بقراط کے اقوال پر، نظر غائر ڈالیں، اور انہیں اچھی طرح سمجھنے اور ذہن نشین کرنے کی کوشش کریں۔

بقراط کے اقوال اس بارہ میں بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں، کیونکہ وہی نظریۂ اخلاط کا بانی ہے، اور دنیائے طب میں اسی نے سب سے پہلے اس خیال کو پیش کیا ہے، کہ بدن کے اندر چار قسم کی رطوبتیں، جو چار رنگ کی ہیں، پائی جاتی ہیں، جیسا کہ آگے چل کر میں اسے تفصیل کے ساتھ بتاؤں گا۔



باب (۲)

اخلاط کا مفہوم (مستسل)

اخلاط کا ڈاکٹری مترادف: ہیومرز

اوپر بتایا گیا ہے کہ دطوبات اصل یہ، دطوبات بدلیہ، اور اخلاط، یہ سب عربی الفاظ بلحاظ مفہوم و مصداق مترادف ہیں؛ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بقراط نے اس ملاقات کے لئے جس یونانی لفظ کا استعمال کیا ہے، غالباً اُس کے معنی دطوبت کے ہیں۔

اس خیال کی مزید تائید اس سے ہوتا ہے کہ اخلاط کا ترجمہ ڈاکٹری میں عربی لفظ ”ہیومرز“ سے کیا گیا ہے، جس کا لفظی ترجمہ ”دطوبات“ ہے۔ نیز نظریۂ اخلاط کو ہیومرل تھیوری کہا جاتا ہے۔

ہیومرل، ہیومر کی طرف منسوب، جس کے معنی خلط، یا دطوبت کے ہیں؛ اور تھیوری کے معنی نظریہ، اور مسئلہ کے ہیں۔ الغرض ہیومرل تھیوری کا ترجمہ ہوا، نظریۂ اخلاط، یا دطوبات بدن کا مسئلہ۔

ان دونوں امور کے لئے ذیل میں ڈارلینڈ امریکی کے اقوال سند کے طور پر ان کے شہرہ آفاق طبی لغت سے نقل کئے جاتے ہیں :

پہلا دعویٰ :

ہیومر کے معنی خلط کے ہیں :

میرا پہلا دعویٰ ہے کہ ہیومر کے معنی "خلط" کے ہیں۔ چنانچہ ڈارلینڈ امریکی لکھتے ہیں :

حوالہ (۸)

Humour : any fluid or semisolid of the body.

(Dorland).

ترجمہ :

”ہیومر : جسم کا کوئی سیال، یا نیم سیال (ڈارلینڈ)

بالاتفاق دیگر : — بدن کی کوئی رطوبت، جو سیال یا نیم سیال صورت میں ہو، جس کو دوسری اصطلاح میں ”خلط“ کہا جاتا ہے +

دوسرا دعویٰ :

ہیومرل تھیوری کا ترجمہ نظریہ اخلاط :

میرا دوسرا دعویٰ ہے کہ نظریہ اخلاط کا انگریزی ترجمہ ہیومرل تھیوری ہے، اگر ہیومر کے معنی اخلاط کے نہ ہوتے، تو نظریہ اخلاط کو ڈاکٹری میں ہیومرل تھیوری ہرگز نہ کہا جاتا، چنانچہ فاضل موصوف لکھتے ہیں :

Humoral Theory: the theory that the body contains four humors—blood, phlegm, yellow-bile, and black-bile, a right proportion or mixing of which constitutes health; improper proportion or irregular distribution constitutes disease. (Dorland).

ترجمہ:

ہیومورل تھیوری (نظریہ اخلاط: نظریہ رطوبات بدن): یہ نظریہ کہ بدن کے اندر چار رطوبات — خون، بلغم، مرزہ صفراء (پیلایٹ)، مرزہ سوداء (کالایٹ) پائی جاتی ہیں، جن کا صحیح تناسب یا ٹھیک آمیزش صحت پیدا کرتی ہے؛ اور جن کا غیر صحیح تناسب (بمعاظ مقدار و کیفیت) یا بے قاعدہ انتشار باعث مرض بنتا ہے * (ڈارلینڈ امریکی)

تعلیمات بقراط، نظریہ اخلاط کے بارہ میں

ابو الطب بقراط کی تعلیم ہے کہ "بدن کے اندر چار قسم کی رطوبتیں پائی جاتی ہیں؛ جب تک یہ چاروں بمعاظ کمیت و کیفیت، یعنی بمعاظ مقدار و نوعیت ٹھیک ہوتی ہیں، تو صحت حاصل رہتی ہے، اور جب کسی اندرونی یا بیرونی سبب سے، ان کی کیفیت یا کمیت میں کسی قسم کی خرابی لاحق ہو جاتی ہے، تو مرض پیدا ہو جاتا ہے۔"

یہی نظریہ اخلاط ہے، جس کا بانی بقراط ہے۔ اسی نظریہ کی وضاحت فاضل ڈارلینڈ نے ہیومرل تھیوری کے عنوان سے کی ہے؛ اور دوسرے مقام پر، جہاں اُس نے بقراط کی مختصر سی تاریخ لکھی ہے، بنایا ہے کہ ”نظریہ اخلاط“ بقراط کی تعلیم ہے۔
 فرماتے ہیں:۔۔۔۔۔

(حوالہ ۱۰)

Hippocrates: a famous Greek physician, born in the Island of Cos, 460 B.C., and called the "Father of Medicine". He taught the "Humoral Theory" of Disease, and from his pupils he exacted an oath (Hippocratic oath) that they would never abuse their trust by criminal practice nor disclose professional secrets. Of the 87 writings forming the so-called "hippocratic collection," many were doubtless composed by other writers. (Dorland).

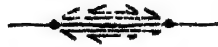
ترجمہ:

ہیپوکریٹس (ابوقرأطیس: بقراط)

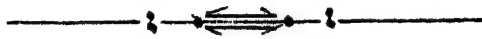
ایک مشہور یونانی طبیب، جو جزیرہ قاس (قوس) میں سالگہ قبل مسیح میں پیدا ہوا؛ اور جو آبوالطیب (پدرِ طب) کے لقب سے مشہور ہوا، اُس نے امراض (کی پیدائش) کے لئے نظریہ اخلاط (ہیومرل تھیوری) کی

اس تاریخ عیون الانباء (فی طبقات الاطباء) میں درج ہے کہ ”بقراط کا اصلی نام ابوقرأطیس، یا ہیپوکریٹس ہے“ اسی لئے نام کو عربوں نے تشکر کے بقراط، در بقراط بنایا۔

تعلیم دی۔ وہ اپنے شاگردوں سے عقیدہ شیعہ مان لیا کرتا تھا (عہدِ پیامبران
بقراط) کہ وہ مجربانہ عمل سے اپنے اعتماد کو کبھی نہ کھوئیے، نہ فتنی رازوں کا
انشاء کریں گے۔ سائنسی کتابوں میں سے، جو مجموعہ بقراطیہ (فصول
بقراطیہ) کہلاتی ہیں، ان میں سے بیشتر، بلاریس، دوسروں کی تالیف
کی ہوئی ہیں؟ (ڈارلینڈ)



اس موقع پر ان دونوں حوالوں کے درج کرنے سے محض یہ ثابت کرنا
مذہب نظر ہے کہ ڈاکٹری اصطلاح میں، اخلاط کو ہیومرز کہا جاتا ہے، ہوا
یہ سوال کہ بقراط کے اس نظریہ میں، ڈھائی ہزار سال کے بعد، کس حد تک
صداقت و قوت ثابت کی جاسکتی ہے، اور علم کے دورِ جدید میں، موجودہ
مسلمات کو حقیقت کا معیار فرض کر کے یہ قدیم نظریہ کہاں تک فایم رہ سکتا
ہے، اس پر میں آئندہ تفصیل سے بحث کروں گا۔



ڈاکٹر شرف اور لفظ ہیومر

ڈاکٹر شرف مصری، صاحب معجم انجلیزی عربی نے بھی انگریزی
لفظ ہیومر کا ترجمہ لفظ خلط، رطوبت، اور آمشاج سے کیا ہے، مروجہ
طبی کتب کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ اخلاط کو ہمارے اطباء نے آمشاج
کے نام سے بھی ذکر کیا ہے +

۱۔ علامہ علاء الدین قرشی فرماتے ہیں:

حوالہ (۱۲)

ومنہا متصرفۃ فی الغذاء
لاجل بقاء النوع، وھی قوتان،
احد لهما تفصل من امشاج البدن
قوت طبعیہ کی دوسری قسم وہ ہے، جو حیات
نوعی کی بقا کیلئے غذا میں تصرف کرتی ہے۔ یہ دو قوتیں
ہیں: (۱) ایک وہ قوت ہے جو بدن کے آمشاج
(ماخذہ جو قیہ حاشیہ بر صفحہ ۴۳)

ملاحظہ ہو لفظ ہیوہر اور ان الفاظ کے معانی، جن کا مادہ اشتقاق متحد ہے،

حوالہ (۱۱)

Humid (L)	(لاطینی) رطَب (تر)، نَدِیْ (نفاک) بِل (گیلا)۔ (ہیوڈ)
Humidity	(طوبہ) اتری، ندا اوچ (خی، بل) (گیلا پن)۔ (ہیومیڈیٹی)
Humor	اخلاط۔ احد الاخلاط او سوائل الجسد۔ (ہیومر) اخلاف الدم، آمشاج۔

ترجمہ:

دو ہیوہر: خلط۔ خون کے سوا، اخلاط میں سے کوئی ایک خلط، یا
جسم کی سیال چیزوں میں سے کوئی ایک سیال: آمشاج۔

— ہفتہ —

ملاحظہ ہو بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

جوہر المنی (الخ)	(رطوبات، اخلاط) سے منی کے جوہر کو جدا کرنے لاتی ہر
(صفحہ ۱۵۲۔ لیس مع ترجمہ)	(الی آخرہ) +

حوالہ (۱۳)

آمشاج: حشیج کی جمع، جو شج سے مشتق ہے، خلط کی طرح شج کے معنی
بھی آمیزش کے ہیں۔ صاحب نجد فرماتے ہیں:

(مَشْجَة سے مَشْجًا بِلْدًا: (مَشْج) ملانا، از باب نصر نصر۔

خلاط۔

المَشْجُ والمَشْجُ والمَشْجُ { مَشْج، مَشْج، مَشْج، مَشْج }

والمَشْجُ { ما کان مختلطاً جمع: جو چیز لی ہوئی ہو جمع۔
آمشاج۔

۱۔ یہاں شرف مہری نے بعض قداماء کے قول کے مطابق خلط کی توفیق کی ہے۔ چنانچہ ایک کدوہ
قائل ہے کہ اخلاط تین ہیں، اور خون ان کے نزدیک اخلاط میں شامل نہیں۔

غلے ہذا مندرجہ ذیل اصطلاحات کے ساتھ لفظ ہیومر استعمال کیا جاتا ہے
ان سب اصطلاحات کے ترجمہ میں ڈاکٹر شرف مصری نے ”رطوبت“ کا لفظ
استعمال کیا ہے :

Aqueous Humor	رطوبت مائید (رطوبت بھینہ) آنکھ کی (ایکوا آس ہیومر)
Crystalline Humor	رطوبت جلیدیہ (رطوبت عدسیہ) (کرسٹل لائن ہیومر)
Vitreous Humor	رطوبت زجاجیہ، جسم زجاجی (وٹرکس ہیومر)
Humoral	خاص باحد الاخلاط (ہیومرل)
	(کسی ایک غلط سے متعلق، خلط کی طرف منسوب، خلط والا)
Humectant	مُرطَّب (رطوبت پیدا کرنے والی) (ہیومکٹنٹ)
Humectation	ترطیب، تندبیہ، (ہیومکٹیشن) قبل (رطوبت پیدا کرنا، نمی پیدا کرنا، گھٹا کرنا)۔

اخلاط (رطوبات بدن) کا تذکرہ طب جدید میں؛

جس طرح ہماری قدیم طبی کتابوں میں اخلاط یا رطوبات بدن کے بیان
کے لئے ایک عنوان ہوا کرتا ہے، جس میں ہر مصنف اپنے طرز خاص سے رطوبات
بدن کا تذکرہ کیا کرتا ہے، اسی طرح طب جدید کی بہت سی کتابوں میں مجھے

رطوبات بدن

اور

فلوئڈز آف دی باڈی

Fluids of the Body

(یا) هیومرز آف دی باڈی

Humors of the Body

کے عنوانات ملے، جس میں ہر مصنف نے باختلاف طرز ادا، رطوبات بدن کا بیان لکھا ہے، مثلاً ڈاکٹر جان ٹیشکراسکاٹ لینڈی نے انیس المئین میں، جو ایک انگریزی کتب کا عربی ترجمہ ہے، مبحث رطوبات کا عنوان قائم کر کے کیلوس، خون، مائیت (لُف)، صفراء، رطوبات بلغمیہ، رطوبت دسمہ (روغنی رطوبت) اور رطوبات فضلیہ، مثلاً بول، براز، پسینہ، دودھ، وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے۔

یگر نہ انانٹی کی مختلف طباعتوں میں فلوڈز آف دی باڈی، اور ہیومرز آف دی باڈی کی سرخیاں ملیں، جن میں خون، کیلوس، مائیت خون (رطوبت طلیہ) اور دیگر رطوبات کے حالات درج کئے گئے ہیں۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ رطوبات بدن کے بارہ میں دونوں طبوں کے تمام اقوال و نظریات ایک دوسرے کے مطابق ہیں، یہ ایک الگ اور آہستہ موضوع ہے، جس پر میں آئندہ تفصیل کے ساتھ بحث کروں گا، اور یہ بتاؤں گا کہ اخلاط بدن کے مسائل ایسے دقیق، پیچیدہ، اور تاریخی میں پوشیدہ ہیں، کہ ڈھائی ہزار سال کے بعد بقراط کے نظریات کو عصر جدید کے نظریات سے مطابق کرنا تو درکنار، طب جدید ہی کے دو مصنفین کے بیانات ایک دوسرے کے مطابق نہیں ہو سکتے، جن کے درمیان صرف دو تین سال کی قلیل ترین مدت حائل ہو چکی ہو۔

بلکہ اس عنوان سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ طب جدید جس پسینہ کو ”فلوڈ“ یا ”ہیومرز“ کہتی ہے، اسی چیز کو ہم خلط، یا رطوبت

کہا کرتے ہیں، جس سے انکار کی کوئی سبیل نہیں۔

طب جدید میں ارواح

یہ سوال کہ کائناتِ بدن کی تیسری چیز اُروح کو بھی طب جدید کے مسئلہ سے ثابت کیا جاسکتا ہے؟

اس کا جواب ہے کہ۔۔۔ یقیناً، اور بہت ہی آسانی کے ساتھ، بشرطیکہ فہم صحیح کے ساتھ اس پر غور کیا جائے، اور الفاظ و اصطلاحات کے ظاہری اختلاف سے معنوی اختلاف نہ پیدا کر لیا جائے۔۔۔ سنئے:

طب جدید کا علم المنافع (فزیالوجی) تسلیم کرتا ہے کہ خون، عضلات، مائیت خون، مصل دموی وغیرہ میں مختلف قسم کے گیسز (Gases) پائے جاتے ہیں، مثلاً آکسیجن (انسیم، حمضین، نائٹروجن، شورین) ہائیڈروجن (مائین) وغیرہ۔

چنانچہ منافع الاعضاء کی معتبر درسی کتاب ہیلی برٹن کی فزیالوجی میں گیسز کے متعدد عنوانات قائم کئے گئے ہیں، مثلاً

حوالہ (۱۲)

Gases of the blood

خون کے گیس

Gases of Muscle

عضلات کے گیس

Gases of plasma and serum

خون کی مائیت اور مصل دموی کے گیس

ان عنوانات کے تحت جن چیزوں سے بحث کی گئی ہے، انہی کو طبی اصطلاح میں روح، ریح، ہوا، اور بخارات وغیرہ کہا جاتا ہے، جس کو ابوسہل مسیحی، شیخ الرئیس بوعلی سینا، ابوالمحن بن طبری، اور بقراط وغیرہ نے کائناتِ بدن کی تیسری چیز (جزء و ہوائی) بصورت ہوا (قرآن دیا ہے، جس سے طب جدید کسی طرح انکار نہیں کر سکتی :

(ارواح کے مقصود احکام کے لئے متقل میحث کا انتظار کیا جائے)

باب (۳)

اخلاط کا مفہوم

(مُتَسَّلِل)

رطوبات اُولیٰ اور رطوبات ثانیہ

دونوں اخلاط ہیں

چونکہ میرے مخاطب طلباء کے علاوہ ایسے حضرات بھی ہیں، جو ان طبی اصطلاحات سے واقف نہیں، اس لئے پہلے میں ان اصطلاحات کی وضاحت کروں گا، اس کے بعد مذکورہ بالا دعویٰ کی طرف غور کروں گا۔

رطوبت اُولیٰ اور رطوبت ثانیہ:

یہ دونوں نام بتا رہے ہیں کہ یہ دونوں اضافی چیزیں ہیں، یعنی یہ دو رطوبتیں ہیں، جن میں سے ایک مقدم ہے، اور دوسری مؤخر، پہلی رطوبت میں کچھ تغیرات و استحالات واقع ہوتے ہیں، جس سے دوسری رطوبت حاصل ہوتی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بدن کے اندر پہلی رطوبت ہم کسے کہیں، اور دوسری رطوبت کسے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ تمام اعضاء کے تغذیہ وغیرہ کے لئے جو سامان خون کی شکل میں جایا کرتا ہے، سب جانتے ہیں کہ وہ سیال صورت میں ہوتا ہے، اور عروق کی راہ پہنچا کرتا ہے، پھر ان عروق کی باریک دیواروں سے گردش کے طور پر (رِس کر) خون سے کچھ رطوبتیں باہر آ کر اعضاء کی خلاؤں اور رخنوں میں جمع رہتی ہیں۔ یہ رطوبتیں زیادہ قیمتی، زیادہ کارآمد، بلحاظ نفیج و ہضم زیادہ ترقی یافتہ گویا خون کا رِس، پنچوڑ، اور جوہر ہوتی ہیں، جیسا کہ اس کی تفصیل آنے والی ہے :

اس سے ظاہر ہے کہ بدن کی رطوبتیں دو جگہ پائی جاتی ہیں :

۱۔ رگوں کے اندر (ما فی العروق) :

دو۔ رگوں کے باہر، اعضاء کے رخنوں اور خلاؤں میں :

پہلی رطوبت کو طب جدید، رخنوں کا جاتا ہے، اور دوسری رطوبت کو لَمْفَت، جو یونانی لفظ لِمْفَات سے ماخوذ ہے، جس کے معنی مائیت کے ہیں۔

یہ دونوں نام، رطوبتِ اُولیٰ اور رطوبتِ ثانیہ، اسی ہیئت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، اور بتا رہے ہیں کہ دوسری رطوبت درحقیقت پہلی رطوبت سے حاصل ہو آ کرتی، اور اس کی پیداوار ہے :

اس توضیح و تفصیل کے بنیاب میں آپ کو سوال کرنے کی اجازت دیتا ہوں کہ

کیا رطوبتِ اُولیٰ و ثانیہ، دونوں، اخلاط میں شامل ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں قسم کی رطوبتیں، بلاریب، اخلاط میں شامل ہیں، جن پر گزشتہ اقوال کے علاوہ، جن میں جملہ رطوبات بدن، بلا قید تخصیص، اخلاط کے نام سے یاد کئے گئے ہیں، دیگر متعدد دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) عقلی استدلال : امور طبعیہ سات نہ رہیں

اگر دونوں قسم کی رطوبتیں کو اخلاط میں شامل نہ کیا جائے تو یہ

کی تعداد، جو دراصل اجزائے بدن ہیں، سات کی بجائے آٹھ ہو جائے۔
 کیونکہ اُمور طبعیہ کی بحث میں ارکان بدن، مزاج بدن، اخلاط بدن، اعضاء، ارواح، قوتے، اور افعال کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ یہ ساتوں چیزیں وہ ہیں، جن سے انسانی جسم کی ہستی متصور ہے، ان میں سے کسی ایک چیز کو معدوم فرض کر لیا جائے، تو انسانی ہستی بھی نیستی سے تبدیل ہو جاتی ہے۔
 الغرض امور طبعیہ دراصل بدن انسان کے اجزاء ہیں، خواہ جزو مادّی ہوں، جیسے ارکان، اخلاط، اعضاء، اور ارواح؛ — اور خواہ جزو صوری، جیسے مزاج اور قوتے، اور قوتے کے تعلق سے افعال۔

ان ساتوں امور میں سے ایک اخلاط ہیں، جن سے یہاں پر بلا تفریق بدن انسان کا پورا اسیال جزو مراد ہے، خواہ وہ رطوبت اولی ہو، یا ثانیہ؛ جس طرح اعضاء سے بدن کے سارے جامد اجزاء مراد ہیں، اور آرواح سے بدن کے ہوائی شکل کے کل اجزاء۔

یہ ایک ایسی واضح حقیقت ہے کہ ہر معمولی سمجھ کا انسان اس کے تسلیم میں دریغ نہ کرے گا؛ کیونکہ اگر اخلاط سے محض رطوبت اولی مراد لی جائے، جو رگوں میں محصور ہوتی ہے، تو دوسری رطوبت کے لئے اخلاط کے علاوہ ایک الگ عنوان قائم کرنا پڑے، جس سے امور طبعیہ کی تعداد آٹھ ہو جائے۔ رطوبت اولی اگر بدن کا جزو ہے، تو رطوبت ثانیہ بطریقہ اولی بدن کا اہم حصہ ہے، کیونکہ اُس نے مزید استحالات و تغیرات حاصل کئے ہیں، اور وہ جو ہر اعضا سے قریب تر اور منافع کے لحاظ سے مفید تر ہو گئی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تمام اطباء رطوبت ثانیہ کا ذکر اخلاط ہی کے عنوان کے ذیل میں کیا کرتے ہیں، اور کسی مؤلف و مصنف نے آج تک اس کے خلاف نہیں کیا ہے۔

(۲) علامہ محمود آملی کی تصریح

میں نے اوپر پہلی دلیل میں جو کچھ کہا ہے، وہ ایک نئی استدلال کی

صورت ہے، پوچھا جاسکتا ہے کہ کیا کسی مصنف نے اس کی تصریح بھی کی ہے۔
اس سوال کا جواب پہلے علامہ محمود آملی، شارح قانون کی
زبان میں سنئے، اس کے بعد دوسرے متعدد اقوال، استاد کے طور پر پیش کئے
جائیں گے۔

مباحث تعریف خلط کے ذیل میں فرماتے ہیں:

حوالہ (۱۵)

لفظ الخلط، علی مایاتی،
یقال علی مای دخل فیہ
المرطوبة الثانية، وهو
المراد عند جعل الامور
الطبیعیة سبعة، وجعل
الخلط واحدًا منها،
ویقال علی ما لا یتناولها،
وهو الممل دھمنا۔

خلط کا لفظ، جیسا کہ آنے والا ہے،
ایسے (عام) مفہوم پر اطلاق کیا جاتا ہے،
جس میں رطوبت ثانیہ بھی داخل ہے۔
جس موقع پر امور طبیعیہ کو سات
گنا جاتا ہے، اور خلط کو ان میں سے
ایک شمار کیا جاتا ہے، اس موقع پر خلط
سے یہی (عام) مفہوم مراد لیا جاتا ہے۔
علیٰ ہذا خلط کا لفظ ایسے مفہوم پر بھی
اطلاق کیا جاتا ہے، جس میں رطوبت ثانیہ
داخل نہیں ہوتی۔ (قانون شیخ کی عبارت
میں) اس موقع پر اسی دوسرے مفہوم
میں یہ لفظ بولا گیا ہے *

(شرح قانون، صفحہ ۱۰۹،
بحث اخطا)۔

اس موقع پر میں استقدر بتا دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ دیگر قدامتوں نے، جو
شیخ سے پہلے گزرے ہیں، جہاں تک میں نے تحقیق کی ہے، خلط کو عام مفہوم
ہی میں استعمال کیا ہے، جس میں رطوبت ثانیہ بھی شامل ہے، جیسا کہ میرے
حوالوں سے، جو آئندہ آنے والے ہیں، واضح طور پر ثابت ہو جائیگا۔
یہ شخص شیخ کی تجدد پسندی ہے کہ اسی لفظ سے کہیں وہ مفہوم خاص مراد
لیتے ہیں، اور کہیں اسی لفظ کو مفہوم عام میں استعمال کر جاتے ہیں۔

بہر حال ہر شخص کو اپنی ایک مخصوص اصطلاح بنانے کا حق ہے، لغت کے الفاظ کسی خاص فرد کی ملک نہیں۔

شیخ نے امور طبیعیہ کو سات قرار دیا ہے، اور اخلاط کا عنوان قائم کر کے بتا دیا کہ اس کے مفہوم میں رطوبت ثانیہ بھی شامل ہے؛ چنانچہ رطوبات ثانیہ کا تذکرہ اسی باب میں کیا گیا ہے۔

پھر شیخ ہی نے حیات کی تقسیم میں بتایا ہے کہ دو کائنات بدن میں محض تین قسم کی چیزیں پائی جاتی ہیں، جن میں سے قسم ستمیال کو اخلاط کہا جاتا ہے، اور متعلقہ حیات کو حیات خلطیہ۔

وہی شیخ صاحب دوسرے موقع پر خلط کو ایک مخصوص معنی میں استعمال کرتے ہیں، جس کے مفہوم سے رطوبت ثانیہ کو خارج ہونا پڑتا ہے +

(۳) علامہ علی حسین گیلانی کی تصریح

علامہ علی حسین گیلانی، شراح قانون، بحث اخلاط کے ابتدائی حصہ میں، جہاں شیخ نے خلط کی تعریف، اور رطوبات بدن کی تقسیم کی ہے، تصریح فرماتے ہیں کہ

”یہ سارے مباحث امور طبیعیہ سے متعلق ہیں، اور لفظ اخلاط، جو امور طبیعیہ کی گنتی میں داخل ہے، بدن کی ہر قسم کی رطوبات پر مشتمل ہے، خواہ رطوبات اولی ہوں، یا ثانیہ؛ اور خواہ وہ رطوبات فضلیہ ہوں، یا رطوبات اصلیہ صالحہ“
عبارت ملاحظہ ہو :

(۱۶) حوالہ

یہ ساری بحثیں امور طبیعیہ سے متعلق ہیں، اور اخلاط، جو امور طبیعیہ کے

ملاك الاجاث من الامور
الطبيعية والاخلاط التي

لہ نکل ان یصطح +

تقع فی عدادها تعم
المرطوبات الخلیطیة
المصطلحة کما فصولها
وغیرها والمرطوبات
الثانیة.

ومن هذه لیس بفضل،
بل هی اولى بان تكون مادة
للبدن، فبعد ما عرفت
الخلط المصطلح، کما
هو داء الاطباء استأنف
رجوعاً عنه بتقسیم مطلق
ما يقال له "مرطوبات البدن"
احتراساً من الروح
والبخار، لیکون الکلام
وافیاً بالمقصود، وأقول
بذلك الى أن الآتیق
فی بحث الاخلاط تعمیم
النظر حتی یفی بالبیان
الموعود.

شمار میں داخل ہیں، یہ ساری اصطلاحی
خلطی رطوبات پر مشتمل ہیں، خواہ وہ فضول
ہوں یا غیر فضول؛ نیز یہ رطوبات
ثانیہ پر بھی مشتمل ہیں *

رطوبات ثانیہ کی ایک قسم وہ
ہے، جو فضلہ نہیں ہوتی — بلکہ
رطوبات ثانیہ بطریقہ اولیٰ بدن کا
مادہ ہیں (اس لئے یہ کیونکر جائز ہو گا
کہ ایسی اہم چیز امور طبعیہ میں داخل
نہ ہو)، پس شیخ رئیس جب اصطلاحی
خلط کی تعریف کر چکے، جیسا کہ اطباء کا
دستور ہے، تو اس سے باز گشت کر کے
نئے سرے سے عام رطوبات بدن کی
تقسیم شروع کر دی، تاکہ اس راجح اور
بخارات سے یہ جدا اور متاثر ہو جائیں؛
اس طرح متعلقہ بحث و گفتگو مقصود کے
مطابق پوری ہو جاتی ہے۔ اس سے
شیخ رئیس اس امر کی طرف ایماء
فرما رہے ہیں کہ اخلاط کی بحث
میں زیادہ مناسب اور سزاوارہ ہی ہے
کہ نظر عام اور وسیع رکھی جائے، تاکہ
جس بیان کا وعدہ کیا گیا ہے، اس کی
تکمیل کر سکیں *

(ص ۱۱۲ شرح گیلانی)

چنانچہ شیخ الرئیس نے کلیات قانون، فن اول کی ”تعلیم چہارم“ کو اخلاط کے لئے مخصوص کیا ہے، جس میں اُنھوں نے بدن کی ہر قسم کی رطوبات کا تذکرہ کیا ہے، خواہ رطوبات اولی ہوں، یا ثانیہ، اور خواہ رطوبات محمودہ صالحہ ہوں، یا رطوبات ردیہ فاسدہ اور فضلات ۔



(۴) ابوسہل مسیحی کی تصحیح

ابوسہل مسیحی کا بنیادی قول آپ اوائل کتاب میں ملاحظہ کر چکے ہیں، جس سے یہ مسئلہ روشنی میں آجاتا ہے، اور یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اخلاط کی ماہیت و حقیقت کیا ہے، اس کے بعد، اپنے اُسی قول سے متصل، اخلاط کی مزید وضاحت اس انداز سے کرتے ہیں کہ اخلاط کی ماہیت، اُن کے مقامات، اُن سبب کی طرح صاف ہو جاتے ہیں۔ اس قول سے یہ سوال بھی حل ہو جاتا ہے کہ کیا رطوبات عروق (رطوبات اولی) کے علاوہ، رطوبات تجاویفِ اعضا، کو بھی، جو رطوبات ثانیہ کہلاتی ہیں، اخلاط کہا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

تین قسم کی رطوبتیں

حوالہ (۱۷)

وَرطوباتُ البدن ثَلَاثَةٌ
أَحَدُهَا: الرُّطُوبَةُ
الْمُسْتَقْصِيَّةُ الَّتِي بَعْدَ
اتِّصَالِ اجْزَاءِ الْأَعْضَاءِ
بَعْضُهَا بِبَعْضٍ، وَهِيَ
الَّتِي مَتَى فَنِيَتْ تَنَاقُضَتْ
الْأَعْضَاءُ ۔

بدن کے اندر تین قسم کی رطوبتیں پائی جاتی ہیں:
(۱) رطوبتِ اُسْتَقْصِيَّة (رطوبتِ
جوہریہ غنصریہ)، جس کے ذریعہ سے اعضاء کے
اجزاء باہم پیوستہ رہتے ہیں (اور جو ہر عضو کے
”جوہر“ میں داخل اور اس کا جزو و غیر منفک)۔
یہ وہی رطوبت ہے کہ جب یہ فنا ہو جاتی ہے، تو
اعضاء کے اجزاء (منفک کلمہ کی طرح) بکھر جاتے ہیں۔

(۲) رطوبتِ عروق (یعنی

وہ سیال رطوبت جو عروق کے اندر پائی جاتی ہے) +

(۳) رطوبتِ تجاویف، یعنی وہ

رطوبت جو اعضاء کے خالی جوفوں کے اندر (اعضاء کے رنوں اور خلاؤں کے اندر) پائی جاتی ہے +

رطوبات کی یہی دو توں قسمیں (اخیر کی دونوں قسمیں: رطوبتِ عروق اور رطوبتِ تجاویف) اخلاط کہلاتی ہیں (نہ کہ قسم اول: رطوبتِ استقصیہ) +

والشانی: الرطوبة
التي في العروق +

والثالث: الرطوبة
التي في التجاويف
الغالية بين الاعضاء +

وهذان الضربان
من الرطوبات يسميان
الاغلاط +

شرح قول ابو سمل مسیحی کے مذکورہ بالا قول کی وضاحت یہ ہے کہ اعضاء بدن کے اندر تین قسم کی رطوبتیں پائی جاتی ہیں جن میں سے دو اقسام کو اخلاط (رطوبتِ خلطیہ) کہا جاتا ہے، اور ایک قسم رطوبتِ استقصیہ جو جوہر اعضاء کا جزو لا ینفک ہے، جو کبھی سیال صورت میں بہتی ہوئی ہمیں نہیں مل سکتی، تاوقتیکہ ہم اعضاء کو کچل کر، اور کوٹ پیس کر، اس کا رس نہ پھوڑیں، یا تاوقتیکہ ہم تل جبکہ — یا، قرع انیق — میں ڈال کر، کشید کے طور پر عرق ماء اللحم نہ حاصل کریں +

(۱) خون یا مانی العروق — مثلاً — اگر ہم بحالتِ زندگی عضلہ کی ایک بوٹی کو لیں، تو (۱) ایک سیال ہمیں زیادہ مقدار میں ملیگا، جو اس عضلہ کی عروق (شرائین، عروق شعریہ، اور دہ وغیرہ) کے اندر موجود ہوگا، اسے مسیحی غصہ (رطوبتِ عروق) کہا ہے، جو اس کے بیان میں دوسری قسم ہے +

لہ شرا ئین (آرٹیریز) عروقِ شعریہ (کپریز) آور دہ (وینز) و سن (ز) +

(۲) رطوبت طلبیہ (۲) کچھ رطوبتیں وہ ہونگی، جو عروقِ شعریہ کی نازک دیواروں سے منترشح ہو کر، بصورتِ شبندر، اعضاء کے رخنوں، اور خلاؤں میں پہنچ گئی ہوگی، اور جو اعضاء کو اجزاءِ غذائیہ سے سیراب کر رہی ہوگی۔ اسی رطوبت کو اطباءِ قدیم نے ”رطوبتِ طلبیہ“ کہا ہے، جو بہترین اصطلاح ہے، اور اسی کو ابو سہل مسیحی نے اس موقع پر اپنے بیان کی ترتیب میں ”تیسری قسم“ کی رطوبت — رطوبتِ تجاویف اعضاء — قرار دیا ہے، یہ رطوبت خون کی طرح زیادہ رنگین نہیں ہوتی ہے، بلکہ اسکی قدر قیمت خون سے بہت زیادہ ہے۔ اسے عوام کی زبان میں ”خونِ کارس“ (عصارۂ خون) کہنا چاہئے۔ خون سے اگر اعضاء کا تغذیہ اور پرورش حاصل ہوتی ہے، تو اسی مرحلہ کو طے کرنے کے بعد — اس کی کوئی سبیل نہیں کہ خون براہِ راست جوہر اعضاء کو اجزاءِ غذائیہ مہیا کر سکے +

یہی دونوں چیزیں سیال شکل میں اعضاء کے اندر طبعی حالت میں پائی جاتی ہیں، اور ان کی رگوں اور رخنوں سے از خود، بلا تحلیل و تجزیہ، برآمد ہو سکتی ہیں، جو ہماری تنگی آنکھوں سے، خوردبین کی خورد گیری کے بغیر، عالمِ شہود میں نظر آ سکتی ہیں، اس لئے اخلاط کی اصطلاح انہیں دو قسم کی رطوبتوں کو بخشتی گئی ہے +

(۳) رطوبت جوہریہ استقصیہ عصلہ کی اُس بوٹی میں، مذکورہ بالا ہر دو سیالات کے علاوہ، ایک اصلی رطوبت اور بھی ہوگی، جو آزادی کے ساتھ بہ کر خارج نہ ہو سکیگی۔ یہ اعضاء کی جوہری اور اصلی رطوبت ہے، جو اس کے جوہر اور ریشہ ریشہ میں پیوست ہے۔ اسی کو، یہ الفاظ دیگر، اعضاء کی رطوبتِ تحریکیہ کہا جاتا ہے، اخلاط کے تغذیہ کی منزلِ اخیر یہی ہے کہ تغیرات و استحالات اور ہضم کے سارے مراحل طے کر کے، اور اعضاء کی ترکیب و ساخت میں داخل ہو کر، جوہر اعضاء میں تبدیل ہو جائیں، اور جزوِ بدن بن جائیں +

پھر جوہر اعضاء کے حقیقی اجزاء کو اگر دیکھا جائے، اور تحلیل و تجزیہ کے طرح کام میں لائے جائیں، تو سب سے ”اہم جزو“ یہی جوہری اور اصلی رطوبت ہوگی، جو اعضاء کے ذرات کے اندر قائم ہے، اور جس سے تمام اعضاء کے

افعال و منافع وابستہ ہیں *
 اس جوہری اور اصلی رطوبت کو ابوسہل مسیحی نے ”رطوبات بدن“ کی پہلی قسم قرار دیا ہے، جن کو اخلاط کے لقب سے یاد نہیں کیا جاتا، کیونکہ ان کا وجود، اخلاط کی طرح، کوئی الگ اور مستقل وجود نہیں ہے؛ یہ تو اعضاء کا ضروری، اور ناقابل انفکاک جزو ہے، جو عضو کے جوہر سے الگ نہیں ہو سکتا، اور نہ سیال صورت میں منظر مشاہدہ پر اپنا جلوہ دکھا سکتا ہے؛ درانحالیکہ ”اخلاط“ اصطلاحاً ہم بدن کی انہیں رطوبات کو کہا کرتے ہیں، جو بہتی ہوئی شکل میں، بدن کے عروق اور اعضاء کی خلاؤں کے اندر پائی جاتی ہیں۔

مسلمات قدیمہ کا استحکام

البی سہل مسیحی کا اصلی قول، ترجمہ اور شرح کے ساتھ، پیش کیا گیا ہے، جس کے ذیل میں متعدد دعاوی، اور بیسیوں حقائق و واقعات، قدیم مسلمات کے مطابق، میدان بحث میں آگئے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ اگر دیانتِ فکر کے ساتھ ان مسلماتِ قدیمہ پر غور کیا جائے، تو کسی کامیاب حکمتِ چینی کی گنجائش شاید مشکل سے بھی نہ نکل سکے۔ آئیے، حکمتِ جدیدہ کے مسلمات سے مقابلہ کر کے ہم خود ہی دیکھ لیں کہ وہ کہاں تک ان مسائل کی ہمنوائی کرتی ہے۔

حکمتِ جدیدہ کی ہمنوائی

مسلماتِ قدیمہ کے مطابق، ابوسہل مسیحی نے، بدن انسان کے اندر تین قسم کی رطوبات کے وجود کا دعویٰ کیا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا جدید تحقیقات کی روشنی کسی ایک رطوبت کے وجود سے بھی انکار کر سکتی ہے؟ مجھے امید ہے کہ طبِ جدید کے وہ نمائندے، جنہیں تشریح و منافع کے مسائل و مسلمات یاد ہیں، ابوسہل مسیحی

کے سادہ اور صاف ستھرے قول کو پڑھتے ہی تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے۔
 علاوہ ازیں ایسے حضرات بھی بے شمار پائے جاتے ہیں، جن کے نزدیک
 صداقت کا معیار محض یورپ کی چھپی ہوئی شاندار کتابیں ہیں، جن کی
 زبان یورپی ہو، اور جو دیدہ زیب خوبصورت رنگین تصویروں سے مزین ہوں۔
 وہ اسی بات کو سمجھ سکتے ہیں، جو ان کی مخصوص اصطلاحات میں بتائی جائے، اور
 وہی مسئلہ ان کی کسوٹی پر ٹکرائتا رہتا ہے، جو ان کے یاد کئے ہوئے اسلوب
 بیان کی شکل میں پیش کیا جائے۔ اس کے برعکس وہی باتیں اگر دوسرے
 انداز بیان میں پیش کی جائیں، تو اکثر اوقات دیکھا جاتا ہے کہ بہت آسانی کے ساتھ
 ان کو لغو و بے معنی، اور ناقابل التفات قرار دیا جاتا ہے۔

ان وجوہ سے میں تینوں قسم کی رطوبات کو، جن کو علامہ مسیحی
 نے، طب قدیم کے انداز بیان میں بتایا ہے، جدید اصطلاحات میں پیش کرتا
 ہوں، جس سے معتصر ضلیم پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائیگی کہ
 جن حقائق کا دعویٰ فاضل مسیحی نے کیا ہے، وہ مشاہدات کے بتائے
 ہوئے واقعات ہیں، جن کی تردید و انکار کے معنی محض یہ ہوں گے کہ طب جدید کا
 غائبہ اپنے ہی ملمات کو ذبح کرے، اور جدید علم کے آہنم اعضا کو بے سمجھی سے
 کانٹ کر پھینک دے۔

پہلی رطوبت : رطوبت جوہریہ اسطقیہ

وہ رطوبتیں جو عروق کے اندر پائی جاتی ہیں، ظاہر ہے کہ اس میں کسی قسم کا
 ابہام نہیں ہے۔ بلکہ یہی حکم و روئے علم کی گنجائش ہے، اور جس کو دلائل و
 براہین سے ثابت کرنے کی ضرورت ہے، تو ان کے لئے اسی حقیقت ہے کہ
 سچ بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا، ورنہ وہ ان کے لئے شہادتوں کے اندر سرخ
 سیال کے وجود سے کون سرتابی کر سکتا ہے۔ اسی طرح اووی بھی بدن کے اندر مختلف
 قسم کی نالیاں اور رگیں ہیں جن کے اندر مختلف نوعیت کی رطوبتیں پائی جاتی ہیں۔

اس لئے میں اس کے ثابت کرنے میں وقت زیادہ ضائع نہ کروں گا، بلکہ میں اپنی تجربہ زیادہ تر پہلی رطوبت (رطوبت جو ہریدہ) اور تیسری رطوبت (رطوبت تجاویف) کے بتانے میں صرف کروں گا، ریب و شک کی ادنیٰ ترین گنجائش اگر نکل سکتی ہے، تو انہیں دونوں رطوبات کے وجود میں — اگرچہ واقعات کی ترجمانی کے بعد یہ سارے شکوک ”پادر ہوا“ ثابت ہونگے +

مادہ حیات (پروٹوپلازم) :

طب جدید میں نہایت بسط و شرح سے بتایا جاتا ہے کہ خرد بین کی مدد سے اگر اعضاء کی ساخت دیکھی جائے، تو ہر عضو کا جو ہر مختلف اشکال کے، گول، بیضوی، لمبو ترے، باریک باریک خرد بینی ذرات، اجسام، یا دانوں پر مشتمل ہوا کرتا ہے، جن کو خلیات، یا کُریات (سیلز) کہا جاتا ہے۔ ہر خلیہ گویا ایک ننھا سا غول ہوتا ہے، جس کے اندر ایک ذی حیات رطوبت کی ذرا سی مقدار بھری رہتی ہے۔ اس رطوبت کو مادہ حیات (پروٹوپلازم) کہا جاتا ہے۔ اسی رطوبت کے ساتھ اُس عضو کے مخصوص افعال وابستہ ہوتے ہیں۔ یہ رطوبت ہر خلیہ کے اندر بند، اور دیواروں سے گھری ہوئی ہوتی ہے۔ پھر ہر خلیہ گویا ایک باریک ذرہ ہے، جو دوسرے خلیہ سے مخصوص رابطات اور بندشوں کے ذریعہ بندھا ہوا ہوتا ہے، یہ خلیات اتنے چھوٹے ہیں کہ انہیں دیکھنے کے لئے آنکھوں پر خرد بین لگانا پڑتی ہے، پھر اس کے اندر کی حقیر رطوبت کا اندازہ قائم کیجئے کہ اُس کی کتنی بڑی حقیقت ہوگی، اور کیا وہ ہماری ننھی آنکھوں سے ادھر ادھر بہتی ہوئی نظر آ سکتی ہے ؟

علامہ مسیحی نے اسی اساسی رطوبت کو رطوبت اُسْتُقْصِیَّہ کہا ہے، جس کے وجود سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا، اور نہ اس سے انکار کیا جاسکتا ہے کہ وہ عضو کا جو ہر اصلی، اور اُس کے قوام و تعمیر کا جزو حقیقی نہیں ہے، اس لئے جو از کا کوئی پہلو نہیں نکل سکتا کہ اس شخص کی خلوص رطوبت کو ”اخلاط“ کے گروہ میں شامل کر دیا جائے +

یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ مادہ حیات (پروٹوپلازم) کو اعضاء سے اگر کسی طرح برباد کر دیا جائے، تو عضو کی حقیقت کسی طرح قائم نہیں رہ سکتی، اور نہ اس وقت اعضاء کا مفہوم متصور ہو سکتا ہے۔ اس جوہری رطوبت کے زوال کے بعد اعضاء کی ترکیب اور ان کی باہمی پیوستگی و اتصال کا باقی رہ جانا قطعاً محال ہے۔ اسی مدعا کو ابو سہل مسیحی نے اس طرح ادا کیا ہے کہ — ”جب وہ اصلی رطوبت فنا ہو جاتی ہے، تو اعضاء (سوکھی راکھ کی طرح) بکھر جاتے ہیں“ +

فاضل ہسپتال برٹن اپنی تالیف علم المنافع (فریالوجی) میں خلیہ (سیل) اور مادہ حیات (پروٹوپلازم) کے بارہ میں فرماتے ہیں،

(حوالہ ۱۸)

An animal cell is usually of microscopic dimensions, in the human body varying from $\frac{1}{3000}$ to $\frac{1}{3000}$ of an inch in diameter.

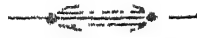
ترجمہ: ”حیوانی خلیہ (انیمل سیل، جو انسان و حیوانات میں پایا جاتا ہے) عام طور پر اس کا طول و عرض اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ یہ خوردبین سے دیکھا جاتا ہے؛ انسانی بدن میں خلیہ کا قطر $\frac{1}{3000}$ انچ سے $\frac{1}{3000}$ انچ تک ہوتا ہے (یعنی ایک انچ کے تین ہزارویں حصہ کے برابر تک چھوٹا ہو سکتا ہے) +“

اس کے بعد یہ بتاتے ہوئے کہ حیوانی خلیہ مادہ حیات (پروٹوپلازم) نوات (نیو کلی اس)، اور کتوڈیک (سنٹری اول) پر مشتمل ہوا کرتا ہے، مادہ حیات (پروٹوپلازم) کی اس طرح وضاحت فرماتے ہیں،

(حوالہ ۱۹)

Protoplasm: is a soft jelly-like material; it usually contains minute particles or granules floating in it, which are more solid in consistency, or globules containing a watery fluid may be present.

ترجمہ: ”پروٹوپلازم (مادہ حیات) نرم ہلام (پکائے ہوئے سریش) کے مانند ایک مادہ ہے (یعنی ایک لیساری رطوبت ہے) جس کے اندر باریک باریک ذرات تیرتے رہتے ہیں، جو اپنے قوام میں نسبتاً ٹھوس ہوتے ہیں۔ گاہے مادہ حیات کے اندر (خردبین میں) کچھ بلبلے سے بھی پائے جاتے ہیں، جو پانی جیسی رقیق رطوبت پر مشتمل ہوتے ہیں“ *



اس کے بعد فاضل پہلی برتن مادہ حیات (پروٹوپلازم) کے ترکیبی اجزاء بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”پروٹوپلازم (مادہ حیات) کے اندر مندرجہ ذیل اشیاء پائی جاتی ہیں:

(۱) پانی: جو بجاظرین، مادہ حیات کے اندر، تین چوتھائی (۳/۴)، یا اس سے

زائد ہوتا ہے *

(۲) اجزاء لحمیہ (پروٹینز) جو مادہ حیات کے منہجہ اجزاء میں سے

سب سے اہم اور سب سے بڑا جزء ہے۔ ان اجزاء کے خواص رطوبت بیضیہ

(ماٹھے کی رطوبت، البومنتر) کے سے ہوتے ہیں۔

(۳) چربی کے سے مواد۔۔۔ بہت تھوڑی مقدار میں *

(۴) آہللاح، یعنی چند قسم کے نمک، جن میں معمولی نمک طعام بھی شامل ہے؛



اس بیان سے ظاہر ہے کہ جب خلیات، اعضاء کے مادہ حیات میں تین چوتھائی اور اس سے زیادہ پانی ہو ا کرتا ہے، تو اب اس شبہہ کی قطعاً گنجائش باقی نہیں رہتی کہ ”ہو سکتا ہے کہ مادہ حیات سیال رطوبت ہونے کی بجائے، ایک جامد مادہ ہو، اس طرح اس کو رطوبت کہنا دشوار ہو جائے، اور علامہ مسیحی کے قول کے مطابق بدن کے اندر تین قسم کی رطوبتیں ثابت نہ ہو سکیں۔“

دوسری رطوبت: رطوبت عروق

جس کے متعلق میں اوپر کہ چکا ہوں کہ اس کا وجود بدیہی ہے، جس کے ثبوت کی

چند اضرورت نہیں، رگوں اور نالیوں کے اندر جو سیال پائے جاتے ہیں، خواہ سُرخ ہوں، سفید ہوں، یا زرد، وغیرہ، یہ سب اسی دوسری قسم میں داخل ہیں۔ اور ابلہ کی اصطلاح کے لحاظ سے یہ ساری قسمیں اخلط میں شامل ہیں۔ مثال کے طور پر جگر کو لیجئے۔ اس کے اندر متعدد قسم کی رگیں اور نالیاں پائی جاتی ہیں؛ شریانیں (آرٹریز) — دریدین (ونیز) — عروق شعریہ (کے پلیریز)۔ — جاری صفراویہ (سپے ٹک ڈکٹرز) — شریانوں کے اندر اگر شوخ سُرخ سیال پایا جاتا ہے، تو دریدوں کے اندر سُرخ سیاہی مائل، اور جاری صفراویہ کے اندر زرد رنگ کا (صفراء)۔

ایسی عُریاں حقیقت سے کوئی صداقت شناس نگاہ انکار نہیں کر سکتی، اور خون و صفراء جیسی بینِ رطوبات کے وجود سے کوئی ذی ہوش سر تابی نہیں کر سکتا۔

تیسری رطوبت، رطوبت تجاویفِ اعضاء

رطوبتِ طَلِیہ (لِمَف):

خون جب پھرتا پھرتا، اور رگوں میں گردش کھاتا ہو عروق شعریہ (کے پلیریز) میں پہنچتا ہے، تو ان عروق کی نازک اور مسامدار دیواروں سے نفوذ کر کے خون کا ایک لطیف و رقیق حصہ اعضاء کے رخنوں اور خلاؤں (تخللِ اعضاء) میں ترشح ہو جاتا ہے۔ پھر چونکہ رگوں میں خون کی آمد و شد ہمہ دم اور

لحا اعضاء کی خلاؤں اور رخنوں کو، جن میں رطوبتِ طَلِیہ (رِلَف) قیام پذیر ہوتی ہے، اگر یہی میں لُشوا سب سے سبب کہا جاتا ہے، جس کا ترجمہ تجاویفِ اعضاء ہے؛ اور عربی میں ان کو تخللِ اعضاء بھی کہا جاتا ہے، جس کے معنی اعضاء کے رخنہ کے ہیں۔ تخلل کی جمع خَلَل ہے۔ (منجہ)

برابر قائم رہتی ہے، اس لئے اس قسم کا رساؤ بھی ہمہ دم قائم رہتا ہے۔ اس لطیف رس کو حِلْمُ الاخلاط کی قدیم اصطلاح میں سرطوبت طَلَبِ اَطْل (طلال) اور جدید اصطلاح میں لِمْف کہا جاتا ہے، جو یونانی لفظ لِمفا سے ماخوذ ہے۔ (یا وہی لفظ ہے، جس کی صورت میں ذرا سی تبدیلی پیدا کر دی گئی ہے)۔ لِمفا کا لفظی ترجمہ ”پانی“ (ماء: ماثیت) ہے، اس لئے دوسری اصطلاح میں اسی کو خون کی ماثیت بھی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح طَل اور طلال کے معنی شبنم کے ہیں، اور یہ معلوم ہے کہ شبنم بھی ایک پانی ہے۔ اس طرح دونوں طبوں کی اصطلاحات ایک دوسرے سے بہت ہی قریب ہو جاتی ہیں *

اسی رطوبت طلبیہ کے توسط سے بیشتر اعضاء اپنی خوراک حاصل کیا کرتے ہیں؛ اور اعضاء کے فضلات، جو ہر قسم عضوی کے استحالات و کم و بیش ہر جگہ بنتے رہا کرتے ہیں، مثلاً فضلات بولیہ وغیرہ، وہ اعضاء کے اصلی اجزاء سے خارج ہو کر اسی رطوبت میں آکر شامل ہو جاتے، اور اسی سیال میں گھل مل جاتے ہیں۔ پھر جب یہ رطوبت عروق جاذبہ (عروق مائیہ: لمف ٹک وسیلز) کے ذریعہ اعضاء کی ان خلاؤں سے واپس ہوتی ہے، تو متعلقہ اعضاء، مثلاً گردے وغیرہ، ان فضلات کو جذب کر کے خارج کر دیا کرتے ہیں * ابوسہل عیسیٰ، بن یحییٰ مسیحی نے اسی رطوبت کو رطوبات بدن کی تیسری قسم قرار دیا ہے، اور رطوبت عروق کے ساتھ اس کو بھی اخلاط بدن میں شریک کیا ہے *

الغرض خون اور صفراء وغیرہ اگر عروق کی سیال رطوبتیں ہیں، اور طب قدیم میں خِلْط کہلاتی ہیں، تو خون کا وہ پانی اور رس (بَلَد لِمْف) بھی ان کی اصطلاح میں خِلْط ہی کہلاتا ہے، جس کے وجود سے نہ کوئی زبان نکرتی ہے، اور نہ اس کے سیال و مانع ہونے سے کوئی دماغ انکار کر سکتا ہے * یعنی جس طرح خون و صفراء بدن کی سیال رطوبتیں ہیں، اور سیال ہونے کی وجہ سے انہیں اخلاط کہا جاتا ہے، اسی طرح لِمْف (ماثیت خون)؛

طلال) بھی بدن کی ایک سیال رطوبت ہے، جس کو بہاؤ سے روکنے کے لئے عروق و تجاویف جیسے قدرتی ظروف (وسیلے) میں بند رکھنے کی ضرورت ہے؛ اس لئے اسے بھی اخلاط میں شامل کیا جاتا ہے۔

اعتماد و استناد کے لئے فاضل ہیلی برٹن کے اقوال ملاحظہ فرمائیے۔ لیمف کے بارے میں وہ لکھتے ہیں؛

حوالہ (۲۰)

As the blood circulates through the capillary blood-vessels, some of its liquid constituents exude through the thin walls of these vessels, carrying nutriment to the tissue element. This exudation is called "Lymph;" it receives from the tissues the products of their activity, and is collected by the lymph channels, which converge to the thoracic duct — the main lymphatic vessel — and thus the lymph once more re-enters the blood stream near to the entrance of the large systemic veins into the right auricle.

ترجمہ: ”جب خون چکر کھاتا ہوا عروق شعریہ (کپیلریز) میں پہنچتا ہے، تو ان عروق کی نازک دیواروں سے خون کے رقیق اجزاء خارج ہو جاتے ہیں، جو اپنے ساتھ غذائی اجزاء و اعضا کی ساخت اور بناوٹ تک لیجاتے ہیں، یہ خارج شدہ رقیق و لطیف حصہ لیمف (طلال: رطوبت طلیہ) کہلاتا ہے۔

اوعیا

۱۔ عروق کو عربی طبی اصطلاح میں اَوُعِیَہ بھی کہا جاتا ہے، جس کے معنی ظروف کے ہیں۔ اسی طرح انگریزی میں عروق کو ”وسیلے“ کہا جاتا ہے، جس کے معنی بھی ظروف ہی کے ہیں۔

اس رطوبت میں وہ فضلات بھی آجاتے ہیں، جو اعضا کی ساختوں میں ان کے دوران غل میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ رطوبت (لمف، طلال) عروق لمفاویہ (عروق جاذبہ) میں جمع ہو کر محجرائے صدر (تھورے سکت ڈکٹ) کی طرف مائل ہوتی ہیں، جو عروق لمفاویہ میں سب سے بڑی نالی ہے۔ اس طرح یہ رطوبت (لمف) دوبارہ خون کے بہاؤ میں اُس جگہ شامل ہو جاتی ہے، جہاں بدن کی بڑی وریدیں قلب کے دائیں اذن میں داخل ہوتی ہیں۔



اس کے بعد فاضل مدوح لکھتے ہیں —

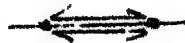
حوالہ (۲۱)

Lymph is a fluid, which comes into much more intimate relationship with metabolic processes in the tissues than the blood.

ترجمہ:

”رطوبتِ ظلیہ (لمف) ایک قسم کی رطوبت ہے، جو تغیرات و استحالات کے اُن اعمال سے، بمقابلہ خون کے، بہت گہرا قرب حاصل کر لیتی ہے، جو اعضا کی ساخت میں واقع ہوتے ہیں“

یعنی لمف (رطوبتِ ظلیہ) میں بمقابلہ خون کے ہضم و استحالات کے تیلیدہ خارج طے ہو چکے ہیں، اس لئے یہ رطوبت اعضا کی بناوٹ اور ہضم عضوی سے بہت ہی قریب ہو جاتی ہے۔



ہضم و استحالات اور اعضا سے قرب:

اطباء قدیم نے بے شمار مقامات پر بتایا ہے کہ خون کے مقابلہ میں

(جب تک یہ رگوں کے اندر ہے) رطوبتِ طلیہ زیادہ قیمتی ہے، اور اپنے ہضم و استحالات کی کثرت سے اس رطوبت کا درجہ بہت بلند ہے؛ جس طرح خون کا درجہ کیلوس سے بلند ہے، کیونکہ کیلوس محض معدہ و امعاء کے ہضم و احالہ کا نتیجہ ہے، اور خون، اس کے بعد، جگر وغیرہ کے ہضم و احالہ کی پیداوار ہے۔ اسی طرح جو رطوبتیں خون سے پیدا ہوتی ہیں، اور رگوں سے باہر مترشح ہو جاتی ہیں، جیسے رطوبتِ طلیہ، ان میں چونکہ وہ تغیرات و استحالات بھی حاصل ہو چکے ہیں، جو عروق کے اندر ہوا کرتے ہیں، اس لئے عضو کی ساخت میں تبدیل ہونے کے لئے وہ، خون کے مقابلہ میں، اعضاء سے زیادہ قریب ہو جاتی ہیں؛

تجاویف اعضاء:

ابوہل سیحی نے اس تیسری قسم کی رطوبت کی جگہ اُن تجاويف کو بتایا ہے، جو اعضاء کے اندر پائی جاتی ہے۔ اس کے متعلق کوئی طالبِ معرفت یہ مطالبہ کر سکتا ہے کہ کیا ڈاکٹری کتب تشریح و منافع الاعضاء (اناطی و فزیالوجی) سے اعضاء کی ان تجاويف کو ثابت کیا جاسکتا، اور اُن کا نام بتایا جاسکتا ہے؟ اس لئے میں اس کے متعلق بھی چند سطریں حوالہ مقالہ کرتا ہوں؛

ڈاکٹری کتب تشریح و منافع کے مطالعہ سے یہ حقیقت ہر درخشاں کی طرح روشن ہے، کہ اعضاء کے اندر اس قسم کی فضائیں، خلائیں، رنخے، اور تجاويف بکثرت موجود ہیں، جن میں لمف (رطوبتِ طلیہ) مترشح ہوا کرتی ہے؛ اور جن کے مختلف نام مختلف مقامات کے لحاظ سے ہیں؛ انہیں خالوں اور فضاؤں سے عروقِ جانویہ مائیه (یعنی نمک ویلز) کی ابتدائی شاخیں شروع ہوا کرتی ہیں، جو ان شعبی رطوبات کو اعضاء کے رخنوں سے واپس لے جاتی ہیں، تاکہ وہاں ان کا زیادہ اجتماع نہ ہونے پائے، ورنہ استسقاء کبھی کی طرح اعضاء متورم ہو جائیں، اور انواع اقسام کے امراض و اعراض لاحق ہو جائیں۔

بہ نظر اختصار ہنری ایبشی کا مختصر قول، اس کی چھوٹی سی کتاب (نفسِ آن فزیالوجی) سے نقل کیا جاسکتا ہے۔

ہنری ایبشی کا قول

ان امور کے بارے میں اسی قسم کے اقوال منافع (فزیا لوجی) کی ہر چھوٹی بڑی کتاب میں موجود ہیں۔

عروق جاذبہ (عروق مائئیہ: لمفے تک وسیلہ) کی ابتدائی شاخیں، جو ان کی عروق شعریہ کہلاتی ہیں، اور جو اعضاء کی خلاؤں سے خون کی فالتو رطوبتوں (لمف: طلال) کو واپس لے جاتی ہیں، کس طرح شروع ہوتی ہیں، اس کا عنوان قائم کر کے ایشبی لکھتے ہیں:

حوالہ (۲۲)

The Lymphatics have varied modes of origin:—

1. In Plexuses or net works of capillaries;
2. In Lacunae connective tissue;
3. In Lymph Spaces or cavities.

ترجمہ: عروق جاذبہ (لمفے مکثر) مختلف طریقے سے شروع ہوا کرتی ہیں:

(۱) صفیرہ، یا شبکہ، یعنی جال کی صورت میں، جو ان عروق کی ابتدائی شاخوں (عروق شعریہ) سے بنتا ہے۔

(۲) کحل (ج، خلخال)، یعنی شگافوں اور رخنوں کی صورت میں، جو اعضاء کی نیچے باطنی کے اندر پائے جاتے ہیں۔

(۳) آخلیہ طلیہ، یا تجاویف طلیہ (لمف اسپینز، لمف کیوے ٹیز) کی صورت میں؛

اس کے بعد طبری ایشبی ان ہر قسم اقسام کی مزید وضاحت و تفصیل درج کرتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

” (۱) پہلی صورت (شبکہ، جال کی صورت) جلد کے نیچے، اور معدہ و امعاء کی غشاء و بطنی کے نیچے پائی جاتی ہے۔

(۲) شکل خلالی، مختلف اعضاء کی نیچے باطنی کے اندر مختلف خلا میں فضائیں، یا رخنہ، سپینز، کلاؤز، انڈرین ٹائی

پائے جاتے ہیں، جو عروق مائیدہ جاذبہ کی استوائی خانوں، عروق شعریہ کے تعلق رکھتے ہیں۔

(۳) اخلیہ طلیہ، یا تجاویف طلیہ (مف اسپین) مف کیوے ٹیز) — بعض مقامات میں عروق جاذبہ فضاؤں (خلاؤں)، یا جیوب سے شروع ہوتی ہیں۔ یہ صورت مندرجہ ذیل مقامات میں پائی جاتی ہے: جسد اور اغشیہ مخاطیہ (میوکس ممبرین) کے نیچے، دیا فرمھا، پیمپھڑے، اور جگر وغیرہ میں؛

مذکورہ بالا تصریحات سے ظاہر ہے کہ اعضاء کے اندر مختلف قسم کے رخنے، خلائیں، فضاں، اور تجاویف پائے جاتے ہیں، جن کے اندر رطوبت طلیہ مترشح ہوا کرتی ہے۔ ڈاکٹری میں ان خلاؤں کے لئے متعدد اصطلاحات ہیں، مثلاً مف اسپین (فضاء طلی)، مف کیوٹی، (تجاویف طلی)، کلفٹ (رخند)، انٹرس ٹائی سیز (خلل اعضاء، اعضاء کے شکاف) وغیرہ۔

رطوبت طلیہ اور شیخ الرئیس

شیخ الرئیس نے بھی کلیات قانون (بحث اخلاط) میں رطوبات بدن کی ایک خاص طرز سے تقسیم کی ہے، جہاں رطوبت طلیہ کا بھی ذکر ہے۔ اپنی اس تقسیم میں شیخ موصوف نے جو ترتیب قائم کی ہے، اس کے لحاظ سے رطوبت طلیہ دوسری رطوبت ہے، اور پہلی رطوبت وہ ہے جو اعضاء کی باریک باریک عروق (عروق صغیرہ) کے سروں کے تجاویف کے اندر پائی جاتی ہے۔

اسے کسی دوسرے موقع پر آئندہ بتاؤں گا کہ شیخ الرئیس کے مقابلہ میں ابوسہل مسیحی کا بیان اور رطوبات بدن کی تقسیم پاک صاف، ستھری اور واضح ہے، جس کا سمجھنا اور سمجھانا زیادہ دشوار نہیں۔ بہر حال اس وقت تو مجھے محض

رطوبت طلیہ کے متعلق شیخ کی تصریح پیش کرنی ہے، جو اس قسم کے نسقم سے قطعاً بری ہے؛ اس سے بحث نہیں کہ اُسے دوسرے درجہ پر کس وجہ سے رکھا گیا ہے، اور اسے دوسرے درجہ پر رکھنا کس حد تک مناسب یا غیر مناسب ہے۔
شیخ فرماتے ہیں: —

(۲۳) حوالہ

(۲) رطوبت طلیہ — ”دوسری وہ رطوبت ہے، جو شبہم (طل، طلال) کی طرح اعضاءِ اسلیہ (کی ساخت جو ہر) کے اندر پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ رطوبت اس مقصد کے لئے آمادہ رہتی ہے کہ جب بن سے غذا رکھو جائے، (یا کم ہو جائے) تو یہ غذا بن جائے؛ اور اس مقصد کے لئے بھی تیار رہتی ہے کہ جب شدتِ حرکت، یا کسی دوسرے سبب سے اعضاء میں خشکی غالب ہو جائے تو تو یہ یعنی رطوبت انہیں تر کر دیا کرے“ *

والثانیۃ الرطوبة التي هي مُنبِثَةٌ فِي الْأَعْضَاءِ الْأَصْلِيَّةِ بِمَنْزِلَةِ الطَّلِّ وَهِيَ مُسْتَعْدَّةٌ لِأَنْ تَسْجِلَ غِذَاءً، إِذَا فَقَدَ الْبَدَنُ الْغِذَاءَ، وَلَئِنْ تَبَلَّ الْأَعْضَاءُ، إِذَا جَفَّتْهَا سَبَبٌ مِنْ حَرَكَةٍ عَنِيفَةٍ أَوْ غَيْرِهَا *

شیخ کے مذکورہ بالا قول کے نقل کرنے سے چند مقاصد وابستہ ہیں؛
اول: ڈاکٹری اصطلاح لیت کے مقابلہ میں، مترادف کے طور پر میں نے ہر جگہ رطوبت طلیہ، طل، طلال، اور شبہم رطوبت جیسے الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ ممکن ہے، بعض واہین و مُتَشَكِّکِین کو اس ترجمہ کی صحت میں خلیجان ہو، مگر شیخ نے یہاں طل (شبہم) کا لفظ استعمال کیا ہے، اور اس رطوبت کو، جو اعضاء کے رخنوں اور فضاؤں کے اندر بکھری ہوئی ہوتی ہے، شبہم کی بوندوں سے تشبیہ دی ہے، اس لئے شیخ کی اس تصریح سے مذکورہ بالا مبالغہ یکسر کافور ہو جاتا ہے *

دوم: شیخ کا یہ قول غلط نظر نہیں آتا کہ رطوبت طلیہ

اعضاء کی قریب ترین، اور صالح ترین غذا ہے، جو ہضم کے بہت سے مراحل طے کرنے کے بعد اس درجہ کو پہنچتی ہے۔ اس سے پہلے وہ عروق کے اندر بند ہوتی ہے، پھر باہر برآمد ہو کر شہم کی نخی نخی بوندوں کی طرح اعضا میں بکھر جاتی ہے، جس سے اعضا سیراب ہوا کرتے ہیں۔ اس سیرابی سے دونوں حاصل ہوتے ہیں، تغذیہ — ترطیب۔

ترطیب: — اس رطوبت سے اعضا کا تر ہو جانا (اور خشکی کا زائل ہو جانا) ایک بدیہی صداقت ہے۔

رہ قضیہ: — یعنی اس سے اعضا کے جوہر میں غذا کا پہنچنا، تو یہ بھی فریقین کا مسئلہ ہے، جیسا کہ فاضل ہیلی برٹن کے قول میں ایماء موجود ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ یہ خون سے زیادہ آہستہ رطوبت ہے، اور اس نے ہضم و استحالة کے اتنے مدارج طے کئے ہیں کہ یہ، خون کی نسبت، عضو کے استحالات سے قریب تر ہو جاتی ہے۔

اگر اس کے بعد آپ مزید صراحت چاہتے ہوں، تو ایشی کا مختصر حوالہ اعتماد پیدا کرنے کے لئے کافی ثابت ہوگا،

حوالہ (۲۲)

The plasma exudes from the capillary blood-vessels to supply the tissues with materials for their nutrition. (Notes on Physiology-Henry Ashby).

اترچ: — پلاسما (خون کا جوہر سیال: سائل دیوی) عروق دیویہ شعریہ سے ہر کی طرف مترشح ہوا کرتا ہے، تاکہ وہ اعضا کی ساختوں (نسوجات) کو سامان غذائی مہیا کرے۔ (ایشی، نوٹس آن فزیالوجی) *

باب (۴)

خلط کی تعریف

اطباء نے جب خلط کے مفہوم کو ”جملہ رطوبات بدن“ کے لئے عام اور مشترک کیا ہے، اور اس میں رطوبات اُولیٰ (محصورہ عروق) اور رطوبات ثانیہ (خارجہ عروق: کُل، طلال) دونوں شامل ہیں، تو حسب اصول خلط کی ایک ایسی عام اور وسیع تعریف بھی ہونی چاہئے، جس میں ہر قسم کی بدنی رطوبتیں شریک ہو جائیں۔ چنانچہ اس قسم کی عام تعریف اِن الفاظ میں آواکی جاتی ہے:

الْخِلَاطُ: رَطُوبَةٌ بَدَنِيَّةٌ اسْتَحَالَتْ اِلَيْهَا الْغِذَاءُ بِاسْتِحَالَةٍ جَوْهَرِيَّةٍ۔

ترجمہ:

”خلط“: وہ بدنی رطوبت ہے، جو غذا کے استحالہ جوہری (استحالہ حقیقی: کیمیائی تغیر) سے حاصل ہوئی ہو۔

یا — بہ الفاظ دیگر ؛
خلط : وہ بدنی رطوبت ہے، جس کی طرف غذا، استعمالہ جوہری
 کے ذریعہ، منقلب ہوئی ہو *
 — (۱۰) —

توضیح الفاظ تعریف

قدیم و جدید علم المنافع (فزیا لوجی) کا اس پر اتفاق ہے کہ بدن کی ساری رطوبتیں
 خواہ وہ رطوبات اولی ہوں یا ثانیہ، صالحہ ہوں یا فاسدہ، سادہ ہوں یا رنگین، غذا
 ہی کے تغیرات سے حاصل ہو ا کرتی ہیں۔ انہی تغیرات کو دوسری اصطلاح میں
استحالات کہا جاتا ہے۔ بدن کی کوئی رطوبت ایسی نہیں ہے، جو غذا کے
 کسی تغیر و تبدل کے بغیر عالم وجود میں آئی ہو۔

استحالات جوہریہ : سے مراد وہ انقلاب ہے، جس میں کسی چیز کی
 ماہیت و حقیقت (جوہر اصلی : صورت نوعیہ) تبدیل ہو جائے،
 اسی کو دوسری اصطلاح میں استحالات حقیقیہ اور استحالات نوعیہ
 بھی کہا جاتا ہے *
 طب جلد پن میں ایسے انقلابات کو کیمیائی تغیرات (کیمیکل
 چینج) کی اصطلاح سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس کے مقابلہ میں معمولی تغیر عوارض کو، جس میں ماہیت کے اندر تبدیلی
 لازم نہ آئے، مثلاً ماہیت کے قائم رہتے ہوئے محض رنگ بدل جائے، یا کوئی
 چیز ٹھنڈی سے گرم ہو جائے، یا گرم سے ٹھنڈی ہو جائے، تو اس قسم کے سادہ
 تغیرات کو استحالات مجازیہ (جھوٹے تغیرات) استحالات کیفیہ
 (کیفیت کے تغیرات) استحالات غیر حقیقیہ (غیر حقیقی انقلابات)۔

لہ کیمیائی تغیرات (کیمیکل چینج) : وہ تغیرات جن سے علم کیمیا (علم عناصر) میں
 بحث کی جاتی ہے، مثلاً اجزاء عناصر کے لحاظ سے مرکبات کا اختلاف وغیرہ *
 —————

کہا جاتا ہے ۔

طب سب جلد یل میں اس قسم کے تغیرات کو طبعی تغیرات (فزیکل چینجس) کی اصطلاح بخشی جاتی ہے ۔

آئندہ چل کر میں ایک باب (رطوبت بدن کے استحالات) قائم کر رہا ہوں۔ تفصیل سے بتاؤں گا کہ خون، صفراء، رطوبت طلیہ (رملق)، تمام اعضا اور غدود کی پیدا کی ہوئی رطوبات، پیشاب و پاخانہ اور بیل کچیل کے فضلات، یہ سب استحالات و تغیرات ہی کے نتیجہ میں حاصل ہو کرتے ہیں، اور یہ تغیرات مدخل غذا یعنی نمہ میں غذا کے داخل ہوتے ہی شروع ہو جاتے ہیں، جو دونوں طبوں کے مسلمات میں سے ہے ۔

استناد اقوال :

سؤال : غلط کی جو تعریف میں نے لکھی ہے، آیا اس کے عربی الفاظ میرے وضع کئے ہوئے ہیں، یا کسی مصنف نے اس کی تصریح کی ہے ؟
جواب : شیخ الرئیس نے کتاب اول (کلیات طب) بحث اخلاط میں جہاں عام ”رطوبات بدن“ کی تقسیم (رطوبات اولی و ثانیہ میں) شروع کی ہے، وہاں علامہ محمود آملی شایع قانون افراتے ہیں :

(حوالہ ۲۵)

اقول : — ”هذه التقسيم لمطلق رطوبات البدن —
التي استحال اليها الغذاء باستحالة جوهرية —
ولا يدخل فيها الروح، لانه لا يستعمل رطوبة“

(مفہوم ۱۱۲ شرح قانون آملی)

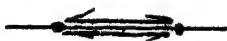
طبعی تغیرات (فزیکل چینجس) وہ تغیرات جن سے علم طبعی (فزکس) میں بحث کی جاتی ہے، مثلاً حرارت، نور، برق وغیرہ۔

ترجمہ

میں کہتا ہوں: — یہ مطلق رطوبات بدن کی تقسیم ہے (جس میں آدنی و ثانیہ، اور صالحہ فاسدہ وغیرہ کی کوئی قید نہیں) — یعنی اُن عام رطوبات بدن کی تقسیم ہے، جس کی وہ رت غذا، استعمال جوہری کے ذریعہ، منقلب ہوئی ہو — اور جن میں روح داخل نہیں ہے، کیونکہ کُرُوح کو رطوبت نہیں کہا جاتا۔“

— (۲۶) —

خلط کی تعریف میرا میرے مذکورہ الفاظ علامہ محمود آملی کے انہیں الفاظ سے ماخوذ ہیں، جن میں میں نے کوئی تبدیلی نہیں کی ہے +



سؤال: اگر سوال کیا جائے کہ فاضل آملی کی عبارت میں خلط کا لفظ موجود نہیں ہے، پھر یہ کس طرح نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ عام رطوبات بدن کو اخلاط سمجھا جائے، اور ذہن پر تعریف کو خلط کی تعریف پر محمول کیا جائے؟

جواب: باب اول میں متعدد اقوال و تصریحات سے ثابت کیا جا چکا ہے، کہ جملہ رطوبات بدن کو ”اخلاط“ کہا جاتا ہے، اس لئے جملہ اور مطلق رطوبات بدن جو تعریف ہوگی، وہی عام اخلاط پر صادق آئے گی۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے، جس میں کوئی ابہام نہیں ہے۔

علاوہ اس میں اگر یہی اصرار ہے کہ لفظ خلط ہی دیکھ لیا جائے، تو ایک ہی ورق کے بعد علامہ آملی لفظ خلط کے ساتھ اسی مفہوم کا دوسرے لفظوں میں اعادہ فرماتے ہیں، جو ”مطلق رطوبات بدن“ کی تقسیم کے ذیل میں ظاہر کر چکے ہیں۔“

حوالہ (۲۶)

قال الأستاذ: — المراد بالخلط هناك ما استحال
إليه الغذاء بالصورة النوعية

(صفوحہ ۱۱۱ شرح قانون آملی)

ترجمہ

استاذ (عکلمہ) فرماتے ہیں:

”خِط سے مراد وہاں وہ چیز ہے، جس کی طرف، غذا، صورت نوعیہ کے ساتھ منتقل ہوتی ہے۔“

یہ اور واضح کیا جا چکا ہے کہ اسی قسم کے تغیر و انقلاب کو استحالة جوہری اور صورت نوعیہ کا استحالة کہا جاتا ہے۔

اگر خِط اِدہ مفہوم عام نہ ہوتا، جو ”رطوبات بدن کی تقسیم“ کے ذیل میں بتایا گیا ہے، تو اسے تاذ عکلمہ کو یہ کہنے کا کوئی حق نہ ہوتا کہ

”خِط سے مراد وہ (عام) چیز ہے، جو غذا کی جوہری تبدیلی سے حاصل ہوتی ہے۔“

کیونکہ ایسی عام چیزیں بدن کی ساری رطوبتیں داخل ہو جاتی ہیں، خواہ مانی العروق ہوں یا خارج از عروق، خواہ صالح ہوں یا فاسد۔

توضیح قول استاذ علامہ:

سؤال: استاذ علامہ نے کہا: — خِط سے مراد ”وہاں“ وہ چیز ”وہاں“۔ کیا مراد ہے؟ کیا دوسری جگہ خِط سے کچھ اور بھی مراد لیا جاتا ہے؟

جواب: — ”وہاں سے کیا مراد ہے؟“

استاذ علامہ کا وہ قول ایک ذیلی عبارت اور سلسلہ سابق کی ایک کڑی ہے، جو ایک اعتراض کے ذیل میں جواباً لکھا گیا ہے۔

وہ اعتراض ہے کہ اطباء تسلیم کرتے ہیں کہ

”اعضاء اخلاط کے پچھے مزاج سے بنتے ہیں۔“

”الاعضاء متكونة من اول مزاج الا خلط“

اس کے خلاف شیخ الرئیس نے رطوبت ثانیہ (رطوبت طلیہ) کے جو فوائد بتائے ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعضاء رطوبت ثانیہ سے بنتے ہیں۔ ان دونوں قولوں میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے۔
فاضل آملی نے اس اعتراض کے دو جوابات دئے ہیں :

پہلا جواب :

یہاں ”اخلاط کے پہلے مزاج“ سے مراد وہ ملی ہوئی چیز ہے، جو اخلاط کی پہلی آمیزش سے حاصل ہوتی ہے۔ یعنی ”اخلاط کا پہلا مزوج“ مراد ہے، اور وہ اخلاط کا پہلا مزوج ”رطوبت ثانیہ (رطوبت طلیہ) ہو سکتی ہے۔

دوسرا جواب :

استاذ علامہ نے کہا ہے کہ ”خلط سے مراد ”وہاں“ وہ (عام) چیز ہے جو غذا کی جوہری تبدیلی سے حاصل ہوتی ہے۔“
اس طرح رطوبت ثانیہ بھی خلط کے مفہوم میں داخل ہو جاتی ہے، اور دونوں اقوال کے درمیان کوئی تضاد باقی نہیں رہتا۔

خلط کا دوسرا مفہوم (بہ تجویر شیخ الرئیس)

یہ ایک حقیقت ہے، جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ
(۱) بدن کی کچھ رطوبتیں عروق کے اندر محصور ہوتی ہیں، اور کچھ رطوبتیں عروق سے باہر اعضاء کے رخنوں اور خلاؤں میں پائی جاتی ہیں۔
(۲) پھر یہ بھی مسلم ہے کہ پہلی رطوبت ہی سے دوسری رطوبت حاصل

ہوا کرتی ہے۔ اسی وجہ سے پہلی رطوبت (رطوبت عروق) کا نام بلحاظ درجہ
تکون، ”رطوبت اولیٰ“ رکھا گیا، اور دوسری رطوبت (رطوبت تجاويف
اعضاء) کا نام رطوبت ثانیہ قرار پایا۔

(۳) گو عام طور پر مقدمین و متاخرین جملہ رطوبات بدن کو، بلا تخصیص خلط
کہا کرتے ہیں، جس میں خود شیخ الرئيس بھی شریک ہیں۔ لیکن رطوبات عروق
چونکہ مقدار میں زیادہ، اور مشاہدہ میں کثیر الوقوع اور نمایاں تر ہیں، اس لئے شیخ الرئيس
نے بتخصیص، رطوبات عروق کا نام رطوبت اولیٰ کے علاوہ خلط قرار دیا۔
الغرض شیخ الرئيس کے نزدیک خلط کے دو مفہوم ہیں :

(۱) مفہوم عام — (۲) مفہوم خاص :

چنانچہ بخاروں کی تقسیم میں شیخ نے جہاں بنایا ہے کہ ”جملہ کائنات
بدن تین قسم کی چیزوں پر مشتمل ہیں، اور ان سے باہر جو تھقی قسم کی کوئی چیز، از قبیل
ماذہ، بدن انسان کے اندر نہیں پائی جاتی“ وہاں خلط کو شیخ مذکور نے عام
مفہوم میں استعمال کیا ہے؛ — اور جہاں شیخ نے رطوبات ثانیہ کے
مقابلہ میں اخلاط کا لفظ استعمال کیا ہے، وہاں اس سے وہی دوسرا
مفہوم خاص مراد لیا ہے، یعنی رطوبات محصورہ عروق کو بتخصیص اخلاط
کا لقب بخشا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ جب بدن کی عام رطوبات (عام اخلاط) کی تعریف
میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ

وہ ایک جسم رطب سیال ہیں،
جن کی طرغ غذا کا استحالة ہوتا ہے؛
هو جسم رطب سیال
يستحيل اليه الغذاء؛

۱۔ وجہ تسمیہ کا یہ ایک مروج اصول ہے کہ کثیر الوقوع شئی کو عام نام بخش دیا جاتا ہے اس طرح
صفرۃ صفرۃ (کثرت و اصفرار) عام نام ہے، اور صفراء کی اکثر قسموں کو بلحاظ مفہوم مرہ صفراء
کہا جاسکتا ہے۔ مگر یہ نام تخصیص کے ساتھ صفراء کی اس قسم کو دیدیا گیا ہے، جو بلفم رقیق کے قیاس
مل جاتا ہے، اور جو صفراء کی کثیر الوقوع قسم ہے۔

تورطوباتِ عروق (اخلاط بمعنی خاص) کی تعریف میں کیا قید لگائی جائے، جس سے یہ مفہوم خاص حاصل ہو جائے، اور رطوباتِ ثانیہ اس مفہوم میں داخل نہ ہونے پائیں۔ رطوبتِ بدنی ہونے میں دونوں شریک ہیں، اور دونوں غذاؤں کے استحالہ ہی سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان دونوں میں فرق اگر ہے، تو محض تقدم و تأخر کا، رطوباتِ عروق بلحاظ تکوّن رطوباتِ ثانیہ پر مقدم ہیں، اور اسی تقدم اور اولیت کے لحاظ سے ان کو رطوباتِ اُولیٰ کہا گیا ہے۔ پس اس تقدم اور اولیت کی رعایت سے تعریف مذکور میں لفظ اول بڑھادیا جائے، تو تحصیل حاصل ہو جاتی ہے۔

چنانچہ شیخ الرئیس نے اسی نیت اور ارادہ سے خِط (بمعنی خاص) کی تعریف میں لفظ اُولیٰ کا اضافہ فرمادیا:

(حوالہ ۲۷)

«الخلط، جسمٌ رَطْبٌ سَيَّالٌ خِلَطٌ: وَجَمِ رَطْبٍ سَيَّالٍ هُوَ جَسْمٌ كِي
يَسْتَحِيلُ إِلَيْهِ الْغِذَاءُ أَوَّلًا» طرف غذا پہلے متحیل (متغیر) ہوتی ہے»
(مفہم ۶۸ - قانون)

یعنی خِط (بمعنی خاص) اور رطوباتِ ثانیہ، دونوں غذا کے استحالہ و تغیر کے بعد حاصل ہو ا کرتی ہیں، لیکن بمقابلہ رطوبتِ ثانیہ کے خِط ”پہلے“ بنتی ہے۔

الفرض شیخ کی تعریفِ خِط میں اُولیّت سے اضافی اولیت مراد ہے، نہ کہ حقیقی، کیونکہ:

(۱) شیخ الرئیس جانتے ہیں کہ غذا میں استحالہ منہ ہی سے شروع ہو جاتا ہے،
(۲) شیخ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ ”بلغم سے خون بن سکتا ہے، اور خون، بلغم، اور صفراء سے سودا حاصل ہو ا کرتا ہے“۔ الفرض شیخ کا عقیدہ ہے کہ ایک خِط کے استحالہ سے دوسری خِط بن جاتی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ سابق خِط اگر پہلے استحالہ سے حاصل ہوگی، تو اب بعد کی خِطیں یقیناً دوسرے استحالہ کا نتیجہ ہونگی۔ لہذا اُولیّت کی قید و بند کو زیادہ سختی سے راتھ کسا گیا، تو جو خِطیں دوسری خِطوں کے

استحالیہ سے حاصل ہوا کرتی ہیں، اُن کو شیخ الرئیس کی اصطلاح کے مطابق خلط ہرگز نہیں کہا جاسکتا، حالانکہ سب لوگ انہیں خلط ہی کہا کرتے ہیں۔

تخصیص محض شیخ الرئیس کی ہے

میرے مندرجہ بالا بیانات سے ظاہر ہے کہ

(۱) جملہ رطوبات بدن کو بلا تخصیص انحلاط کہا جاتا ہے۔ اس عام اصطلاح میں جملہ مقدمین کے ساتھ خود شیخ الرئیس کی ذات گرامی بھی شریک ہے۔

(۲) پھر شیخ الرئیس نے اس عام اصطلاح کے علاوہ، لفظ خلط کو ایک مخصوص معنی بخشا، اور اس کی تعریف میں غذا کے استحالہ کو اولاً کے ساتھ مقید کیا، جس سے رطوبات ثانیہ کا اخراج مقصود تھا۔

لیکن واضح رہے کہ یہ تخصیص محض شیخ الرئیس کی ہے، اور شیخ کی عظمت نے مابعد کی تالیفات میں اسے رائج و مشہر کر دیا۔ ورنہ ابوالطب بقسط، سلطان الاطباء جالینوس، ابوسہل مسیحی (مصنف کتاب المئۃ)، علی بن عباس (مصنف کامل الصناعۃ، الملکی)، ابوالحسن طبری (صاحب معالجات بقراطیہ)، سہل بن ربیع طبری (صاحب فردوس الحکمتہ) وغیرہ جیسے قدام کے اقوال میں — جہاں تک میں نے غور کیا ہے، اور جو میری نظر سے اب تک گزرے ہیں — کہیں بھی اولاً کی قید کا پتہ نہیں چلتا †

پہچیدگی کا اضافہ اور مخالطہ

علمی حیثیت سے میں نے اس مسئلہ پر غور کیا، اور مختلف علماء و فضلاء کے اقوال و مباحثات، اور استفسارات و جوابات پڑھے، تو میں بلادریغ، مگر افسوس کیساتھ اس امر کا اعتراف کرتا ہوں کہ ”استحالة اولیہ“ کی قید سے خلط کی تعریف اس قدر پیچیدہ اور غیر واضح ہو گئی ہے، کہ قانون کے شاہ مین گو صدیوں سے اس گتھی کو سلجھانا چاہتے ہیں مگر کسی علمی کوشش سے یہ سلجھنے میں

نہیں آتی۔ الغرض آؤں کی قید نے ایک صاف مسئلہ کو مورد شکوک و شبہات و محل اعتراضات بنا دیا۔

پھر بعد کے مؤلفین شیخ الرئیس کی برگزیدہ ہستی سے ایسے رعبوب ہو گئے کہ آنکھ بند کر کے ہر مؤلف نے خلط کی تعریف میں شیخ ہی کے الفاظ سر عنوان پر نقل کر دیئے، جس سے یہ سمجھا گیا کہ شاید خلط کے محض یہی معنی ہیں، اور خلط کا کوئی دوسرا مفہوم (مفہوم عام، جملہ رطوبات بدن) نہیں ہے، جو بالاختلاف ایک مسلم اور متفق علیہ مسئلہ آغا +

حاصل کلام یہ ہے کہ شیخ کی اس تخصیص و تقدیم نے اور اس کی تعریف نے خلط کے مفہوم عام کو بہت حد تک نیچے دبا دیا، حالانکہ اسے سر عنوان جلی حروف میں نمایاں ہونا چاہئے تھا۔

شیخ الرئیس اگر بحث اخلاط میں پہلے عام رطوبات بدن اور اخلاط کے مفہوم عام کو بیان کرتے، جیسا کہ ابو سہل مسیحی وغیرہ نے کیا ہے، اس کے بعد رطوبات اولیٰ اور رطوبات ثانیہ میں اس کی تقسیم کرتے، اور وہیں پر رطوبات اولیٰ کی وہ مخصوص تعریف کرتے، جو انہوں نے سر عنوان کیا ہے، تو شاید اس مسئلہ کی پیچیدگی بہت حد تک دور جاتی، اور بہت سے شبہات و رہیں ختم ہو جاتے۔

رطوبات بدن کے استحضار و تغیرات کا مسئلہ اتنا پیچیدہ اور نازک ہی کہ علم کیمیا کی موجودہ دقیقہ رسی بجائی نہ ختم نتیجہ پر آج تک نہیں پہونچی، اور اس گہرے سمندر کے پیراک بار بار حقیقت کی تہ تک پہونچنا چاہتے ہیں، مگر ہر ارادہ میں ہانپتے ہانپتے اپنی ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے ہار کر پٹھ بجاتے ہیں۔

اس لئے ظاہر ہے کہ اگر کسی جہاں تعریف استحالة و تغیر کے ذریعہ سے کی جائے، اور جس میں اول، دوم، سوم کے الفاظ استعمال کئے جائیں گے، تو گو اس شخص کا وجود روز روشن کی طرف واضح ہو، مگر اب آپ اس چیز کا پتہ ان الفاظ و عبارتوں سے چلانا چاہیں گے، تو ان کی تاریکیوں میں مستور ہو جائیگی۔

خون کا وجود بدیہی ہے، مگر اس کے تغیرات و استحالات ایک اتھاہ سمندر ہیں۔ اگر آپ خون کی تعریف میں اس کے استحالات بیان کرنے شروع کر دیں، تو ساری عمر خرچ کرنے پر بھی آپ کو اس میں، سوائے تھکا دینے والی حیرانی کے، کوئی خاطر خواہ کامیابی نہ ہوگی۔

مزید تفصیل و توضیح کے لئے باب استحالات کا ملاحظہ کیا جائے :

شارحین کی پریشانی شیخ کی تعریف میں :

شیخ کی اس تعریف سے جو پیچیدگیاں پیدا ہو گئی ہیں، ان میں سے بعض اقدار اہم ہیں، کہ صحیح معنوں میں کسی شارح سے سلجھائی نہ جاسکیں۔ مثال کے طور اس وقت میں ایک سوال پیش کرتا ہوں، جو شیخ کی اس تعریف پر کیا گیا ہے، اور جس کے جواب میں شارحین نے کتنے غوطے کھائے ہیں :

علامہ محمود آملی شارح قانون سوالات اور جوابات کا تسلسل قائم کرتے ہوئے چھٹا سوال اس طرح پیش کرتے ہیں :

(حوالہ ۲۸)

السادس ان بعض
الاخلاط يستحيل عن اخلاط
آخرى كالدم عن البغم
والسوداء المحترقة،
ولا يصدق عليهما ان
الغذاء استحال اليها
اولاً.

بعض اخلاط دوسرے اخلاط کے
استحالة سے حاصل ہو کر تے ہیں، مثلاً
خون بغم کے استحالة سے، اور سوداء محترقة
(دوسرے اخلاط کے استحالة سے) حاصل
ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اس قسم کی
دونوں غلطیوں پر (خون اور سوداء پر)
جو دوسرے اخلاط کے استحالة سے پیدا
ہوتے ہیں (یہ صادق نہیں آسکتا کہ غذا
ان کی طرف پہلے ہستیل ہوئی دیکو کہ اس
قسم کے اخلاط میں دراصل دوسرا استحالة واقع ہوا ہے)

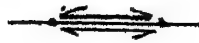
(منہجہ ۱۰۸ شرح قانون آملی)

اس سوال پر شارحین کی پریشانی کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اس اعتراض کے جواب میں علامہ علاؤ الدین شربشی کچھ کہتے ہیں، فاضل سبھی کچھ کہتے ہیں، اور محمود آملی کچھ اور کسی ایک بات پر قرار نہیں۔
پھر اگر غور و فکر میں انصاف سے کام لیا جائے، اور میدان تحقیق میں کسی شخصی عظمت سے فیصلہ کو متاثر نہ کیا جائے، تو شاید ان جوابات میں سے کسی ایک پر صاف نہ کیا جاسکے :

(۱) علامہ شربشی کی تاویل :

علامہ شربشی نے اُس اعتراض کا جواب اس طرح دیا ہے :
یہ شیخ کے قول میں اولاً کالفاظ، جو خلط کی تعریف میں استعمال کیا گیا ہے، اس کا مدعا یہ ہے کہ

۱۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ استحالہ اُسی وقت واقع ہو، جبکہ پہلے کسی اور جسم کی طرف استحالہ حقیقی واقع ہوئے، اور یہ سچ میں کوئی دوسرا استحالہ واسطہ بن سکے۔ چنانچہ وہ خون جو بلفم سے پیدا ہوتا ہے، اور وہ خلط محترق (سودا و احترق) جو کسی دوسری خلط کے احتراق سے حاصل ہوتی ہے، وہ اسی قسم کی ہے؛ کیونکہ اُس کے خلط ہونے میں، نہیں، بلکہ اُس کے خون اور خلط محترق ہونے میں یہ ضروری نہیں ہے کہ پہلے کسی دوسری خلط کی طرف اُس کا استحالہ ہوئے، (اور یہ سچ میں بلفم وغیرہ واسطہ بن سکے) جب ہی وہ خون یا خلط محترق بن سکے۔ (بلکہ بلا واسطہ، یعنی براہ راست بھی غذا سے خون اور خلط محترق (سودا و احترق) حاصل ہو سکتی ہے) ۴



حوالہ (۲۹)

قال القرشي، معنی قوله "اولاً" انه لا يجب ان يكون تلك الاستحالة بتوسط استحالة في الصورة الى جسم آخر، وحدث الدرع عن البلغم

نام کی لکھ کر دیکھو

والخلط المحترق عما احترق منه كذلك، فان
ذلك التوسط ليس بواجب في كون خلطاً، بل في
كونه دماً أو محترقاً، (صفحہ ۱۰۹ شرح آملی)

علامہ تشریحی کے اس جواب کا ماحصل یہ ہے کہ

خلط اُسے کہتے ہیں، جس کا حصول، غذا کے ابتدائی استحاله سے

مکمل ہو۔ بیچ میں کسی دوسرے استحاله کا واسطہ بننا ضروری نہ ہو۔

اس لئے ممکن ہے کہ وہ کبھی براہ راست، ابتدائی استحاله سے حاصل ہو جائے

اور کبھی بیچ میں دوسرے استحاله واسطہ بن جائے۔

چنانچہ وہ خون جو بلغم سے حاصل ہوگا، اور وہ سودا، احتراقی جو کسی دوسری

خلط کے تغیر و استحاله سے حاصل ہوگا، وہ اس تعریف کے لحاظ سے خلط ہی ہی۔

کیونکہ گو اس خاص صورت میں وہ براہ راست پہلے استحاله سے حاصل نہ ہوئی،

بلکہ بیچ میں ایک دوسرے استحاله واقع ہوا (جن سے وہ پہلے بلغم بنا، یا دوسری

سابق خلط بنی)، لیکن خون اور سودا، بلغم کے لئے اس واسطہ کا ہر صورت میں

ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ خون اور سودا براہ راست بھی، ابتدائی استحاله سے

حاصل ہو سکتے ہیں۔

اس کے برعکس رطوبت ثانیہ: لطف: طلال کے لئے یہ صورت کیسے طرح

اور کبھی بھی ممکن نہیں۔ — وہ کسی وقت بلا واسطہ اور براہ راست حاصل نہیں

ہو سکتی۔ جب کبھی وہ بیگی، تو اسی طرح بیگی کہ پہلے غذا، خون اور اخلاط خون

میں تبدیل ہو، اس کے بعد عروق کی دیواروں سے ان کا رس باہر مخرج

ہو، اور اعضاء کے رخنوں میں خون کا یہ رس جمع ہوئے۔

علامہ تشریحی کی تاویل میں بحث :

اس جواب کو علامہ محمود آملی نے ناپسند کیا ہے — فرماتے ہیں،

”یہ ایک بڑا گماریات ہے۔ خلطیت سے مراد سے لگاؤ نہیں۔ علاوہ ازیں الفاظ کا

جہاں تک تعلق ہے، وہ اُس مفہوم کا ساتھ نہیں دیتے، جو علامہ تشریحی نے بتایا ہے۔ اس لئے کہ ایسا کوئی لفظ موجود نہیں ہے، جو اس طرف اشارہ کر رہا ہو کہ ”وہاں اُس قسم کا اور ان صفات کا استحالہ مراد ہے۔“

حوالہ (۳۰)

وذلك امر زائد على الخطية، واللفظ
لا يساعده، اذ لا شئ يدل على ان المراد
استحالة بهذا الصفة. (مفہم ۱۰۹ شرح آلی)

اس جواب میں خیر ذاتی رائے کیا ہے ؟ وہ دوسرے جوابات کے ذیل میں آنے والی ہے :

(۲) شراح مسیحی کی تاویل :

مذکورہ بالا اعتراض کے جواب میں شراح مسیحی فرماتے ہیں :
”چونکہ وہاں خلط کی تعریف میں، استحالہ سے مراد صورت
نوعیہ کا انقلاب ہے، اس لئے یہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا، کیونکہ کوئی
غیر طبعی خلط (مثلاً سودا، احتراق) جو طبعی خلط سے پیدا ہو ا کرتی ہے، وہ اس
معنے سے نہیں پیدا ہو ا کرتی ہے (اُس میں استحالہ حقیقی واقع نہیں ہو ا کرتا ہو)؛
بلکہ اس معنے سے پیدا ہو ا کرتی ہے کہ محض اُن کی کیفیت میں تغیر واقع ہو ا کرتا ہے؛
جب یہ صورت ہے تو غذا سے اُس خلط کا استحالہ (خلط غیر طبعی کا استحالہ جو طبعی
خلط سے پیدا ہوتی ہے) احوال پہی ہوا، کیونکہ جوہری تغیر (استحالہ حقیقی)
وہاں صرف ایک ہی واقع ہوا ہے (اور محض کیفیت کا تغیر دوسرا استحالہ نہیں
کہلا سکتا)؛“

حوالہ (۳۱)

وقال المسيحي، اذا كان المراد بالاستحالة الانقلاب

فی الصورة، لا یرد هذا النقص، لان الخلط الغیر
الطبعی لیس تولده من الطبعی بهذا المعنی، بل
بمعنی التخییر فی کیفیتها، واذا کان كذلك فیکون
استحالة من الغذاء اولاً، لانه لیس هناك
تغیر فی الجوهر الا تغیراً واحداً (صفحہ ۱۰۹ شرح آملی)

مسیحی کی تاویل میں بحث :

اس جواب کو بھی محمود آملی نے پسند نہیں کیا — چنانچہ فرماتے ہیں :
” یہ جواب اگر پورا ہو، تو محض اُس خلط میں پورا ہوگا، جو اپنے آپ بگڑ جائے۔
اُس خلط میں یہ جواب پورا نہیں ہو سکتا، جو دوسری خلط میں تبدیل ہو جائے؛ کیونکہ
اس حالت میں جو ہری تغیر (استحالة حقیقی) واقع ہوا کرتا ہے“

حوالہ (۳۲)

وهذا ان تصرفی الخلط المتغیر بنفسه، لا فی خلط اصیر
خلطاً آخر، فانه یتغیر الجوهر۔ (صفحہ ۱۰۹ شرح آملی)

(۳) علامہ محمود آملی کی تاویل :

مذکورہ بالا اعتراض کے جواب میں شلج آملی نے جس جواب کو پسند کیا ہے،
وہ یہ ہے :

”خلط کی طرف غذا کے اولاً متیل ہونے“ سے مراد یہ ہے کہ خلط کی طرف
غذا کا استحالة فی الجسم اولاً ہو۔ اس تاویل سے سارے اغلاط (تعریف میں)

لہ فی الجملة، یعنی کسی وقت اور کسی صورت میں بھی غذا اُس خلط کی طرف اولاً
متیل ہو جائے، تو وہ فی الجسم استحالة اولیہ کہلا سکے گا۔ دائمی طور پر
اولاً ہونا ضروری نہیں۔

داخل ہو جاتے ہیں، کیونکہ کوئی خلط ایسی نہیں ہے، جس کے لئے یہ فیسر ممکن ہو کہ اُس کی طرف غذائی اجسامہ (کسی وقت) اولاً مستحیل نہ ہو، کیونکہ فیرطبیعی اخلاط میں سے جو خلط بھی فرض کی جائے، — خواہ اُس کے فیرطبیعی ہو جانے کی وجہ اُس کی کیفیت کا تغیر ہو، یا کسی دوسری خلط کی طرف اُس کا انقلاب — یہ ضرور ممکن ہو گا کہ کوئی غذا اپنی صورت نوعیہ کو اولاً چھوڑ کر اس خلط کی صورت نوعیہ اختیار کرے، لیکن رطوبت ثانیہ اس میں داخل نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ کوئی غذا اولاً رطوبت ثانیہ میں منقلب ہو جائے، یعنی اپنی صورت چھوڑ کر اُس کی صورت اختیار کرے۔ اس لئے کہ غذا جب تک رطوبت اولیٰ، یعنی خلط، کی طرف منقلب نہ ہوے، رطوبت ثانیہ کی طرف اُس کا انقلاب نہیں ہو سکتا۔

حوالہ (۳۳)

ان المراد من استحالة الغذاء اليه اولاً استحالة اليه اولاً في الجملة، فيدخل جميع الاخلاط، اذ لا خلط الا ويمكن ان يستحيل اليه الغذاء اولاً في جملة لان اى خلط فرض من الخير الطبعي، سواء كان خروجه عن الطبيعة بتغير كفيته، او بانقلابه خلطاً آخر، يمكن ان يخلع غذاء ما اولاً صورته ولبس صورته ذلك الخلط. ولا يرد الرطوبة الثانية فانه لا يمكن ان يستحيل اليها غذاء ما اولاً، بان يخلع صورته ولبس صورته، الا انه ما لم يستحيل الى الرطوبة الاولى، التي هي الخلط، لا يستحيل اليها.

(مفہد ۱۰۹، شرح آملی)

سوال و جواب پر تبصرہ

اس بحث کا تعلق مثلاً استحالات سے ہے، جس کے متعلق میں کئی بار بتا چکا ہوں کہ

تغییرات و استحالات کے بیچ درجہ معلومات، جو بدن انسان میں واقع ہوا کرتے ہیں، بہت حد تک اندھیرے میں ہیں، اور کسی مختتم اور یقینی نتیجہ تک علمی کاوشیں نہیں پہنچتی ہیں، اس لئے یہ سارے جوابات غیر یقینی اور غیر واضح ہیں۔

علاوہ ازیں آکے ابوہل مسیحی کا ایک قول پیش کرونگا کہ غذا میں حقیقی استحالات مٹنے اور معدہ و انعاء میں واقع ہو جاتے ہیں، جس کی تائید طب جدید کی حالیہ تحقیقات بھی کرتی ہیں۔

نیز یہ دعوے کہ — ”خلط، خواہ طبعی ہو یا غیر طبعی، اور خواہ کوئی بھی ہو، ہر حال یہ ممکن ہے کہ غذا اس کی طرف اولاً مستحیل ہو، — اور یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ کوئی غذا اولاً رطوبت ثانیہ میں منقاب ہو جائے — بہت کچھ غور طلب اور محتاج دلیل ہے بحالت موجودہ یہ ایک سادہ دعوے ہے، جس کی دلیل کی طرف نہ علامہ تشریشی نے توجہ کی ہے، اور نہ علامہ محمود علی نے۔

آخری رائے:

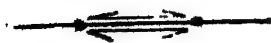
اس مسئلہ میں مدتِ دراز تک غور و فکر کرنے کے بعد میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں، وہ یہ ہے کہ:

(۱) اس بارہ میں بہترین اور صاف مسلک وہ ہے، جو ابوہل مسیحی نے اختیار کیا۔

(۲) خلط کی تعریف سے اولاً کی قید حذف کر دی جائے، اور قدامت کے اصول پر جملہ رطوبات بدن کو خلط کہا جائے۔

(۳) رطوبات اولیٰ اور رطوبات ثانیہ کے درمیان فرق و امتیاز پیدا کرنے

کے لئے محل و موقع کی قید کا اضافہ کر دیا جائے، یعنی ”رطوبات اولیٰ“ باقی العروق کا نام قرار دیا جائے، اور فصل اعضاء کی رطوبات ”رطوبات ثانیہ“ کے نام سے پکاری جائیں۔



باب (۵)

اخلاط کی تقسیم

جماعت بندی کا اصول

مسئلہ اخلاط کے سلسلہ کی پچھلی کڑیوں میں، جو گزشتہ ابواب میں گزر چکی ہیں، محض خلط کے مفہوم اور اس کی تعریف سے بحث کی گئی ہے، اور قدماء کے غیر مبہم تصدیقات سے ثابت کیا گیا ہے کہ کائنات بدن کی سید گانہ موجودات میں سے ”خلط“ ایک ایسی بدیہی اور غریباں حقیقت کا نام ہے، جس کے وجود سے کوئی بشری طاقت انکار و تردید کی جرات نہیں کر سکتی، اور کسی زبان سے اب یہ نکلنا آسان نہیں کہ —

”عالم اصغر، یعنی انسان کے جسم، میں اخلاط کا کوئی وجود نہیں، اور اخلاط کی حقیقت محض قیاس و تخمین اور تکلمی دلائل کی رہین منت، اور غالباً تخیل کی پیداوار ہے۔“

— اور یہ کہ

”خون میں اخلاط کا وجود کسی طور پر ثابت نہیں کیا جاسکتا۔“

اب میں علم الاخلاط کے سب سے اہم مسئلہ — تقسیم اخلاط — کو شروع کرتا ہوں، جو دراصل اس علمی بحث کا سب سے زیادہ دشوار گزار مرحلہ ہے، اور جس کے عبور کرنے کے بعد دوسرے بہت سے مراحل آسان ہو جاتے ہیں *۔

تقسیم اخلاط کی بنیاد استقراء

مذکورہ ابواب سے یہ پورے طور پر عیاں ہو چکا ہے کہ

۱۔ متقدمین نے بدن کی تمام رطوبتوں کو، بلا تخصیص و تعیین، جو سیال

صورت میں، اندرون بدن کی رگوں، نالیوں، جوقوں، رخوں، خلاؤں، اور

فضاؤں کے اندر پائی جاتی ہیں، اخلاط کا لقب بخشا ہے؛

اسی طرح یہ بھی ایک بدیہی حقیقت ہے، جس کو دلائل و براہین سے مرصع کرنے کی ضرورت نہیں کہ

۲۔ بدن کے اندر یہ سیال قسم کی چیزیں مختلف مقامات اور مختلف حالات

میں مختلف رنگ و صفت میں جلوہ گر ہو کرتی ہیں، جو مختلف اصطلاحات اور

خاص خاص ناموں سے یاد کی جاتی ہیں؛

یعنی — کہیں یہ زرد نظر آتی ہیں، اور ان کا لقب صفراء (پست،

بال) ہوتا ہے، تو دوسرے مقام پر سفید صورت میں دکھائی دیتی ہیں، اور

ان کو طبی اصطلاح میں بلغم (علم، میو کس) کا خطاب عطا کیا جاتا ہے۔

کہیں اگر یہ سرخ رنگ میں اوجھلتی اور کودتی پھرتی اور جگہ جگہ خونخیز منظر

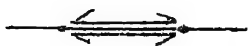
پیش کرتی ہیں، تو کہیں یہ کالے رنگ میں جامد و ساکن ہو کر مہرطان

و سفیروس (کین سر، اس کے رس) جیسے موذی، خبیث، اور پتھر بی

اورام (آخڑا و صلبہ سوداویہ، تحجیر و صلابات) میں

اپنی سیاہی کی جھلک دکھاتیں، اور سفید اقوام کے جسد سین پر حبشی و سودانی

تسم کے یہ مناد بھتے ڈال کر اپنے ”وجود سواد انگیز“ کا اقرار منکرین کی زبانوں سے کراتی ہیں۔



اس وقت میں اس امر پر گفتگو کرنی چاہتا ہوں کہ ”بدن کی انواع و اقسام کی ان رطوبات کی تقسیم اور جماعت بندی بقراط و جالینوس جیسے محققین نے کس اصول پر کی ہے؟“ کیا یہ سارا ایک محض قیاس و تخیل کے ہوائی پایہ پر یا نہ ہسکتا زمین و آسمان کے درمیان آدھر لٹکا دیا گیا ہے؟ — یا اس کی بنیاد تجربات و مشاہدات کی سنگین چٹانوں پر استواری کے ساتھ قائم ہے۔ میں نے طب قدیم کے اس بنیادی مسئلہ پر اپنے دماغ کو فنی عصبیت اور بہتر قسم کی قید و بند سے آزاد کر کے، غور کیا، اور علم الاخلاط کے کونہ کونہ کو میں نے چھان مارا، مگر ان لوگوں کی تائید اس علم کے کسی گوشہ سے نہ مل سکی، جن کا خیال ہے کہ

”اخلاط کا تعدد کٹلیجی (Liquor) پر مبنی، اور ان کی تقسیم محض تخیل کی پیداوار ہے، اور بنیادین طب قدیم نے صرف قیاسی انداز کے رطوبات بدن کو چار مان لیا ہے“

بلکہ جہاں تک میں نے علمی حیثیت سے اس علمی مشاہدہ کی چھان بین کی، اور اخلاط کی اربعیت کی ٹوہ لگائی، تو سر اسرار کے خلاف نتائج برآمد ہوئے، حتیٰ کہ ”ملا نفیس“ جیسے استدلال پسند منطقی کی زبان سے بھی اس موقع پر یہی ندا اٹھی ”حق برآمد ہوئی، کہ“

”اخلاط بدن کا تعدد، اور چار گروہوں میں اس کی جماعت بندی کی صحیح ترین دلیل استقرار ہے۔“

استقراء امور: ان امور کے حالات اور
خواص معلوم کرنے کی جستجو (منجد)

استقراء الامور: تتبعها
لمعرفة احوالها وخواصها
(منجد)

استقراء کے معنی تلاش و جستجو کے ہیں۔ جو کسی شئی کے خواص اور حالات معلوم کرنے کے لئے کی جائے۔ اسی کو دوسری اصطلاح میں مشاہدہ کا تجربہ کہا جاتا ہے۔

علامہ نفیس:

علامہ نفیس، شراح موجز القانون، اپنی مشہور تالیف ”نفیسی“ میں فرماتے ہیں: —

حوالہ (۲۲)

وَالشَّاهِدُ الْاِخْلَاقُ (۳) اخلاق

امور طبیعیہ میں سے (یعنی بدن کی کل کائنات میں سے) تیسری چیز اخلاق ہیں۔ جو تعداد میں چار ہیں { اخلاط کے چار ہونے کے دلائل اگرچہ متعدد ہیں مگر صحیح ترین دلیل استقراء (تلاش و جستجو) ہے۔ (جس)۔ سری اصطلاح میں تجربہ و مشاہدہ کہا جاتا ہے }

روحی اربعۃ { بدل علی ذلک وجوہ: احدھا الاستقراء وَهُوَ الْأَصَحُّ }

علامہ علی حسین گیلانی:

علی ہذا علامہ علی حسین گیلانی، شراح قانون، اسی قسم کے موصوفہ فرماتے ہیں: —

حوالہ (۳۵)

اخلاط کے چار ہونے کی بہترین دلیل مشاہدہ ہے۔

وَأَجْوَدُ مَا يَدُلُّ عَلَى كَوْنِ الْاِخْلَاقِ

اَدْبَعَةُ ” الْمَشَاهِدَةُ “ (شرح قانون ” جامع الشرحین “ صفحہ ۱۱۵)

علامہ محمود آملی :

اسی طرح علامہ محمد بن ، محمود آملی ، شارح قانون ، اسی موقع پر لکھتے ہیں :

(حوالہ ۳۶)

وَدَلِيلٌ اِنْحِصَارِهَا
فِي اَدْبَعَةِ الْاِسْتِقْرَاءِ

چار گروہ میں اخلاط کے منحصر ہونے کی دلیل
استقراء (تلاش و تجربہ) ہے ۔

اس مقام پر یہ بتانا بے محل نہیں ہے کہ اگر طب قدیم کی اصل دنیا و مشاہدہ و تجربہ کی بجائے ، قیاس و عقلی استدلال پر رکھی گئی ہوتی ، جیسا کہ الزام لگانے والوں نے غلطی سے سمجھا ہے ، تو مسئلہ اخلاط میں بھی ، جو طب یونانی کا اسکا مسئلہ ہے ، یہ یوفین و صنفین استقراء ، مشاہدہ ، اور تجربہ جیسے الفاظ کی بجائے ، یہ لکھنا زیادہ موزوں سمجھتے کہ

” اخلاط کے چار ہونے کی بہترین دلیل فلاں عقلی قیاس ہے ، جو سریرِ آرائے تخیل ، ابوالطب بقراط کے داغ خیال آفرین کا ترتیب دیا ہوا ہے “

اخلاط کی جماعت بندی کس اصول کے تحت کی گئی ہے

اس اہم عنوان کی ترجمانی یہ ہے کہ : جب اربابِ فن نے ، فن کے ابتدائی دورِ تکوین و مدوین میں ، علمِ طب کے بھرے ہوئے شیرازے اور پریشان اجزاء کو ، بصورتِ علم ، ابوابِ فصول میں مرتب و مہذب کرنے کا ارادہ کیا ، اُس وقت انہیں دیگر ضروریات کے ساتھ یہ ضرورت بھی داعی ہوئی کہ کائنات بدن کو ، جن سے انسان کی ہستی قائم ہے

منصہ شہود میں جلوہ افروز ہوئی ہے، اور جن کا دوسرا نام اہود و طبیعیہ ہے، ایک ایک کمرے کے جدا جدا بابوں میں لکھا جائے۔۔۔ اسی ذیل میں انہیں یہ ضرورت بھی محسوس ہوئی کہ ایک باب ”اخلاط بدن“ کے لئے مخصوص کر دیا جائے، جس میں جسم کی محض سیال قسم کی چیزوں سے بحث کی جائے۔ اس نظر سے جب دودر آؤں گے محققین (مثلاً ابقراط و جالینوس جیسے ائمہ فہن) نے بدن انسان کو اندر باہر سے بہ امعان، اور آزادی فکر کے ساتھ دیکھا۔ اور انہیں آنکھوں سے دیکھا، جن سے دیکھنے کا نام معترضین کے نزدیک بھی مشاہدہ کا ہے۔ تو انہیں داخلی و خارجی رطوبات کے غیر محدود یعنی مشاہدات کے بعد اندازہ ہوا کہ کائنات بدن میں سیال قسم کی چیزیں بے شمار ہیں، جن کو فرداً فرداً، بلا کسی ترتیب اور جماعت بندی کے، ذکر کرنا ”پراگندہ بیانی“ کے مترادف ہو گا۔ اس قباحت سے بچنے کے لئے ان مفکرین کے دماغوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان ”بے شمار اقسام رطوبات“ کو پہلے چند بڑے گروہوں میں بانٹ دیا جائے، اور اس طرح ان کو مختلف جماعتوں میں تقسیم کر کے ان کے لئے چند بڑے بڑے عنوانات قائم کر دیے جائیں۔ پھر ان کی ذیلی اور چھوٹی چھوٹی قسموں کو انہیں علی عنوانات کے تحت درج کر دیا جائے۔

رطوبات کا رنگ جماعت بندی کا ذریعہ قرار پایا

بانیان طب قدیم کے اس انقطاعی فیصلہ کے بعد، کہ رطوبات بدن کی جماعت بندی ضروری ہے، قدرتا یہ سوال داغ گیر ہوا کہ اخلاط کی جماعت بندی کس اصول کے ماتحت کی جائے، اور رطوبات بدن کی تقسیم کا ذریعہ کس چیز کو قرار دیا جائے؟

اس سوال کا جواب متقدمین کے دماغوں میں یہ پیدا ہوا کہ ”اس تقسیم کا ذریعہ مادہ کی ایک طبعی اور نمایاں

مختصہ خصوصیات — رنگ — کو تیار دیا جائے،

جس میں بدن کی ہر رطوبت بلا تفریق، بہ انیاز خاص، بلبوس نظر آتی ہے۔

المنفرض جب رنگت فٹائے تقسیم قرار پایا، تو مقدمین کے استقرار نے بدن کی ساری رطوبتوں کو، بلحاظ رنگ، چار بڑے خانوں میں منقسم کر دیا: سرخ — زرد — نیلا، یا، سیاہ — سفید، یا، بے رنگ۔

اس طرح بدن کی ساری رطوبتیں چار بڑے گروہوں میں منقسم ہو گئیں:۔

(۱) خِلط أَحْمَر، یعنی سرخ رنگ کی رطوبت، جس کا دوسرا نام خون ہے۔

(۲) خِلط أَصْفَر، یعنی زرد رنگ کی رطوبت، جس کا اصطلاحی نام اسی

زردی کی مناسبت سے صَفْرَاء ہے۔ (صَفْرَاء اور أَصْفَر کے معنی زرد کے ہیں) +

(۳) خِلط أَسْوَد، یعنی سیاہ رنگ کی رطوبت، جس میں نیلے رنگ کی

رطوبتوں کو قدامتے شامل کیا ہے۔ اس کا اصطلاحی نام بھی اسی سیاہی کی مناسبت سے سَوْدَاء ہے۔ (سَوْدَاء اور أَسْوَد کے معنی "سیاہ"

کے ہیں، اور لغت عرب میں نیلے کو بھی سیاہ میں داخل کیا جاتا ہے) +

(۴) خِلط أَبْيَض، یعنی سفید رنگ کی رطوبت، خواہ وہ دودھ کی

طرح سفید ہو، یا پانی کی طرح بے رنگ، اس کا اصطلاحی نام بَلْخَم ہے +



اگر بدن کے اندر نیلی، پیلی، لال اور اُجلی قسم کی رطوبتیں موجود ہوں،

اور قدرت کی عطا کی ہوئی ان آنکھوں سے ہم انہیں دیکھیں، تو اس میں کون

سی علمی قباحت ہے کہ ان چار رنگ کے سیالات کو، بلحاظ لباس ظاہر (رنگ)

چار ناموں سے نہ پکارا جائے۔

کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ سائنس کا کوئی فتوے، کسی زمانہ میں اس کے

خلافت صادر ہو چکا ہے، جس سے اس قسم کی تقسیم علمی حیثیت سے ناجائز

قرار دی جاسکے؟

کیا مادہ کئی طبعی خصوصیات میں "رنگت" ایک نمایاں خصوصیت

نہیں ہے، اور کیا کسی چیز کی تقسیم کے لئے کسی ”نمایاں خصوصیت“ کو ذریعہ قرار دینا موزوں نہیں؟ — اگر یہ انسب اور موزوں تر ہے، تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ رطوبات بدن کی اس تقسیم کو ناقابل تسلیم اور علمی حدود سے خارج قرار دیا جائے۔

اقوام عالم کی تقسیم رنگ کے لحاظ سے

دنیا کی ساری قومیں چار گروہ میں منقسم ہیں :

- (۱) گودی قومیں، مثلاً اکثر باشندگان یورپ۔
- (۲) حالی قومیں، مثلاً باشندگان حبشہ، سوداں، بیشتر اقالیم افریقہ۔
- (۳) زرد قومیں، مثلاً باشندگان چین و جاپان۔
- (۴) سُرخ قومیں، مثلاً باشندگان ترکستان و افغانستان۔

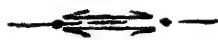
کیا اقوام عالم کی یہ تقسیم رنگ کے لحاظ سے نہیں ہے؟ اور کیا یہ تقسیم کسی قانون علم و حکمت سے، ناجائز بتائی جاسکتی ہے؟ جب قوموں کی تقسیم رنگت کے لحاظ سے کی جاسکتی ہے، تو ہمیں بھی اجازت دی جائے کہ رطوبات بدن کی تقسیم رنگ کے لحاظ سے کر سکیں۔ اگر ایسا کیا گیا، اور رطوبات بدن کی اس تقسیم کو جائز قرار دیدیا گیا، تو اب ہمارے لئے اخلاط کو چار تسلیم کرانے میں کوئی دشواری باقی نہیں رہی۔

کیا بدن میں چاروں رنگ کی رطوبات موجود ہیں؟

اب آپ کو سوال کرنے کا یہ حق حاصل ہے کہ

”کیا بدن کے اندر، صحت و مرض میں، چاروں قسم کی رطوبتیں ثابت کی جاسکتی ہیں؟ اور کیا صحت و یقین کے ساتھ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ مقدمین کی دقیقہ رس آنکھوں کے سامنے نیلی، پیلی، لال، اور اُجلی چاروں رنگ کی

رطوبتیں، مشاہدہ کے طور پر آگئی تھیں۔
 اس کا جواب، اور بہت مختصر جواب ہے، کہ ”ہاں“۔ اور پورے اعتماد
 کے ساتھ ”ہاں“۔ اس میں کوئی شک نہیں، کہ متقدمین نے اپنی آنکھوں سے
 چاروں رنگ کی رطوبات کو دیکھا ہے۔ اس زمانہ میں دیکھا گیا ہے، اور ہر زمانہ
 میں دیکھا جاسکتا ہے۔ ہم بھی دیکھ سکتے ہیں، اور تم بھی نہ دیکھ سکتے ہو۔
 شاید تم دیکھ چکے ہو، دیکھا کرتے ہو، اور ہمیشہ دیکھا کر دو گے۔



درمیانی رنگ کی رطوبت جو مذکورہ الوان کی آمیزش سے حاصل ہوتی ہیں سُّؤال :

اس مقام میں اب یہ سُّؤال پیدا ہو سکتا ہے کہ :
 ”مذکورہ چاروں اُلوان کی باہرسم آمیزش، اور رنگین دبے رنگ رطوبات
 معدودہ کے کم و بیش تناسبِ اخلاط سے — اور اندرونی و بیرونی استحالات
 و تغیرات کے نتیجہ میں — درمیانی درجات کی مختلف رنگتیں، اور ہلکی اور بھاری
 کم و بیش، رنگ کی مختلف رطوبتیں پیدا ہو سکتی ہیں، مثلاً سبز، پستی، پیازی،
 بھوری، وغیرہ، کیا ایسی رطوبتیں دُورِ اول کے مؤسین فنن کی نظروں سے
 گزریں؟ — اور اگر ایسی رطوبتیں ان کے مشاہدہ میں آئیں، تو ان کو آنکھوں
 کے چاروں مشہور رنگین خانوں میں سے کس خانہ میں جگہ دی گئی، اور کس اصول
 سے؟ — یا ایسے متفرقات کے لئے علمِ الاخلاط کے کھاتہ میں کوئی ایک محل
 قائم کی گئی؟

جواب :

منتقدین کے بیانات بغور پڑھئے، اور علم الاطلاط کے ذخیرہ معلومات کے اٹٹے پلٹے سے پتہ چلتا ہے کہ اس سوال کو قدمائے فن نے کافی اہمیت دی ہے، اور اس کے حل کرنے میں، امکانی حد تک، بڑی دقیقہ رسی اور غایت تحقیق سے کام لیا ہے۔

چنانچہ اگر دقت نظر سے غور کیا جائے، تو اصل حقیقت بھی یہی ظاہر ہوگی کہ ایسے وسائل اور درمیانی درجہ کی چیزیں ہیں، جہاں امتیازی حدود قریب آکر باہم متواصل ہو جاتے، اور نشانات فرقی و تمیز ہر سہم آغوش ہو کر باہم مدغم ہو جاتے ہیں، خط انفصال پیدا کرنا اس کو تہ پر واز عقل انسانی کے لئے عبوسا دشوار ہوا کرتا ہے +

ہر شخص پر یہ روشن ہے کہ دھوپ اور سایہ میں تمیز کرنا سہل ہے، لیکن نور و ظلمت کے یہ دونوں نمایندے جہاں آکر ملتے ہیں، وہاں ایک حقیقی نقطہ انفصال (نقطہ تقلیدی) کا کیچ دینا اتنا آسان نہیں ہے، جتنا کہ باوی النفر میں اکثر لوگ اندازہ قائم کیا کرتے ہیں۔

گدھے اور گھوڑے — اور گنے اور بانس — جیسی دو حیوانی و نباتی نسلوں میں امتیاز کرنا دشوار نہیں ہے، مگر ان دونوں نسلوں کی باہمی آمیزش و پیوند سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں، ان کو گھوڑا یا گدھا کہنا — یا گنے یا بانس کے خانہ میں بلا تعلق داخل کر دینا آسان نہیں +

ایسی درمیانی درجہ کی رطوبات کو متقدمین نے اگرچہ انہیں چار خانوں میں سے کسی ایک خانہ میں داخل کیا ہے؛ مگر، جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں، اس میں انہوں نے کافی غور و فکر سے کام لیا ہے، اور کسی ایک خانہ میں داخل کرنے سے پہلے، اطمینان کے ساتھ رجحان و ترجیح تلاش کرنے کی سعی کی ہے۔

مثلاً سبز رنگ کی کوئی رطوبت اگر سامنے آگئی، اور یہ سوال پیدا ہوا کہ: ”چونکہ سبزی دراصل زرد اور نیلے، دو رنگوں کی آمیزش سے حاصل ہو کر تھی ہے، اس لئے کسی سبز رطوبت کو ”زرد سرنگ کے خانہ“ میں رکھا جائے، جہاں صفراء رہتا ہے، یا ”نیلے سرنگ کے خانہ“ میں، جہاں سوداء قیام پذیر ہے۔“

تو اس سوال کا تفصیلی جواب یہ ہے کہ ایسی مرکب رنگ کی خلط کہ اپنے زرد و جنہ و لون کی وجہ سے جس طرح صفراء کے خانہ (زرد خانہ) میں داخل ہونے کا استحقاق حاصل ہے، اسی طرح دوسرے سیاہ جنہ و لون کی وجہ سے اسے سوداء کے خانہ (تاریک خانہ) میں گھسنے کا بھی حق ہے۔



ایسے پیچیدہ اور نازک مواقع پر فیصلہ کی نزاکت کا انحصار قدما و فن نے اس امر پر رکھا ہے کہ دیگر متعلقہ خصوصیات اگر اس جانب مائل و مرجح ثابت ہوتی ہیں کہ اُسے صفراء کے خانہ میں جگہ دی جائے، تو اُسے صفراء کے ذیل میں داخل کر دیا جاتا ہے؛ اور اگر اُس کی طبعی خصوصیات سوداء کی طرف زیادہ مائل نظر آتی ہیں، تو اُسے سوداء کے ظلمت کدہ میں بند کر دیا جاتا ہے۔

مرکب اخلاط میں غلبہ لون کو ترجیح

چونکہ قدما نے اخلاط بدن کی جماعت بندی میں ان کے ”رنگ“ کو ذریعہ تقسیم قرار دیا ہے، اس لئے ایسی مشتبہ صورتوں میں، جن میں دو خلطیں ملی ہوئی ہوں، اور یہ سوال درپیش ہو کہ انہیں کس خلط کے خائیں رکھا جائے، ظاہری رنگ کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے، اور اسی ”نمایاں رنگ“ کو وجہ ترجیح قرار دیکر اس مشتبہ خلط کو، اس کے رنگ کے متناسب خلط کے خانہ میں داخل کر دیا گیا ہے، خواہ مقدار کے لحاظ سے اس مرکب میں کسی دوسری خلط اخلاط کا غلبہ ہو۔

مثال :

مثلاً بلغم کی ایک بڑی مقدار کے ساتھ اگر تھوڑا سا صفراء مخلوط ہو جائے، تو چونکہ بلغم سفید رنگ کی رطوبت ہے، اس لئے اس کو رنگین کر دینے کے لئے صفراء کی تھوڑی سی مقدار بھی کافی ہوگی، اور دونوں کا مجموعہ بجائے سفید ہونے کے زرد ہو جائیگا۔ الغرض صفراء کی آمیزش سے ظاہری طور پر بلغم کا رنگ (سفیدی) باوجود کثرت مقدار کے چھپ جائیگا، اور صفراء کا رنگ باوجود قلت مقدار کے نمایاں ہو جائیگا، اس لئے، حسب فتوئے سلف، اس کو صفراء کے خانہ میں درج کر دیا جائیگا۔

رنگ کے تغیر سے خلط کے نام کا بدل جانا

علامہ میں کا قول (مرہ صفراء اور صفراء محمیه) :

اسی عقدہ کو علامہ نفیس نے سوال و جواب کی شکل میں حل کیا ہے، جس سے دیدہ ہوشمند میں مسئلہ اخلاط کی صرف یہی ایک انفرادی گنتی نہیں سمجھتی، بلکہ اس سے اخلاط کی جماعت بندی کے اصول پر بھی ایک تیز روشنی پڑ جاتی ہے۔ — فرماتے ہیں :

حوالہ (۳۷)

سوال :-

اگر کہا جائے کہ بلغم کا رنگ گاہے دوسری آمیزشوں سے بدل جایا کرتا ہے (پھر یہ کیونکہ صحیح ہے کہ بلغم کی ساری قسمیں سفید ہی ہیں) ؟

فَإِنْ قِيلَ : قَدْ يَتَغَيَّرُ
الْبَلْغَمُ فِي لَوْنِهِ بِمَا
يَخْلُطُ بِهِ .

جواب :-

أَجِيبَ بِأَنَّ الْمُتَغَيَّرَ
فِي اللَّوْنِ يُعَدُّ مِنْ أَقْسَامِ
الْمُخَالِطِ، لِأَنَّ مِنْ أَقْسَامِ
الْبَلْغَمِ، وَلِذَا لَكَ يُعَدُّ
الصَّفْرَاءُ الْمُحْيِيَّةُ
وَالْمَيِّتَةُ الصَّفْرَاءُ مِنْ
أَقْسَامِ الصَّفْرَاءِ، وَإِنْ
كَانَ الْبَلْغَمُ فِي كُلِّهِمَا
أَكْثَرَ، لِأَنَّ الشَّيْءَ إِذَا
يُنْسَبُ إِلَى مَا هُوَ غَالِبٌ
عَلَيْهِ فِي الْحِسِّ :

(کلیات نفیسی مع ترجمہ، صفحہ ۹۳)

اس کا جواب اس طرح دیا جاتا ہے کہ
جب کسی خلط کی آمیزش سے بلغم کا رنگ
بدل جاتا ہے، تو اسے اسی خلط کے اقسام
میں شمار کیا جاتا ہے، جس نے ملکر رنگ کو
تبدیل کر دیا ہے، نہ کہ بلغم کے اقسام میں۔
یہی وجہ ہے کہ صفراء محیہ اور قرۃ صفراء
کو صفراء کے اقسام میں شمار کیا جاتا
ہے، اگرچہ ان دونوں میں صفراء کی
نسبت، بلغم کی مقدار زیادہ ہو اگر قتی
ہے؛ کیونکہ (یہ ایک اصول ہے کہ چیزوں
کو کسی طرف منسوب کرنے میں یہ دیکھا
جاتا ہے، کہ اُس میں نمایاں طور پر کیا
غالب ہے) جو چیز نمایاں طور پر اُس
میں غالب نظر آتی ہے، اُسی طرف
اُسے منسوب کر دیا جاتا ہے :

تَغْيِيرُ لَوْنٍ کی اہمیت

اسی سلسلہ میں یہ بتا دینا بھی مناسب ہے کہ قدماے فن نے علم الاخلاط میں
کافی اہمیت اور تفصیل سے اس مسئلہ کو بیان کیا ہے کہ :-
(۱) استحالہ و تغیر کے نتیجہ میں جس طرح کسی خلط کے ذاتی خواص، کم و بیش،
تبدیل ہو جایا کرتے ہیں، اسی طرح اکثر اوقات اس کا اصلی رنگ بھی تبدیل ہو جایا کرتا ہے :

(۲) یہ بھی ایک اصول کلی ہے کہ جب کسی خلط کا اصلی رنگ استحالہ و تغیر کے بعد تبدیل ہو جاتا، اور وہ خلط کسی دوسری خلط کے رنگ میں رنگ جاتی ہے، تو اس وقت اس کا اصلی نام بھی بدل جاتا ہے، اور اسے اُسی خلط کا نام مل جاتا ہے، جس خلط کے رنگ میں وہ رنگ گئی ہے ۛ

مثلاً — صفراء کا ذاتی رنگ، اگر کسی استحالہ و تغیر کے بعد، زردی ہی سیاہی میں تبدیل ہو جائے، تو اس وقت اس کا نام صفراء کی بجائے ”سوداء“ ہو جائیگا، اور اس سے جو امراض و عوارض پیدا ہونگے، وہ سوداء کی طرف منسوب ہو کر امراض سوداویہ، و عوارض سوداویہ کہلائینگے، مثلاً یرقان سیاہ جس کو باشندگان سندھ کے مخصوص رنگ کی طرف نسبت دیکر یرقان سندھی بھی کہا جاتا ہے، اور جس میں جلد کا رنگ بجائے زرد ہونے کے ”سیاہ“ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خون کا طبعی رنگ استحالہ و تغیر کے نتیجہ میں اگر سرخی سے ”سیاہی“ میں تبدیل ہو جائے، تو اس سیاہ چیز کا نام اب خون نہ رہیگا، بلکہ اس کی لاحقہ سیہ روئی اس کی سابقہ سرخ روئی کے ساتھ اس کے قدیم مرغوب نام کو بھی چھین لیگی، اور اس کی ظاہری ”سیہ فامی“ کی وجہ سے اس کا نام اب سوداء (سیاہ) ہو جائیگا ۛ

اخلاط کی تمام خصوصیات کا مقابلہ رنگ

مذکورہ بالا بیان کا ماحصل یہ ہے کہ قدمات نے ہر خلط کے متعلق چند خصوصیات

لہ یرقان سندھی : اس امر کی ذمہ داری نام رکھنے والے قدمات پر عائد ہوتی ہے، کہ انہوں نے خاص طور پر باشندگان سندھ کو اس نام کے لئے کیوں منتخب کیا۔ سندھی حضرات کی خفگی میری طرف مائل نہ ہونی چاہئے۔

بیان کی ہیں، مثلاً:

بلغم کی خصوصیات میں بتایا جاتا ہے کہ:

(۱) اس کا رنگ سفید ہوتا ہے۔

(۲) یہ بے بو ہوتا ہے۔

(۳) اس کا مزہ پھیکا، یا اس میں قدرے مٹھاس ہوتی ہے۔

(۴) اس کے قوام میں ایک مخصوص حد تک لزجیت (لیس) پائی جاتی ہے۔

(۵) اس کا مزاج بارد و رطب ہوتا ہے۔

اسی طرح خون، صفراء، اور سودا، کا حال ہے۔ یعنی ہر ایک کے متعلق

طب قدیم کی ہر کتاب میں چند طبعی خصوصیات یقیناً لکھی جاتی ہیں۔

نیز متقدمین کی تصریحات سے یہ بھی ثابت ہے کہ:

ان تمام خصوصیات میں تبدیلی واقع ہو سکتی ہے، دراصل لیکہ اُس خلط کا

وہی قدیم نام قائم رہیگا، لیکن اگر اُس خلط کی رنگت میں اس قسم

کی تبدیلی آگئی کہ اپنے حدود سے نکل کر دوسری خلط کی حد میں داخل ہو گئی،

تو اب اُس خلط کا قدیم نام ہرگز قائم نہ رہیگا۔ چنانچہ

(۱) بلغم (بلغم ہونے کی حالت میں) متعفن اور بد بو دار ہو سکتا ہے،

(۲) یہ مزہ میں ترشش، نکلین وغیرہ بھی ہو سکتا ہے۔

(۳) اس کا قوام بھی بدل سکتا ہے۔

(۴) اس کا مزاج بھی حار یا بلس ہو سکتا ہے۔

یعنی ان تمام تغیرات کے باوجود اُس کا نام بلغم ہی رہیگا،

مگر یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ وہ بلغم ہونے کی حالت میں زرد یا سیاہ،

یا سرخ ہو جائے، اور اُس کا نام تبدیل نہ ہو۔

مثلاً بلغم گرجاچی میں قوام بہت زیادہ گاڑھا ہو جاتا ہے، اور بلغم مائی میں

اعتدال سے زیادہ رقت آ جاتی ہے۔

سکھ چنانچہ شیخ الرئیس نے حیات قانون میں لکھا ہے کہ بلغم کے تھن سے گاہے تپ محسوس جیسی

گرم خشک بیماریاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

چنانچہ جب وہ اپنے اصلی رنگ (سفیدی) کو چھوڑ کر سُرخ ہو جائیگا، تو اب وہ اخلاط چہارگانہ کے چار خانوں میں سے سرخ خانہ میں داخل ہو جائیگا، جس کا نام طب قدیم کی اصطلاح میں خلط احمر ہے، اور جس کو خون کہا جاتا ہے۔

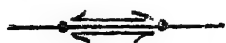
اسی طرح جب وہ سفیدی سے سیاہی اختیار کر لیگا، تو اب اخلاط اربعہ کے تاریک خانہ میں داخل ہو جائیگا، جس کا نام خلط اسود اور سودا ہے، جیسا کہ آگے (بحث استحالات میں) بتایا جائیگا کہ گاہے سودا و جب خیال قدما، و بلغم کے تغیرات و استحالات (احتراق) سے بھی پیدا ہوا کرتا ہے۔ الغرض ہر خلط کی تمام خصوصیات میں محض رنگ ہی کو یہ اہمیت حاصل ہے کہ اس کی تبدیلی سے خلط کا نام بدل جاتا، اور اپنے خانہ کو چھوڑ کر دوسری خلط کے خانہ میں داخل ہو جاتی ہے۔

اس کے خلاف ایک مثال بھی نہیں ملتی

بہت سے مبصرین مسئلہ اخلاط پر تبصرہ کرتے وقت اس حقیقت کو فراموش کر جاتے ہیں، اور انہیں یاد نہیں رہتا کہ قدما نے فن جب پیشاب میں، پائخانہ میں، ورم اور رسولی میں، بدن کی جلد اور غشاء مخاطی میں، الغرض جہاں کہیں بھی، وہ سیاہی کو پاتے ہیں، تو اُسے وہ سودا کی طرف منسوب کرتے ہیں، — زردی نظر آتی ہے، تو اُسے وہ صفرا سے وابستہ کرتے ہیں، — سرخی اپنا جلوہ دکھاتی ہے، تو اسے وہ خون کی طرف نسبت دیتے ہیں — سفیدی اگر دکھائی دیتی ہے، تو اسے وہ بلغم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس کلیہ کے خلاف، اطباء قدیم کے اقوال میں ایک مثال بھی نہیں ملتی؛

۱۔ یہ آگے آنے والا ہے کہ بدن کی بعض سفید رطوبتیں، تغیرات کے بعد سُرخ ہو جاتی ہیں۔ اسی حقیقت کی طرف متقدمین نے اشارہ کیا ہے کہ بلغم سے خون بن سکتا ہے۔

اس کے برعکس اس کلیہ کی تائید میں ہزاروں جزئیات سے طب قدیم کی تمام کتابیں بھری پڑی ہیں، جس سے علم طب کا ہر امتدادی اور فہمی آگاہ ہے۔

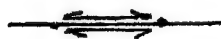


یہ ہیں علم الاخلاط کے بنیادی اصول — اور رطوبات بدن کی اسی جماعت بندی کا فلسفہ — جس کا استحکام ہر علمی نکتہ چینی کا مقابلہ کر سکتا ہے، اور یہ دعوے کسی طرح آسان نہیں کہ

”بدن انسان کے عندر فلان رنگ کی رطوبت نہیں پائی جاتی“ (مذہب یا مثلاً) — کسی سیاہ، سفید، یا زرد رطوبت کا وجود کائنات بدن میں ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

وہ وقت قریب ہے، جبکہ ہر رنگ کی رطوبت کا تفصیلی تذکرہ کیا جائیگا، اور سلف کے اسناد و اقوال سے ثابت کیا جائیگا کہ :

”منکرین کی کتابیں جن چیزوں سے کچھ دنوں پہلے انکار کرتی تھیں، انہیں چیزوں کا آب پُر زور دلائل کے ساتھ اقرار کرنے لگی ہیں؛ اور قدامت کے جن مسائل و مسائل میں پہلے آزادی کے ساتھ سیکڑوں کمزوریاں نکالی جاتی تھیں، آج وہی مسائل و مسائل، تجربات و مشاہدات کی امداد سے، قوی تر ثابت ہو رہے ہیں“



باب (۶)

اخلاط کی جماعت بندی

(مُسَلَّس)

اخلاط کی جماعت بندی میں رنگ کی اہمیت

اخلاط کا رنگ فضلاتِ بدن میں

ابوہل سیحی

علامہ ابوہل سیحی کتاب الاستدلال (کتاب ۴۱) میں فرماتے ہیں:

حوالہ (۳۸)

۲۰ بدن انسان تین جموں سے مرکب ہے:

(۱) اعضاء — (۲) ارواح — (۳) اخلاط:

(الف) اعضاء کے حالات، ان کے افعال و منافع، اور ان کی
ہئیت ترکیبی سے معلوم ہوا کرتے ہیں۔

(ب) اخلاط کے حالات اُن فضلات سے معلوم ہوا کرتے ہیں جو
بدن سے خارج ہوتے ہیں، خصوصاً اُن فضلات سے، جو قارورہ کے ساتھ
خارج ہوا کرتے ہیں۔

(ج) اَسْرَواح کے حالات سانس سے معلوم ہوا کرتے ہیں * :

اصلی عبارت:

والبدن مرکب من ثلاثة اجسام: الاعضاء والادرواح
والاخلاط:

(الف) وحالات الاعضاء تعرف من منافعها ومن هياتها.

(ب) وحالات الاخلاط تعرف من الفضول التي تبرز
من البدن، خاصتاً بالبول.

(ج) وحالات الاسرواح تعرف من النفس.

(مُتَسَيِّج، کتاب ۴۱، کتاب الاستدلال)



ابوہل سیجی کا یہ قول اس موقع پر محض اس غرض سے درج کیا گیا، کہ
”اخلاط کے حالات اُن فضلات سے معلوم ہوا کرتے ہیں، جو بدن سے
برآمد ہوتے ہیں“

اب جو یا نئے حقیقت یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ

(۱) کیا چاروں قسم کے اخلاط فضلات بدن کی راہ خارج ہوا کرتے

ہیں؟

(۲) اور اگر خارج ہوا کرتے ہیں، تو متقدمین ان کی شناخت میں کس چیز کو

اہمیت دیا کرتے ہیں؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ

قدمائے فن کی لاقتنا ہی اور بے شمار تصریحات سے ان کی تالیفات بھری ہوئی ہیں کہ یہ چاروں اخلاط فضلاتِ بدن کی راہ خارج ہوا کرتے ہیں، اور مختلف خصوصیات سے اپنا جلوہ دکھلاتے ہیں، جن میں سے سب سے نمایاں منظر ان کا رنگ ہوا کرتا ہے۔

سفید، زرد، سرخ، اور سیاہ، ان چاروں میں سے کوئی بھی ایسا رنگ نہیں ہے، جس کے وجود سے انکار کیا جاسکے۔

نیز اس کا بھی کہیں کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے کہ بدن کے کسی فضلہ میں سرخی نمایاں ہو، اور اس کو وہ بلغم یا صفراء کی طرف منسوب کر دیں۔

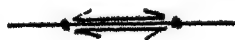
سفیدی ظاہر ہو، اور اسے وہ سوداء یا خون سے وابستہ کر دیں۔ زردی غالب ہو، اور اسے وہ سوداء، بلغم، یا خون سے نسبت دیدیں۔ سیاہی نمودار ہو، اور اسے وہ صفراء یا بلغم سے متعلق کر دیں۔

اس بارہ میں قدماء فن نے ایک اصول کلی مقرر کر دیا ہے کہ جہاں کہیں بھی سرخی نمودار ہو، وہ خون کی وجہ سے ہے۔

زردی نمودار ہو، وہ صفراء کی وجہ سے ہے۔

سیاہی نمودار ہو، وہ سوداء کی وجہ سے ہے۔

سفیدی نمودار ہو، وہ بلغم کی وجہ سے ہے۔



اس سے ثابت ہوا کہ اخلاطِ بدن کی تقسیم اور جماعت بندی میں قدماء

نے ان کے رنگ کو سامنے رکھ لیا ہے۔ پھر یہ رنگ جس جگہ بھی نمودار ہو،

بدن کی کسی ساخت میں، یا کسی فضلہ میں، اسے وہ انہیں چاروں اخلاط

میں سے کسی ایک خلط کی طرف منسوب کر دیا کرتے ہیں۔

اس کلی دعوئے کے ثبوت کے طور پر بے شمار میں سے محض چند اقوال

درج کئے جاتے ہیں۔



اوان چہارگانہ اور غلبہ اخلاط (ابوسہل مسیحی)

حوالہ (۳۹)

علامات غلبہ اخلاط کے ذیل میں ابوسہل مسیحی فرماتے ہیں :

” (۱) علامات غلبہ خوں : (بدنی ساخت کے) رنگ کا سرخ ہونا.....
قارورہ کا سرخ اور غلیظ ہونا“ (یہ غلط اضافی ہے، صفراء کے
 لحاظ سے)“

” (۲) علامات غلبہ بلغم : (بدنی ساخت کے) رنگ کا سفید ہونا.....
قارورہ کا سفید ہونا“

” (۳) علامات غلبہ صفراء : (بدنی ساخت کے) رنگ کا.....
 زرد ہونا..... قارورہ کے رنگ کا نارہی ہونا (آگ جیسا ہونا) ، اور
 اس کا (بہ مقابلہ خوں کے) رقیق ہونا، آنکھ کی سفیدی کا زرد ہونا“

” (۴) علامات غلبہ سوداء : (بدنی ساخت کے) رنگ کا میلادور
 کالا ہونا اور قارورہ کا سیاہ ہونا، یا سرخی مائل سیاہ ہونا، یا سنبری مائل
 ہونا“

اصلی عبارت :

وعلامات غلبة الہر حمرة اللون..... والبول

الاحمر الغلیظ

وعلامات غلبة البلغم بیاض اللون..... وبیاض

القارورة.

وعلامات غلبة الصفراء صفرة اللون.....

والبول الناری الرقیق و صفرة بیاض العین

وعلامات غلبة السوداء..... کمودة فی اللون و

سواده والبول الاسود والاحمر الکمد والذی
یضرب الی الخضرۃ +

(کتاب علامات الامتلاءات و غلبۃ الاخلاط، کتاب ۲۲، مئۃ مسیحی)

بخوف طوالت یہاں اُس مفصل قول کا مختصر اقتباس درج کیا گیا ہے جس
میں ہر خلط کی غلبہ کی جملہ علامتیں بیان کی گئی ہیں، اور جس کو ”علامات غلبۃ اخلاط
کے باب“ میں بتامہ درج کیا جائیگا۔

اخلاط چہارگانہ کا رنگ و روہ میں ابوہل مسیحی

ابوہل مسیحی کا جو قول اور پر نقل کیا گیا ہے، اس میں اس نے دعوے
کیا ہے کہ

”اخلاط کے حالات اُن فضلات سے معلوم ہوا کرتے ہیں، جو بدن سے خارج
ہوتے ہیں؛ خصوصاً اُن فضلات سے جو پیشاب کے ساتھ برآمد ہوتے ہیں۔“
چنانچہ قارورہ کے بیان میں فرماتے ہیں:

حوالہ (۳۰)

”قارورہ کی مائیت کا رنگ گاہے سفید ہوتا ہے۔ گاہے اُترج (کھٹے)

کے رنگ پر زرد۔ گاہے آگ کے رنگ پر زرد سرخی کے درمیان۔

گاہے اس سے زیادہ سرخ زعفران کی پتی (زعفران کے گچھے) کے رنگ پر (زعفرانی

رنگ)۔ گاہے خون کے رنگ پر (حمرقانی) (کلیجی کا رنگ)۔ گاہے سیاہ،

اُس خون کے رنگ پر جو سیاہی مائل ہو گیا ہو؟

اس کے بعد بتاتے ہیں کہ کون سا رنگ کس خلط کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے:

”سفید رنگ : اس کی وجہ (۱) یا یہ ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ صفراء کا کوئی جز نہ مل سکا، جو اسے (طبعاً) رنگین بنا دیا کرتا ہے۔

(۲) یا اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ کثیر مقدار میں بلغم اس کے ساتھ مل جاتا ہے۔
اُترجی رنگ : اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ پیشاب کی مائیت کے ساتھ تھوڑا سا صفراء مل جاتا ہے۔

ناری رنگ : اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ مائیت کے ساتھ زیادہ مقدار میں صفراء مل جاتا ہے۔ — یہی مال زعفرانی رنگ کا بھی ہے۔

احمر قانی : شدید سرخ، گہرا سرخ (خون کی آمیزش سے ماہل ہوتا ہے۔

سیاہ رنگ : یا اس وجہ سے ماہل ہوتا ہے کہ (صفراء میں) شدید احتراق لاحق ہو جاتا ہے؛ یا اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ سوداء مل جاتا ہے؛

ابوسہل مسیحی کی اصلی عبارت

ولون المائئة إما ابيض، وإما اصفر على لون
 الاقرج، وإما بين الصفرة والحمرة على لون النار،
 وإما أكثر من هذا حمرة على لون شعير الزعفران،
 وإما احمر قاني على لون الدم، وإما اسود على لون
 الدم الذي يضرب الى السواد.

واللون الابيض يكون إما لانه لم يختلط بالبول
 شيء من الصفراء التي تصبغها، وإما لان بلغمًا كثيرًا
 قد اختلط به.

والاثرجي يكون من اختلاط صفراء يسيرة به.
 والناري يكون من اختلاط صفراء كثيرة به.
 وكذلك الزعفراني.

والاحمر القاني يكون من اختلاط الدم به.

والاسود یکون اما من احتراق شدید، واما
من اختلاط سودا عیبہ .

(صفحہ ۲۷۱ - کتاب البول، کتاب ۲۶ - مٹہ مسیحی)

قارورہ کی سیاہی اور احتراق

ابوسہل مسیحی نے قارورہ کی سیاہی کے اسباب میں دو چیزیں بیان کی ہیں:

(الف) احتراق شدید .

(ب) سودا کی آمیزش .

یہاں احتراق شدید سے کس مادہ کا احتراق مراد ہے، جو قارورہ میں سیاہی پیدا کر دیتا ہے ؟

اس سوال کی تحقیق کے لئے ہمیں دوسرے محققین کے اقوال سے اس موقع پر امداد لیننی چاہئے، جس سے ابوسہل مسیحی کے محل قول کی شرح و تفصیل حاصل ہو .

قارورہ کی سیاہی اور شیخ الرئیس

چنانچہ شیخ الرئیس فرماتے ہیں:

سیاہ قارورہ کے درجات

حوالہ (۳۱)

(۱) وہ سیاہ قارورہ جو زعفرانیت، یعنی زردی کے بعد حاصل ہوا ہو، جیسا کہ یرقان میں ہوا کرتا ہے . یہ اس امر کو بتاتا ہے کہ صفرا جل کر (احتراق پاکر) کثیف ہو گیا ہے، نہیں، بلکہ صفرا جل کر (احتراق پاکر) سودا بن گیا ہے . اور اگر یرقان کے نمودار ہونے سے پہلے ایسا قارورہ ظاہر ہو تو یرقان کے

نمودار ہونے کی خبر دیگا۔

(۲) وہ سیاہ قارورہ، جو قُتْمَت (سرخی) کے بعد حاصل ہوا ہو۔ یہ سوداء

دموی کی خبر دیتا ہے (جو خون کے تغیر و فساد سے لاحق ہوتا ہے)؛

(۳) وہ سیاہ قارورہ، جو سبزی یا نیلجیت (نیلاپن) کے بعد پیدا ہوا ہو۔

یہ فالس سوداء کی علامت ہے۔

اصل عبارت:

واما طبقات البول الاسود

(۱) فمنه اسود ساآلک الی السواد من طریق الزعفرانیة،

کما فی الیرقان، ویدل علی تکاثف الصفراء واحتراقها،

بل علی السوداء الحادثة من الصفراء، وعلی

الیرقان۔

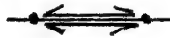
(۲) ومنه اسود آخذ من القتمة، ویدل علی السوداء

الدمویة۔

(۳) واسود آخر آخذ من الخضرة والنیلجیة،

ویدل علی السوداء الصفراء۔

(کلیات قانون شیخ، صفحہ ۵۹۳ مطبوعہ دفتر التبیح)



شیخ الرئيس کے اس قول میں ”احتراق“ کا لفظ یہاں صفراء

کے ساتھ بولا گیا ہے۔

رہا یہ سوال کہ کیا صفراء کے احتراق سے کوئی سیاہ چیز پیدا ہو سکتی ہے،

جس سے قارورہ میں سیاہی حاصل ہو جائے؟

له قُتْمَت، کیچی میی سرخی۔ لونٌ فیہ غُبْرَةٌ وحمرةٌ

(منجد)

اس کا جواب یہ ہے کہ ”بحث استحاله“ میں پوری شرح و تفصیل کے ساتھ آنے والا ہے کہ صفراء کے تغیرات سے (جس کو اس موقع پر احتراق کہا گیا ہے)، سیاہ چیز (سوداء) پیدا ہو سکتی ہے، اور یہ کہ یرقان زردہ بعض اوقات یرقان سیاہ (بلیک جانتس) میں اسی طرح تبدیل ہو جاتا ہے، خاص کر مژمن صورتوں میں۔

اسی طرف شیخ الرئیس نے اشارہ کیا ہے کہ

”سیاہ قارورہ کے درجات میں سے ایک وہ سیاہ قارورہ ہے، جس میں پہلے

زردی ہو کرتی ہے؛ جو اس امر کو بتاتا ہے کہ صفراء میں احتراق و تکاثف

لاحق ہو گیا ہے، اور احتراق و تغیر سے صفراء سوداء بن گیا ہے (جس کو

سوداء صفراءوی کہا جاتا ہے)؛

الغرض قارورہ کی سیاہی کے اسباب، حسب تصریح علامہ سیحی،

دو ہیں :

(۱) احتراق شدید، جس سے مراد صفراء یا خون کا احتراق ہے،

اور جس کی علامت (بقول شیخ) یہ ہے کہ قارورہ میں زردی یا سرخی کے

بعد سیاہی نمودار ہوئی ہوگی *

یا اس سے مراد محض صفراء کا احتراق ہے، جس کی علامت (بقول علاء الدین

قرشی) یہ ہے کہ قارورہ میں سیاہی کے ساتھ قدرے زردی کی بھی جھلک

پائی جائے گی۔

(۲) سوداء کی آمیزش، یعنی معمولی خالص سوداء کی آمیزش۔

ایسے قارورہ میں سیاہی کے ساتھ زردی کی جھلک نہ ہوگی، اور نہ قارورہ

میں پہلے زردی، یا سرخی نمودار ہوئی ہوگی *

علامہ علاء الدین قرشی فرماتے ہیں :

حوالہ (۴۲)

(۴) ”سیاہ قارورہ : گہرے (غلبہ حرارت اور صفراء کے) احتراق

سے پیدا ہوتا ہے، بشرطیکہ اس کے ساتھ زردی ہو، اور اس سے پہلے قارورہ

میں تیز بوری ہو

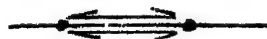
”گاہے سیاہ قارورہ اس وجہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سوداوی مادہ حرکت میں آجاتا ہے (اور وہ پیشاب کی راہ خارج ہوتا ہے) جیسا کہ سوداوی امراض کے بحران میں ہوا کرتا ہے۔“

اصلی عبارت:

ویراجعاً الاسود — وهو قد يكون إما
لفرط الاحتراق، إن كان معه صغرة وتقدمته
قوة رائحة أول حركة مادة
سوداوية كما في البحران .
(بحث بول، موجز القانون)

— (ع) —

حاصل کلام یہ ہے کہ بہر صورت قارورہ میں سیاہی سوداء سے حاصل ہو کر تی ہے، خواہ وہ سوداء معمولی ہو، اور کسی سوداوی مرض کے سلسلہ میں پہلے سے مجتمع ہو، یا وہ اسی دوران میں کسی دوسرے مادہ کے احتراق و تغیر سے پیدا ہو گیا ہو۔



اخلاط اربعہ سے ألوان اربعہ أبو الحسن ربن طبری کا پہلا قول

بدن کارنگت: انسان کے بدن کا رنگ سفید، سرخ، زرد، اور سیاہ کیوں ہوتا ہے؟ اس کی توجیہ و تعلیل میں أبو الحسن ربن طبری، استاد زکریا رازی، لکھتے ہیں:—

(حوالہ ۳۳)

”بدن انسان کے مختلف رنگ کے اسباب کیا ہیں؟ اس کے تحقیق اسباب یہ ہیں کہ جنین کی پیدائش کے وقت چاروں مزاجات (اغلاط) میں سے جو غلط غالب ہوتی ہے، اور جو ظاہر بدن (جلد) کی طرف انصباب پاتی ہے، اُس کے رنگ سے بدن رنگین ہو جاتا ہے۔

”چنانچہ جس شخص پر صفراء غالب ہوتا ہے، وہ زرد ہوتا ہے؛
”اور جس شخص پر سوداء غالب ہوتا ہے، وہ سیاہ ہو جاتا ہے۔

”اسی طرح خون اور بلغم اپنے اپنے رنگ میں جسم کو رنگ دیا کرتے ہیں۔
واما علل الالوان فانما هي انصباع البدن بما
يغلب عليه وينصب الى ظاهره من المزاجات
الاربعة عند كون الجنين .
الاغلاط ۱۲

فمن غلبت عليه الصفراء كان مصفرًا،

ومن غلبت عليه السوداء كان مسودًا،

وكذلك الدم والبلغم يصبغان على الواحدة .

(ص ۵۱ - فردوس الحکمتہ)

۱۔ مزاجات اربعہ : ابو الحسن ربن طبری اُس دور کے مؤلفین میں سے ہیں جن کے زمانہ میں علمی اصطلاحات ایک ڈھنگ پر اگر قائم نہیں ہوئی تھیں۔ چنانچہ ان کے دور میں اغلاط کو مزاجات کہا جاتا تھا، جیسا کہ اسی کلام میں آگے چل کر سوداء، صفراء، بلغم، اور خون کا نام لیکر اس کو واضح فرما رہے ہیں (اگرچہ خالص اور مزاج، دونوں کے معنی آمیزش کے ہیں)

نہ اتی سنتہ بریطانیہ - امانی نسخہ برلن . فہرہذا :

عنه انصباب النزاع في الرحم وما يغلب على الجنين
من مزاج الاغذية لانه سبب الخبيث ؟

ابو الحسن بن طبری کا دوسرا قول

الوان چہارگانہ اخلاط چہارگانہ سے

ابو الحسن بن طبری (صاحب فردوس الحکمت)
بحث قارورہ میں ”رنگ بول“ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

حوالہ (۲۲)

”رہا قارورہ کا رنگ، تو پہلا رنگ سفید ہے۔ پھر
زرد۔ پھر ناری (آتش رنگ)۔ پھر جھوڑا (اَشْفَر)
۔ اس کے بعد سُرخ (احمر) (جس سے مراد ”احمر ناصح“
شوخی سرخ احمد زعفرانی ہے)۔ اس کے بعد احمر قانی (کیچی کارنگ)۔
سیاہ (السود)۔ رصاصی۔ آسمانی (اسمان جونی)
۔ قیچی (کچھو کارنگ)۔ گدھے کے پیشاب کے مشابہ۔ اور
جلام صاعدا کے مشابہ (۹)“

قارورہ کے ان ألوان کی تفصیل کے بعد فاضل موصوف اب ان کے اسباب
پر روشنی ڈالتے ہیں :-

”یہ سارے الوان چاروں مزاجات (چاروں اخلاط) ہی سے پیدا ہوتے
ہیں“

”ان رنگوں میں سے پہلا درجہ سفیدی کا ہے، اور آخری درجہ
سیاہی کا“

”قارورہ میں سفیدی کے حاصل ہونے کا ذریعہ وحید محض خلط بازر (بلغم ہریز)

سے جلام صاعدا (۹) تحقیق طلب ہے۔ لغت میں اس کا پتہ نہ چل سکا، صرف استفادہ معلوم
ہو سکا، ایک سفوف ہوا کرتا تھا جس سے قدیم زمانہ میں سنار سونے کو جلانچش کرتے تھے۔

اور سیاہی کے حصول کا ذریعہ محض خون کا احتراق ہے (جس سے خون بدل کر سیاہ ہو جاتا ہے، اور اسی قسم کے بدلے ہوئے سیاہ مادہ کو سودا اعم کہا جاتا ہے)۔ کیونکہ خون میں جو رطوبت ہوتی ہے، جب وہ جل جاتی ہے متغیر ہو جاتی ہے (تو وہ سیاہ ہو جاتا ہے)۔

احتراقِ خون سے سیاہی کا حاصل ہونا :

”احتراق“ سے کیا مراد ہے، اور خون کے احتراق سے آیا سیاہی حاصل ہو سکتی ہے، اس کا تفصیلی بیان ”باب استحالة“ میں آنے والا ہے۔ اس موقع پر اجمالاً محض اس قدر ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ احتراق سے مراد تغیر و فساد ہے، جس کو موجودہ اصطلاحات میں کیمیاء کی تخذیر کہا جاتا ہے۔

اطباء کی عادت ہے کہ اس قسم کے غیر طبعی تغیر کو، جو مرضی حالات اور غیر طبعی کیفیات کی صورت میں رونما ہو کرتا ہے، لفظ احتراق (جل جانے) سے یاد کیا کرتے ہیں۔ علاوہ انہیں علوم جدیدہ کے مسلمات سے یہ صادق ہے کہ ”جلنا“ بھی ایک قسم کا کیمیاء کی تغیر ہی ہے، جس سے انکار کی مجال نہیں +

اس کے بعد فاضل موصوف بہ تسلسل دوسرے احوال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

حوالہ (۳۵)

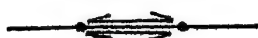
مے قادر وہ میں (زردی) آنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ تھوڑا سا مرہ صفراء (صفراء ضعیفہ) مل جاتا ہے؛ اور نارینیت (آتش رنگ) اُس وقت حاصل ہوتی ہے، جب اُس سے زیادہ صفراء مل جاتا ہے (صفراء اُتولے)؛ اسی طرح قادر وہ میں شوش سرخی (زعفرانی سرخی) اُس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ صفراء تو ہی زیادہ مقدار میں مل جاتا ہے، جیسا کہ اس قسم کی سرخی اُس وقت نمودار

ہوتی ہے، جب تر لکڑی جلا کرتی ہے۔

”قارورہ میں بھورارنگ (آشقر) صفرائاریہ سے حاصل ہوا کرتا ہے، جو پہلے سے زیادہ قوی ہوتا ہے، اور جلاء صاغہ کے مشابہ کمزور صفراء سے پیدا ہوتا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کا قارورہ سفید ہوتا ہے، جس کے ساتھ ہلکی زردی ملی ہوئی ہو۔“

”باقی سارے رنگ انہی الوان کی باہمی آمیزش سے حاصل ہو کرتے

ہیں۔“



اصلی عبارت:

واما اللون فاو له الابيض، شمر الاصفر، شمر الناری،
شمر الاشقر، ومن بعد ذلك الاحمر، والقانی
والاسود، والرصاصی، والاسمانجونی، والقیحی،
والشبیہ ببول الحمیر، والشبیہ بجلاء
الصاغۃ۔

وهذا الالوان كلها انما تتلون من المزاجات
الاربعة؛

فاو لها البياض واخرها السواد.
وانما يبيض البول من خلط بارد، ويسود من
احتراق الدم، لانما اذا اخترق ما فيه
من الرطوبة اسود.
وانما يصفر من مرّة صفراء ضعيفة، ويكون
الناری من صفراء اقوى من الاولى، فينصبغ الاحمر

له جلاء الصاغۃ؛

من صفراء قوية كمثيرة كما يعرض من المناد إذا
التهب في حطب رطب .

وينصبغ الاشقر من صفراء نارية اقوى من
الاولى، وينصبغ الشبیه بجلاء الصاغة من صفراء
ضعيفة، ولذلك يكون هذا البول ابيض في صفة
رقيقة .

ويتركب سائر الالوان كلها من امتزاج بعضها
ببعض . (صفحہ ۲۳۹ - فردوس الحکمت)

ایک وہم کا ازالہ

سوال : اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابو الحسن ربن طبری کی اصلی عبارت کے
پہلے جز میں "حمیں" الوان قارورہ کے نام گنائے گئے ہیں، الشقر کے بعد احمہ
کا لفظ ہے، اور اس کے بعد قانی کا، اور یہ ظاہر ہے کہ احمہ کا ترجمہ جس
"سرخ" ہے، نہ کہ "شوخی سرخ" اور "سرخ زعفرانی"۔ یہ کیونکر معلوم ہوا کہ
یہاں "سرخ" سے "سرخ زعفرانی" مراد ہے ؟

جواب : اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہاں احمہ کا لفظ قانی
کے مقابلہ میں لایا گیا ہے، اور قانی بھی سرخ ہی ہوا کرتا ہے، اور اکثر اوقات
اس کو احمہ قانی ہی کہا جاتا ہے۔ لیکن احمہ قانی میں شدید اور گہری سرخی
ہوتی ہے۔ الغرض جب مقابلہ ایک مخصوص سرخی کا ذکر واضح طور پر کروایا گیا،
تو اب صاف ظاہر ہے کہ دوسرا عام لفظ، جو بلا کسی قید کے بولا گیا ہے، اُس سے
خاص ہی معنی مراد لئے جاسکتے ہیں۔ اور وہ اس موقع پر بقرینہ سیاق و سباق
احمر ناصع (احمر زعفرانی) ہی ہو سکتا ہے، جو زردی کے مزاج
میں داخل ہے، اور جس کا سبب صفراء ہوا کرتا ہے۔

چنانچہ شیخ الرئیس زردی کے درجات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”زردی کے درجات“

- ”قارورہ کی زردی مندرجہ ذیل ملاہنج میں تقسیم ہے :
- ۱) **بُولِ تَبَنِّی** (تَبَنِّی : بھوسہ) (تَبَنِّی قارورہ کارنگ اُس پانی کے مشابہ ہوتا ہے، جس میں بھوسہ بھگوایا گیا ہو۔ اس میں ہلکی سی زردی ہوتی ہے)۔
- ۲) **بُولِ اُتْرَجِی** (اُتْرَج : ترنج، کھٹہ (پوست ترنج کے مانند زرد)۔
- ۳) **بُولِ اَشْقَر** (بھورا، زردی مسدق مائل)۔
- ۴) **بُولِ اَصْفَر نَارَجِی** (نارنجی، نارنگی) (نارنگی کے پوست کے مانند زرد سرخی آمیز)۔
- ۵) **بُولِ نَادِی** (نار، آگ) جس کا رنگ زعفران کے رنگ سے مشابہ ہوتا ہے (یعنی اُس پانی سے مشابہ ہوتا ہے، جس میں زعفران گھول لیا گیا ہو)۔ اسی کو اَصْفَر مُشَبَّح (بھرو پر پیلا) بھی کہا جاتا ہے۔
- ۶) **بُولِ زَعْفَرَانِی**، جس کا رنگ زعفران کے ریشوں کے مانند ہوتا ہے، اور جس کو اَحْمَر ناصِیح (شوخ سرخ) کہا جاتا ہے۔
- ”اُترجی کے بعد تمام میں حرارت پر دلالت کرتی ہیں، جن میں درجات کے لحاظ سے اختلاف ہے (یعنی جس ترتیب سے وہ بیان میں آگے بڑھتے چلے گئے ہیں، اسی ترتیب سے اُن میں حرارت بھی بڑھتی چلی گئی ہے)۔
- اس کے بعد شیخ الرئیس نے سرخی کے درجات (طبقاتِ حرمت) بیان کیے ہیں:

”سرخی کے درجات“

”زردی کے مذکورہ درجات (طبقات) کے بعد ”سرخی کے درجات“ ہیں

(جو تعداد میں چار ہیں) :

۱) (۱) اصْفَهَت (پسیازی) :

۲) (۲) وَرْدِي (کُلاہی) :

۳) (۳) احْمَر قَانِي (گہرا سرخ) :

۴) (۴) احْمَرِ اقْتَمَر (سرخ سیاہی مائل) :

یہ تین غلبہ خون پر دلالت کرتی ہیں :

اس کے بعد شیخ رئیس زرد اور سرخ طبقات کے درمیان مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

۱) قارورہ میں جب کبھی منہ عفرانیت (شوخ زردی) نمودار ہو، تو سمجھنا چاہئے کہ مفرا غالب ہے، اور جب کبھی قتمت (سیاہی مائل سرخی) نمودار ہو تو سمجھنا چاہئے کہ خون غالب ہے۔

اصلى عبارت :

(طبقات الصفرة)

من ألوان البول طبقات الصفرة كالبنى — شم
الانترجى — شم الاشقر — شم الاصفر
النارنجى — شم الناردى الذى يشبه صبغ الزعفران
وهو الاصفر المشبع .

شم الزعفران الذى يشبه شعرة، وهذا
هو الذى يقال له الاحمر الناصع .

۱) صاحب نجم کہتے ہیں ”یقیناً“ احمر قانی“ ای شدید الحمرة :

واما بعد الاسترجی فكله يدل على الحرارة و يختلف
بحسب درجاتها

(طبقات الحمرة)

وبعد هذه الطبقات المذكورة طبقات الحمرة
كالاصهب — والوردی — والاحمر القانی —
والاحمر الاقتمر.

وكلما يدل على غلبة الدم.
وكلما ضربت الى الزعفرانية فان الاغلب
هو المرة، وكلما ضربت الى القتمرة فالدم اغلب +
(صفحہ ۵۸۷ — ۵۸۸ — ۵۸۹ قانوشین مطبوعہ دہلی)

شیخ کی اس صراحت سے ظاہر ہے کہ

(۱) لون زعفرانی کو احمر ناصع بھی کہا جاتا ہے، جس کا اردو ترجمہ
”شوخ سرخ“ ہے۔

(۲) لون زعفرانی دراصل زردی کے طبعیت میں داخل ہے،
اور یہ غلبہ صفراء پر دلالت کرتا ہے۔

الفرض اسی وجہ سے کر بن طبری کے قول میں تصریح کی گئی کہ ”یہاں
”سرخ“ سے مراد ”شوخ سرخ“ ہے، جس کو احمر زعفرانی بھی کہا جاتا ہے،
کیونکہ آگے چلکر علامہ موصوف نے اس کی علت میں صفراء کا تذکرہ کیا ہے، نہ کہ
خون کا۔ اور صفراء سے جو سرخی حاصل ہو کر تھی ہے، وہ یہی زعفرانی
سرخ ہے، نہ کہ گہری سرخی، جس کو احمر قانی کہا جاتا ہے +

مسلمات جدیدہ سے تقابل

آگے چل کر ”صفراء کے باب“ میں تفصیل بتایا جائیگا کہ جدید منافع الاعضاء تسلیم کرتا ہے کہ صفراء کے الوان میں سے سنہری قسم کا ایک سرخ رنگ بھی ہے؛ چنانچہ جو صفراء بائلی دروبین (صفراء سرخ : حُمُرَاتِ صفراء ویدہ) پر مشتمل ہوتا ہے، اُس میں گولڈن کلر (سنہرا رنگ : لونِ ذہبی) یا آسرنج یلو کلر (لونِ نارنجی اَصْفَر : نارنجی زرد رنگ) نمودار ہوتا ہے۔

اسی چمکیے سنہرے رنگ کو شیخ السُّلَیْس نے احمر زعفرانی اور احمر ناصع (شوخ سرخ) کی اصطلاحات سے اس موقع پر یاد کیا ہے جس کے تسلیم کرنے میں نہ کوئی قباحت ہے، اور نہ کسی قسم کی ذہنی پیچیدگی۔

”احمر ناصع اور اَصْفَر زعفرانی
دونوں ایک ہیں“ (نقیس)
کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں:

حوالہ (۴۸)

{ صفراء طبعی کے اوصاف میں سے ایک وصف یہ ہے کہ وہ احمر ناصع ہوتا ہے }
احمر ناصع (شوخ سرخ)۔ یعنی زعفران کی پتی کی طرح خالص سرخ، جس میں قدرے زردی ہو۔ اسی وجہ سے بعض لوگوں نے احمر ناصع کو ”زرد“ (اَصْفَر) کہا ہے (جیسا کہ خود لفظ صَفْرَاء اس کا شاہد ہے، جس کے معنی زرد کے ہیں)، کیونکہ احمر ناصع بعینہ وہی رنگ ہے، جس کو زرد زعفرانی کہا جاتا ہے۔
{ والطبعی منها احمر ناصع } ای خالص الحمرة
بعیث یدضوب الی الصفرة کشعر الزعفران، ولذا قال

لہ بائلی دروبین Bilirubin جن کا ترجمہ حُمُرَاتِ الصفراء (صفراء سرخی) ہے۔

لہ لونِ ذہبی، یا لونِ نارنجی اَصْفَر Golden or Orange-yellow Colour

بعضہم اندہ اصفر، فان الاحمر الناصح هو بعینہ
الاصفر النزعہ الخ

(صفحہ ۹۷-۹۸ - ترجمہ و شرح کلیات نفیسی، مطبوعہ نزلہ)

جہان میں بنیادی رنگ چار ہیں طبیعیات کا ایک نام مسئلہ

ابوالحسن کرکتن طبری "الوان بول" کا تذکرہ کرتے ہوئے اور
انہیں چاروں رنگ کے اخلاط کی طرف منسوب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حوالہ (۲۹)

"اسی طرح (یعنی قارورہ کے ألوان کی طرح) سارے عالم میں بنیادی
رنگ حص چار ہیں (سفیدی، زردی، سرخی، اور سیاہی)، اور اسی چار
الوان سے جہاں کے سارے رنگ ترکیب پاتے، اور ان کی باہمی آمیزش سے
اپنی اپنی مخصوص جہلک دکھلاتے ہیں۔"

"اور تمام ألوان کے دونوں کنارے (یا دونوں آخری سرے) سیاہی
اور سفیدی ہیں۔"

"پھر سفیدی کی تین قسمیں ہیں: (۱) گہری سفیدی (شملیل البیاض) +
(۲) ہلکی سفیدی (قلیل البیاض) +

(۳) درمیانی درجہ کی سفیدی (محتدل البیاض) +

"اسی طرح تمام ألوان میں یہ تین قسمیں (تین درجات) پائی جاتی ہیں۔"



۱۰ سیاہی: عربی میں سواد کا لفظ، جس کے معنی سیاہی کے ہیں، بہت وسیع مفہوم
میں استعمال کیا جاتا ہے، جس میں تمیلاً بھی شامل ہے۔

اصلی عبارت

وَكذلك اوائل الالوان كلها في العالم اربعة،
ومن تلك الاربعة الالوان يتركب ويمتزج
كل لون وكل صبغ في العالم.

وطرفا الالوان كلها السواد والبياض.

فاما البياض فينقسم ثلثة اقسام، اما شديد البياض
واما قليل البياض، واما معتدل البياض، كذلك سائر الالوان،
فان لها هذه الالوان الثلاثة.

(صفحہ ۳۲۹۔ فردوس الحکمت)

یہ قدیم نظریہ کہ بنیادی رنگ چار ہیں: سفیدی، زردی، سرخی اور سیاہی،
اس جدید نظریہ سے بہت مشابہ ہے کہ بنیادی رنگ تین ہیں: زردی، سرخی اور
نیلا ہسٹ، — نہیں — بلکہ یہ قدیم نظریہ اس جدید نظریہ کی اصل و بنیاد
ہے، جس میں اس وقت صرف اس قدر ترمیم نظر آتی ہے کہ سفید رنگ کو بنیادی عناصر
سے الگ ہٹا دیا گیا ہے، — لیکن یہ سوال کہ آئندہ کیا ہوگا، اور یہ جدید نظریہ دوسرے
جدید تر نظریہ میں کون سا قالب اختیار کرے گا، اس کا بہتر علم دانائے راز کو ہے؛ —
بہت ممکن ہے، جیسا کہ ہم بہت سی دوسری مثالوں میں دیکھ رہے ہیں، کہ چند روز
کے بعد وہی قدیم نظریہ جدید قالب میں ڈھل کر دنیائے علم و حکمت میں اشاعت
پانے لگ جائے۔

یہ قول اس موقع پر محض یہ بتانے کے لئے نقل کیا گیا ہے کہ علم الالوان
میں قدما و کن سرحدوں کو عبور کر چکے تھے، اور کن مراحل تک ان کے عقول کی پروا
پہنچ چکی تھی۔ نیز یہ کہ علم الاخلاط کو الوان چہارگانہ سے کتنا گہرا تعلق ہے،
جس کی بنا پر حملہ اخلاط بدن کو چار گروہوں میں بانٹ دیا گیا ہے۔

ابو الحسن بن طبری کا تیسرا قول

الوان بدن کا تعلق اخلاط سے

بالوں کی سیاہی اور سفیدی (شائب : بالوں کا سفید ہو جانا) کے احکام بتاتے ہوئے دین طبری پہلے ارسطو (ارسطو طلیس) کے اقوال نقل کرتے ہیں، اس کے بعد اپنا خیال، جسے وہ پسند فرماتے ہیں، پیش کرتے ہیں، اور جس میں رنگ کا مدار اخلاط کو قرار دیتے ہیں،

حوالہ (۵۰)

” ارسطو کہتا ہے کہ

” شائب (بالوں کے سفید ہونے) کی وجہ گاہے جنسیت بھی ہوا کرتی ہے اور گاہے اس کی وجہ جلد کی رنگت ہوتی ہے، جس طرح برص (جلد کی سفیدی) میں جو بال ایسی سفید جلد پر اُگتے ہیں، وہ سفید ہوا کرتے ہیں؛ ”

” اور بعض اوقات ان کے الوان کی علت ”جنس“ ہوتی ہے، مثلاً طائوس (مور)، فہد (چیتہ)، اور ابن عرس (نیولا)؛ اور بعض اوقات اس کا تعلق چراگاہ اور سرزمین (خاک، مٹی) سے ہوا کرتا ہے، الغرض ان سب صورتوں سے رنگ متغیر ہو جاتا ہے“

ارسطو کے اس قول کے بعد دین طبری اپنا خیال پیش کرتے

ہیں :

حوالہ (۵۱)

” لیکن میرا خیال یہ ہے کہ چوپایوں اور پرندوں کے مختلف رنگ کی وجہ یہ ہے کہ وہ اخلاط جو ان کے نطفوں میں جمع ہوتے ہیں، وہ

ایک دوسرے سے مقابلہ و مدافعت کرتے ہیں، جس طرح آگ اور پانی جب اکٹھے ہوتے، تو باہم مدافعت و مقابلہ کرتے ہیں۔ الغرض اغلاط کی باہمی مدافعت کی وجہ سے ان کی قوتیں بدن کے بیرونی: اندرونی حصوں میں پھیل جاتی ہیں، اور ان اغلاط کے اندازہ کے مطابق، جو جلد کی طرف بہہ کر جاتے ہیں، جلد رنگین ہو جاتی ہے۔ چنانچہ بعض جلد سیاہ ہو جاتی ہے، اور بعض سفید؛ بعض سرخ ہو جاتی ہے۔ اور بعض زرد +

اس کے بعد الوان مرکبہ کے بارہ میں فرماتے ہیں، جو انہی چار بنیادی الوان (سفید، زرد، سرخ، اور سیاہ) کی باہمی آمیزش سے حاصل ہوا کرتے ہیں؛

الوان مرکب

حوالہ (۵۲)

”ان ہی الوان مذکورہ (چہارگانہ) کی باہمی آمیزش سے اتنے الوان حاصل ہوتے ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا، اور علم کے دائرہ میں اُسے محدود نہیں کیا جاسکتا“



اصلی عبارت:

وقال ارسطو طيلس:
”ان الشيب يكون ايضاً من الجنس ومن لون الجلد
كالبرص الذي يبيض ما ينبت عليه“
”وكانت لك الوان الوحش والطير، وربما كانت“

۱۔ یہاں اغلاط کی باہمی مدافعت سے مراد باہمی تعامل (باہم مل کر متاثر ہونا) اور متاثر کرنا ہے، جس سے ان کے خواص میں کم و بیش تغیر لاحق ہو جایا کرتا ہے۔

علۃ الوانها من الجنس مثل الطائوس والفهد
وابن عرس. وربما كان ذلك من المرعى والتربة،
فانها تتغير بها الالوان؛

واما انا، فافخا اظن ان علۃ الوان الدواب والطيور
ان المزاجات التي تجتمع في ذروعها يرفع
كل مزاج منها الآخر، كما يرفع الماء النار
اذا اجتمعا، فتنتشر قواها لذلك في ظاهر البدن
وباطنه وينصبغ الجلد بذلك على قدر ما يجري
اليه من تلك المزاجات، ويسود بعض الجلد
ويبيض بعض ويحمر بعض ويصفّر.

مَشْرَاجُ الْوَانِ

ويتركب من امتزاج بعضها ببعض الوان
لا تحصى ولا تحاط بها علماً.
(فردوس الحکمت - صفحہ ۵۳)

انسانی معلومات کی کوتاہی

یہ تمام خیالات و آراء پیش کرنے کے بعد انسانی ادراک کی کوتاہی پر واز کا
اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں،

حوالہ (۵۳)

۲۲ اس بارہ میں، اور دوسرے امور کے بارہ میں، جہاں تک حکماء (فلاسفہ)
کے عقول کی رسائی ہوئی، اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ لیکن ان میں بھی ایسی

بہت سی باریکیاں باقی ہیں، جن کو خالق کائنات کے سوا کوئی نہیں جانتا؛

”وإنما قالت الفلاسفة في ذلك وغيره بقدر ما بلغت عقولهم، وبعيت من ذلك دقائق لا يعرفها إلا خالقها“
(صفحہ ۵۲ - فردوس الحکمت)

علامہ ذہب بن طبری کے اس قول کی تائید، جس میں اُس نے علوم انسانی کی بے بسی اور کوتاہی کا تذکرہ کیا ہے، میرے اُس مستقل باب سے ہو گا جس میں بتاؤنگا کہ علم الاطلاط میں انسان کے معلومات (خواہ وہ کتنا ہی زبردست دعوت کرے، اور خواہ اُس کے پاس موجودہ علم کیمیا کے تمام ذرائع و وسائل اور آلات تجزیہ و خرید میں موجود ہوں) کتنے محدود ہیں، اور جتنا اُسے معلوم ہو سکا ہے، وہ کس قدر ناکافی ہے۔

ابو الحسن بن طبری کا چوتھا قول خلط غالب کا ثبوت لون سے

امراض جسم کے علامات کے ذیل میں ”نزف دم“ (جس کو کثرت حیض اور استحاضہ بھی کہا جاتا ہے) کا ذکر کرتے ہوئے کہ اس خون میں کونسی خلط غالب ہے، علامہ طبری فرماتے ہیں:

حوالہ (۵۲)

”جو خون جسم سے خارج ہوتا ہے، یہ معلوم کرنے کیلئے کہ رحم پر کس خلط کا غلبہ ہے، اس خارج ہونے والے خون کے رنگ سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی

ہے۔

”جس کا طریقہ یہ ہے کہ نسیم رحم میں کتان کا (یا: ٹل کا) ایک پاک صاف
خرقہ (پارچہ: ٹکڑا) رکھا جائے، اور رات بھر وہیں چھوڑ دیا جائے۔ پھر نکال کر
اُسے سایہ میں سُکھایا جائے۔ اگر وہ کپڑا زردی مائل پایا جائے، تو وہ اس امر پر
دلائل کرے گا کہ مرض غلیہ صفر اسے ہے۔“

”اور اگر وہ سفیدی مائل ہو، تو سمجھنا چاہئے کہ بغسم غالب ہے۔“
”اور اگر وہ سرخی مائل ہو، تو یاد رکھنا چاہئے کہ خون غالب ہے۔“

اصلی عبارت :

وَيَسْتَدِلُّ مِنْ لَوْنِ الدَّمِ الَّذِي يُخْرَجُ عَلَى الْمِزَاجِ
الْغَالِبِ عَلَى الرَّحِمِ :

ای المثلث الغالب ۱۲

وذلك ان توضع في فم الرحم خرقه كتان
نظيفة وتترك ليلة ثم تجفف في الظل، فان
وجدتها الى الصفرة دل على ان العلة من غلبة
الصفراء.

وان كانت الى البياض فالغالب البغيم.
وان كانت الى الحمرة فالغالب الدم +
(باب ۱۸ - من ۱۷ فردوس الحکمة)

انتباہ :

یہاں تین رنگ اور تین اخلاط کا ذکر آیا، اور چوتھے رنگ اور چوتھی خلط
سیاہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس کی وجہ غالباً طباعت یا کتب کا مسح ہے؛

دیدہ و دانستہ سودا است گریز نہیں کیا گیا ہے؛ اور نہ یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ”رحم کی راہ جو خون غیر طبعی طور پر خارج ہوا کرتا ہے، اُس میں سیاہی کبھی نہیں پائی جاتی۔“ بلکہ اس کے برعکس یہ صورت بہت عام اور کثیر الوقوع ہے، یعنی اس خون میں غیر معمولی طور پر سیاہی پائی جاتی ہے۔

اقوال سابق کا خلاصہ

اس باب میں ابوسہل مسیحی (استاذ شیخ الرئیس) اور ابو الحسن ربن طبری (استاذ محمد بن زکریا الرازی) کے چند اقوال مختص نمونہ اور مثال کے طور پر ذکر کئے گئے ہیں، جیسا کہ شروع باب میں اشارہ کیا گیا ہے۔
ان اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ

عالم میں چار ہی رنگ اصلی اور بنیادی ہیں، سفید، زرد، سرخ، اور سیاہ۔
اسی طرح بدن انسان کے اندر بھی (اہنی چار احوال کی چار خلطیں پائی جاتی ہیں) یقینہ دوسرے رنگ کی رطوبتیں دراصل اہنی چار کی باہمی ترکیب و آمیزش سے حاصل ہوا کرتی ہیں؛ سرخ رنگ کی رطوبت کو اصطلاحاً خون کہا جاتا ہے۔ سفید رنگ کی رطوبت کو بلغم۔ زرد رنگ کی رطوبت کو صفراء۔ اور سیاہ رنگ کی رطوبت کو سوداء۔

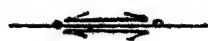
ہر ہی چار رنگ ان کے وجود و ثبوت کے بہترین گواہ ہیں، خواہ یہ رنگ تادورہ میں نظر آئیں، یا براز کے فضلات میں، یا کہیں اور؛ جنہیں دیکھ کر حکم لگادیا جاتا ہے کہ یہاں صفراء موجود ہے، یا سوداء، و علیٰ ہذا القیاس۔

باب (۷)

اخلاط کی تقسیم ایک کلی تقسیم ہے

چار اخلاط دراصل چار گروہ ہیں

ہر خلط مختلف الحاق اقسام پر مشتمل ہے



متقدمین اگر قائل ہیں کہ ”بدن انسان کے اندر چار رنگ کی رطوبتیں پائی جاتی ہیں جن کے چار نام ہیں: بلغم، خون، صفراء، اور سوداء۔“ تو اس سے بدن بزرگوں کی کیا مراد ہے، اور یہ کس قسم کی تقسیم ہے؟

اقوال قدما کی چھان بین سے اس سوال کا جواب یہ ملتا ہے کہ:

(۱) ”یہ تقسیم ایک کلی اور بڑی تقسیم ہے، جس سے بدن کی جملہ بے شمار

رطوبتیں چار گروہ میں منقسم ہو گئی ہیں۔“

(۲) ”پھر ان چار میں سے ہر گروہ اور ہر قسم کے ذیل میں متعدد قسمیں

اور بھی پائی جاتی ہیں، یعنی ہر ایک کے ذیل میں مختلف الحقائق اقسام پائی جاتی ہیں۔

اسی وجہ سے ان چاروں اقسام کو اجناس ادرجہ کہا جاتا ہے۔

ان چار اقسام کو چار اجناس کہنا دراصل اس امر کا اعتراف کرنا ہے کہ ہر قسم کے تحت میں مختلف نوعیت و ماہیت کی بہت سی قسمیں پائی جاتی ہیں، جو ایک دوسرے سے ممتاز خواص اور جداگانہ حقیقت رکھتی ہیں۔

اس قول کی وضاحت یہ ہے کہ ”مثلاً بدن انسان کے اندر سفید یا زرد رنگ کی مختلف رطوبتیں، انواع و اقسام کی پائی جاتی ہیں۔ سفید رنگ کی جملہ رطوبات کو ہم خلط ابیض، یا بلغم کے نام سے یاد کریں گے۔ اور زرد رنگ کی جملہ رطوبات کو ہم خلط اصفر یا صفراء کے نام سے پکاریں گے۔ اس کا یہ مدعا ہرگز نہیں ہے کہ سفید رنگ کی جملہ رطوبات، جن کو ہم خلط ابیض، یا بلغم کہیں گے، سب کی ماہیت، سب کا مزاج، سب کے ترکیبی عناصر، جس کو عصر جدید کی اصطلاح میں کیمیائی ترکیب کہا جاتا ہے، یکساں ہو۔

اسی طرح اس کا یہ مدعا نہیں ہے کہ زرد رنگ کی جو رطوبت خون میں پائی جاتی ہے، وہ اُس زرد رطوبت کے بالکل مماثل ہو، جو مرارہ کے اندر جمع ہوتی ہے، اور تارورہ کے اندر جو زرد رطوبات خارج ہوتی ہیں، اُن کی حقیقت و ماہیت کلیتہً اُس زرد رطوبت کے مساوی ہو، جو پائخانہ کے ساتھ خارج ہوتی، اور اُسے رنگین بنایا کرتی ہے۔

یہی حال جملہ سیاہ رطوبات کا، اور جملہ سرخ رطوبات کا ہے۔

بلغم و صفراء وغیرہ اسم جنس ہیں

الغرض بلغم، خون، صفراء، اور سودا، یہ چاروں اسم جنس ہیں، جن کے تحت مختلف انواع پائے جاتے ہیں۔

جدید و قدیم دونوں تحقیقات اس امر پر صاف کرتی ہیں کہ دواشخص کا خون بھی ایک دوسرے سے مختلف اور جداگانہ ہوا کرتا ہے، حتیٰ کہ ایک شخص کا خون اگر

اَقبل دھر کی علیت کے ذریعہ، پوری صفائی کے ساتھ، دوسرے شخص کے خون میں منتقل کر دیا جاتا ہے، تو بعض اوقات وہ ذہر کھلا لھل کا کام کرتا ہے، جس سے حصول الیہ کی فوری ہلاکت واقع ہوتی ہے ۔

اطباء تسلیم کرتے ہیں کہ پٹیوں کے مفاصل کے اندر ایک سفید لیسدار رطوبت پائی جاتی ہے، جس سے جوڑ چکنے رہتے، اور حرکت کے وقت اس سے، گاڑھے لیسدار تیل کی طرح، سہولت پیدا ہوتی ہے ۔

نیز اطباء مانتے ہیں کہ آنتوں کے اندر بھی ایک خاص قسم کی سفید لیسدار رطوبت پائی جاتی ہے، جو آنتوں کی اندرونی سطح پر پھرتی رہتی ہے، اور جس کو قدیم اصطلاح میں صَّمْعُ رُوحِ الْاِهْجَاءِ اور مترصیص الْاِهْجَاءِ کہا جاتا ہے ۔

تمام اغشیہ مخاطیہ ایک سفید لیسدار رطوبت سے چکنی رہتی ہیں، ان جلیوں میں جب ورم (ورم نزلی) پیدا ہو جاتا ہے، تو اس بلغمی رطوبت کا ترشح بڑھ جاتا ہے : اس قسم کے ورم کو ابوالاطباء بقراط منزله کہا کرتا ہے ۔

الغرض منزله، زکام، کھانسی وغیرہ کی صورتوں میں مختلف مخارج بدن سے سفید قسم کی رطوبات خارج ہو ا کرتی ہیں، ان سے قدیم اطباء بے خبر نہ تھے ۔

اطباء قدیم مشاہدہ و تجربہ سے ثابت کرتے ہیں کہ خون میں سفید لیسدار قسم کی رطوبتیں پائی جاتی ہیں، جس کا تفصیلی بیان آئندہ آنے والا ہے ۔

یہ بھی مسلمات قدیمہ سے ہے کہ دماغ جیسے اعضاء کے تغذیہ میں سفید قسم کی رطوبتیں بھی شریک ہوتی ہیں ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بدن کے مختلف مقامات پر سفید قسم کی رطوبات پائی جاتی

۱۔ حوالہ (۵۵) حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو : ڈارلینڈ کی امریکن ڈکشنری، لفظ "دکسٹار"

جو منزله کا مترادف ہے، یہاں ڈارلینڈ نے منزله کی تعریف بقراط کے الفاظ میں کی ہے، اور انہیں قدیم بزرگ کے نام (ہیپوکرےٹیس، البوقراطیس، بقراط) کا حوالہ

دیا ہے ۔

ہیں، اور اطباء قدیم کی اصطلاح میں سب کو بلغم کہا جاتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مدعا ہرگز نہیں ہے کہ سب کی ماہیت ایک ہے، سب ایک ہی مزاج رکھتی ہیں، ایک ہی خواص رکھتی ہیں، اور سب میں عناصر کے اجزاء ایک ہی تناسب سے ملے ہوئے ہیں۔

بلکہ قدماے فن کے مسلمات کا مدعا یہ ہے کہ بلغم ایک اسم جنس ہے، جس کے تحت میں مختلف الانواع اقسام رطوبات داخل ہیں، اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک کی ماہیت اور ترکیبی اجزاء دوسرے سے مطابق ہو، اور ایک کے خواص دوسرے میں لازماً پائے جائیں ؟



ایک شبہ کا ازالہ

متقدمین کے اصولی مسلمات کے مطابق جب یہ دعوے کیا جاتا ہے کہ جگر اور مرارہ کے علاوہ صفراء خون میں، پیشاب میں، اور پائے گانہ میں بھی پایا جاتا ہے، تو اس پر بعض معترضین یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ

”چونکہ اس صفراء کے خواص، جو جگر اور مرارہ میں اکٹھا ہوتا ہے اس چیز سے

جدا گانہ ہیں، جو خون یا پیشاب میں پائی جاتی ہے، اس لئے خون اور پیشاب کی

زرد رویت کو صفراء نہیں کہا جاسکتا، اور قدما کا یہ نظریہ ہرگز صادق نہیں

ہے کہ خون میں صفراء پایا جاتا ہے“

لیکن اگر مذکورہ بالا وضاحت کو پیش نظر رکھا جائے، تو یہ شبہ از خود نہایت

بہولت سے دور ہو جاتا ہے ؟

یہ اعتراض محض اس بنا پر پیدا ہوا ہے کہ معترض کے نزدیک صفراء ایک مخصوص زرد رطوبت کا نام ہے، جو محض جگر اور مرارہ میں پایا جاتا ہے۔ اس مخصوص رطوبت کی ایک مخصوص ماہیت ہے، مخصوص خواص ہیں، اور اس میں مخصوص قسم کا تناسب اجزاء پایا جاتا ہے۔ یعنی معترض کے نزدیک صفراء کی حیثیت واحد فی النوع کی حیثیت ہے، جس کے تحت مختلف الانواع اشیاء

نہیں آسکتیں ؟

لیکن قدام کے نزدیک صفراء ایک اسم جنس ہے، جس کا مفہوم اس سے بہت زیادہ وسیع ہے، اور جس کے تحت جگر اور پتہ والا صفراء بھی داخل ہے، اور اس کے علاوہ بدن کی دوسری رطوبتیں بھی داخل ہیں، بشرطیکہ وہ زرد رنگ رکھتی ہوں، خواہ ایک کے خواص دوسرے سے جدا گانہ ہوں۔

الغرض قدام کے نزدیک صفراء کی حیثیت واحد فی النوع کی بجائے ”واحد فی الجنس“ کی ہے، جس کے ماتحت مختلف الانواع رطوبات جمع ہو سکتی ہیں۔

یہ محض نزاع لفظی ہے :

حاصل یہ ہے کہ اس شبہہ کی بنا غلط فہمی پر، اور اس کی حیثیت ایک لفظی نزاع کی ہے۔ اگر بحث و گفتگو سے پہلے الفاظ کے معانی اور اصطلاحات کے حدود، بلحاظ مفہوم و مصداق متعین کر لئے جائیں، تو کوئی سوال باقی نہیں رہتا۔



اس مقام میں بعض لوگ اس طرح بھی تقریر فرمایا کرتے ہیں :

”صفراء محض اُسی رطوبت کو کہنا چاہئے، جو جگر اور مرارہ کے اندر پائی جاتی ہے۔ کسی دوسری زرد رطوبت کو، خواہ وہ خون میں پائی جائے، یا پیشاب و غصہ میں، صفراء کہنا غلط ہے۔“ — متقدمین کو کیا حق ہے کہ صفراء کے مفہوم کو اتنا وسیع کر دیں کہ جہاں بھی زرد رطوبت موجود ہو، وہاں یہ لفظ صادق آئے۔“
اس کا جواب یہ ہے کہ

”الفاظ و اصطلاحات پر کسی فرد قوم کا اجارہ نہیں ہے۔ آپ صرف اپنا سہلہ اور اپنا ذاتی عقیدہ پیش کر سکتے ہیں، لیکن تقدمین کے وضع کئے ہوئے مفہوم پر ”غلط ہونے“ کا فتوے صادر نہیں کر سکتے۔ علاوہ ازیں تقدمین کی طرف سے، معتزمین کو مخاطب کر کے اُن کا وکیل الزام یہ کہ سکتا ہے کہ

آپ کو کیا سخی حاصل ہے کہ صفراء کے وسیع مفہوم کو اتنا تنگ کر دیں، کہ وہ محض جگر اور مرارہ کی رطوبت تک محدود ہو جائے، اور خون اور پیشاب کی زرد رطوبات کو صفراء نہ کہا جاسکے، اور انحالیکہ البقراط دجالینوس جیسے ائمہ فن ہزاروں سال سے انہیں صفراء کہنے چلے آ رہے ہیں۔

علامہ ازہر اس وقت گفتگو اصطلاحات کے حدود معانی میں نہیں ہے۔ گفتگو کو متقدمین کے اس مسئلہ میں ہے کہ آیا زرد رنگ کی رطوبت خون اور پیشاب میں پائی جاتی ہے، یا نہیں، جنہیں متقدمین اپنی اصطلاح میں ”صفراء“ کہتے ہیں۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ اس زرد رطوبت کا نام آپ کی کتابوں میں کیا ہے، اور صفراء کا مفہوم آپ کے نزدیک کتنا محدود یا وسیع ہے۔ چنانچہ یہ بحث ایک مستقل باب (خون میں صفراء کا ثبوت) میں آنے والی ہے، جس میں ثابت کیا جائے گا کہ خون کے بہاؤ میں زرد رنگ کی رطوبتیں بھی پائی جاتی ہیں، اگرچہ خون کی غالب سمرقی زرد رنگ کی رطوبت کو اس طرح دبا لیتی ہے کہ بظاہر اس کا وجود محسوس نہیں ہوتا۔ رہا پیشاب میں زرد رطوبت کا ثبوت، تو وہ من اجلہ البید میبہات ہے۔ ہر شخص روزمرہ اپنے پیشاب میں ایک خاص حد تک زردی پاتا ہے جو موسم وغیرہ کے تغیر سے کم و بیش ہو جایا کرتی ہے۔

پیشاب کی اس زرد رطوبت کے بارہ میں بھی تفصیلی گفتگو آنے والی ہے کہ یہ کیا چیز ہے، کس طرح حاصل ہوتی ہے، اور کیا اس کا کوئی تعلق اس خاص جگر والے زرد مادہ سے بھی ہے، یا نہیں، کو مخصوص طور پر معترض صفراء کی اصطلاح سے یاد کرتا ہے +

جواب کا دوسرا پہلو

علامہ ازہر جگر کی زرد رطوبت کے خواص کا خون اور پیشاب کی زرد رطوبات میں دھوٹھنا اس وجہ سے بھی بجا نہیں کہ جدید و قدیم دونوں ادوار کے محققین تسلیم کرتے ہیں کہ

”بدن انسان کے ہر عضو میں، اور ہر عضو کے ہر جزو میں ایک قسم کی قوت ہائیمہ
 وغیرہ ہوتی ہے، جو کم و بیش ہمہ دم موجودہ و موصولہ رطوبات میں استعمال
 و تغیر پیدا کرتی رہتی ہے۔“

اب ظاہر ہے کہ جو زرد رطوبت جگر وغیرہ میں پائی جاتی ہے، اگر وہ خون کے
 بہاؤ میں پہنچ جائیگی، جیسا کہ متقدمین مانتے ہیں، اور شاید مخالفین اخلاط بھی اب
 مانتے لگے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ اعضاء کی اس قوت ہائیمہ اور تغیر سے متاثر
 نہ ہو، اور یہ فریقین کا مسلہ ہے کہ استعمال و تغیر کے بعد کل سابقہ خواص کا کسی پھر میں
 باقی رہنا ضروری نہیں +

متقدمین کے تقسیم اخلاط کے بارہ میں علامہ علی حسین گیلانی (شرح قانون)

شیخ الرئيس فرماتے ہیں:

حوالہ (۵۶)

”ونقول ايضاً ان الرطوبات
 الخلطية الخمسة والفضلية
 تنحصر في اربعة اجناس“

”نیز ہم کہتے ہیں کہ جملہ رطوبات خلطیہ
 خواہ محسوسہ (اچھی) ہوں، خواہ فضلیہ
 چار جنسوں میں منحصر ہیں۔“

شیخ الرئيس کے اس قول کے ذیل میں علامہ علی حسین گیلانی فرماتے ہیں:

حوالہ (۵۷)

هذا تقسيم لمطلق الخلط
 الى الاجناس اربعة
 لا حصص محض، فان كل
 جنس من الاربعة قد يكون

”چار اجناس کی طرف یہ مطلق خلط
 کی تقسیم ہے؛ یہ محض حصص نہیں ہے، کیونکہ
 چاروں میں سے ہر جنس گاہے فضلہ ہوتی ہے،
 اور گاہے صراحہ دکار آمد جیسا کہ ہم

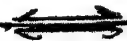
فقیریب ذکر کریئے :

فضلاً و قد یكون صالحاً،
كما تلاحظ

گویا کہ ہر خط صالح اور ہر خط ردی چاروں
اجناس کی طرف منقسم ہے، جیسا کہ
چاروں اجناس میں سے ہر جنس خط
صالح اور خط ردی کی طرف منقسم ہے +
اخلاط کی چار قسموں کو ”چار جنس“ کیوں کہا گیا؟ اس کا جواب علامہ عیسیٰ
اس طرح دیتے ہیں :

والاطلاق الجنس علی القسم
لکثرة اقسامه متماثراً تحت
کل منها، كما یظهر +

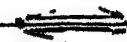
اور ”قسم“ پر ”جنس“ کا اطلاق
اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ ان چاروں میں
سے ہر جنس کے تحت بہت سی قسمیں پائی
جاتی ہیں، جیسا کہ آئندہ ظاہر ہو گا +



اس کے بعد علامہ مسدوح بتاتے ہیں کہ اخلاط کے چار ہونے کی بہترین
دلیل، مشاہدہ ہے، جس کی وضاحت آئندہ آتی ہو گی۔ اس بیان کے بعد
فرماتے ہیں :

”والا یجوز ان کل جنس و
عرف اقسام کل جنس
اشاراً الی مخالفته
حقائق الاقسام“

”شیخ الرئیس نے ہر جنس کی تعریف
نہیں کی، لیکن ہر جنس کے اقسام کی تعریف
کی۔ اس سے شیخ موصوف اس طبع
اشارہ فرما رہے ہیں کہ ان (ذیلی) اقسام
کی حقیقتیں، ایک دوسرے سے مختلف ہیں +



یعنی شیخ الرئیس نے اپنی کتاب قانون میں اخلاط کی چاروں اجناس
میں سے ہر جنس کی ایک الگ مثال فراہم یا بلغم کی کوئی جامع تعریف نہیں کی
ہے، جو اس کے تمام اقسام پر صادق آئے، کیونکہ ان کے ذیلی اقسام کی ماہیتیں،

ایک دوسرے سے مختلف اور مجداگانہ ہیں۔ صفراء کے تمام اقسام اور بلغم کے تمام اقسام کی ایک حقیقت اور مشترک ماہیت نہیں ہے۔

خلاصہ اقوال :

علامہ علی حسین گیلانی کے ان اقوال کا خلاصہ یہ ہوا کہ :
مثلاً صفراء کسی ایسی منفرد چیز کا نام نہیں ہے، جس کی محض ایک حقیقت ہو،
بلکہ یہ ایک اسم جنس ہے، جس کے تحت میں مختلف حقائق کی متعدد اقسام پائی جاتی
ہیں۔

یہی حال دیگر اغلاط کا بھی ہے، اسی وجہ سے شیخ الرئیس نے ”چار اقسام“
کی بجائے ”چار اجناس“ کہا۔

بلغم کی تعریف اور شیخ کا اس سے گریز علی حسین گیلانی کا قول اور اس پر تبصرہ

علامہ علی حسین گیلانی کا ایک قول درج کیا جاتا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے :
”لوگوں نے مطلق بلغم کی دو طرح تعریف کرنے کی کوشش کی ہے، مگر چونکہ
یہ دونوں تعریضیں جامع نہیں ہیں، اس لئے شیخ نے مطلق بلغم کی کوئی تعریف نہیں
کی۔ ہاں اقسام بلغم کا ذکر کر کے ان کی وضاحت ضرور کی ہے۔“

حوالہ (۵۸۶)

چنانچہ علامہ علی حسین گیلانی فرماتے ہیں :

عَرَّفُوا الْبَلْغَمَ ثَلَاثًا :
بِأَنَّهُ خَلْطٌ أبيض اللون
على ميم الرائحة .
وتأرجح على قياس تعريف

بلغم کی پہلی تعریف ”اطباء کا ہے

بلغم کی اس طرح تعریف کرتے ہیں :۔

بلغم ایک سفید رنگ کی، بے بو خلط ہے۔“

دوسری تعریف :۔ اور گاہے خون

الدم بانه خلط بارد الطبع
رطبہ۔

والانتقاض الاول بالبلغم
الحفن والمالح المتكون
من اختلاط التفيد بالصفراء،
واختلال الثاني لعدم
كون البلغم الطبعي بارداً
بالطبع، فانه كما يقول،
برودة بالقياس الى البدن
قليل، مع ان البدن على
الجملة خارج عن الاعتلال
قليلاً الى الحرارة؛ بل
برودة نسبي ماخوذ
بالقياس الى الصفراء
والدم فكيف بالمالح
شاك۔

ترَكَّهُمَا وَاسْتَنْفَى بِمَا
سَبَقَ مِنْ تَعْرِيفِ الْخُلَاطِ
الَّذِي بِمَنْزِلَةِ الْجَنَسِ لَهُ
وَإِفَاضَ إِلَى تَوْضِيحِهِ
بِذِكْرِ أَقْسَامِهِ وَتَعْرِيفِ
فَسْمِيَةِ الْأَوَّلِينَ —
اعْنَى الطَّبْعِي تَعْرِيفاً

کی تعریف کے قیاس پر اس طرح تعریف
کرتے ہیں۔ — بلغم ایک بار و رطب خلط
ہے۔

لیکن چونکہ پہلی تعریف بلغم متعفن
اور اس ممکن بلغم سے ٹوٹ جاتی ہے، جو چھکے
بلغم اور صفراء کی آمیزش سے حاصل ہوتا ہے،
اور چونکہ دوسری تعریف میں یہ خلط ہے
کہ طبعی بلغم طبعاً بار و نہیں ہوتا ہے، کیونکہ
طبعی بلغم کی برودت — جیسا کہ شیخ آگے
چل کر خود بتائیگا — بدن انسان کی نسبت
سے تھوڑی ہے؛ علاوہ انہیں بدن نجی فی الجملہ
اعتدال سے خارج، اور قدرے حرارت کی
طرف، مائل ہے؛ بلکہ بلغم کی برودت ایک
اضافی اور نسبی امر ہے، یعنی طبعی بلغم بمقابلہ
صفراء اور خون کے بار و ہے — چہ جائیکہ
مثلاً بلیں بلغم (وہ تو ہرگز بار و نہیں ہو سکتا،
بلکہ وہ صفراء سے قریب اور گرم و خشک
ہے) —

ان وجوہ سے شیخ نے ان دونوں
تعریفوں کو ترک کر دیا، اور جو کچھ خلط کی
تعریف میں، جو بلغم کے لئے جنس کے قائم
مقام ہے، بیان کیا گیا ہے، اسی پر اکتفا
فرمایا، اور بلغم کی توضیح کا مقصد اس کے اقسام
کے ذکر سے اور اس کی بنیادی دونوں قسموں
کی تعریف سے پورا کیا، معنی بلغم طبعی کی تو کھلے طور پر

ظاہراً، وغیر الطبعی
تحریفاً بمقایسة الطبعی
منہ +
(شرح گیلانی، صفحہ ۱۱۸)

تعریف کی، اور بلغم غیر طبعی کی گو کھلے طور پر
تعریف نہیں، مگر یہ ظاہر ہے کہ طبعی بلغم کی
تعریف کے بعد قیاساً بلغم غیر طبعی کی
تعریف خود بخود نکل آتی ہے؛

شرح قول مذکور:

علامہ علی حسین گیلانی کے قول کی شرح یہ ہے کہ
بعض متقدمین نے مطلق بلغم کی تعریف میں دو خصوصیات، سفیدی اور عدم
رائحہ، کا ذکر کیا ہے، لیکن دوسرے حضرات نے عام بلغم کی خصوصیات میں خون کی
طرح اس کے مزاج کا ذکر کیا ہے کہ بلغم باطبع بار در طب ہو کرتا ہے۔
اس لحاظ سے ظاہر ہے کہ جب عام اور مطلق بلغم میں یہ خصوصیات تسلیم کر لی
جائیں، تو جس جگہ یہ خصوصیات نہ پائی جائیں گی، وہاں بلغم کا ہرگز الملاق نہیں ہو سکتا۔
اس کے نفع یہ ہوئے کہ پہلی تعریف کے لحاظ سے، جس رطوبت میں سفیدی اور
عدم رائحہ نہ پایا جائے، اُسے بلغم نہیں کہا جاسکتا، — اور دوسری تعریف کے لحاظ
سے، جس خلط میں برودت و رطوبت نہ پائی جائے، اُسے بلغم کا لقب نہیں مل سکتا۔
لیکن واقعہ یہ ہے کہ متعین بلغم کو بلغم کہا جاتا ہے، حالانکہ اُس میں ایک صفت
(عدم رائحہ) بوسے خالی ہونا) نہیں پائی جاتی ہے۔

اسی طرح یہ دعوے محل نظر ہے کہ بلغم طبعاً بار در طب ہے، اور یہ کہ برودت
و رطوبت مطلق بلغم کی ایک ایسی عام اور مشترک خصوصیت ہے کہ جہاں یہ خصوصیت
نہ پائی جائے، وہاں بلغم کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہوتا، تو بلغم مالح (شور بلغم)
کو بلغم نہ کہا جاتا، کیونکہ وہ حار یا بس ہے، اور اُس کا مزاج صفراء کے قریب تسلیم کیا
جاتا ہے، جیسا کہ اطباء نے اسکی تصریح کی ہے؛

ان قباحتوں کی وجہ سے شیخ الرئیس نے مطلق بلغم کی تعریف کر نیکی زحمت
گوارا نہ فرمائی، کیونکہ یہ دونوں تعریفات ان کے نزدیک جامع نہیں تھے۔

بلغم بالغ اور پہلی تعریف :

علامہ علی حسین گیلانی کا قول ہے :

” لیکن چونکہ پہلی تعریف بلغم متعفن اور اس تکلیف بلغم سے ٹوٹ جاتی ہے جو پھٹکے بلغم اور صفراء کی آمیزش سے حاصل ہوتا ہے “

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پہلی تعریف جس میں سفیدی اور عدم رائحہ کی قید لگائی گئی ہے، بلغم متعفن سے تو اس لئے ٹوٹ جاتی ہے کہ بلغم متعفن میں ایک قید (عدم رائحہ) مفقود رہے، لیکن تکلیف بلغم کی وجہ سے اس تعریف میں کیا نقص وارد ہوتا ہے، کیونکہ ظاہر ہے کہ تکلیف بلغم میں دونوں قیدی (سفیدی اور عدم رائحہ) پائی جاتی ہیں۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہاں غالباً علامہ گیلانی کی عبارت میں ”سہو کتابت“ سے کچھ رہ گیا ہے، کیونکہ بلغم کی تعریف میں ”جب تک کہ“ کے زے کا ذکر نہ کیا جائے، یہ بدیہی ہے کہ بلغم کے تکلیف ہونے سے وہ تعریف کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتی۔

لیکن اگر یہ شبہ کیا جائے کہ (۳) تعریف میں چونکہ دو قیدی لگائی گئی ہیں :

اول رنگہ کا سفید ہونا، اور دوم بو کا مفقود ہونا، اس لئے دونوں قیود کے لحاظ سے بلغم کی دو مثالیں دی گئی ہیں : ایک مثال بڑکی ہے، اور دوسری مثال رنگہ کی۔ بلغم متعفن سے یہ تعریف اس لئے ٹوٹ جاتی ہے کہ یہ بڑ سے خالی نہیں ہوتا، اور تکلیف بلغم سے یہ تعریف اس لئے شکاک ہو جاتی ہے کہ اس میں صفراء کی آمیزش کی وجہ سے سفیدی نہیں ہوتی۔

تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ (۱) ”بڑکی“ کسی معتبر مصنف نے یہ نہیں بتایا ہے کہ اس قسم کے مشور بلغم کا رنگ سفید نہیں ہوتا ہے۔

ثانیاً۔۔۔ متقدمین نے تصریح کی ہے کہ بلغم کی ساری قسمیں ہمیشہ سفید ہو کرتی ہیں۔ اس کی ایسی کوئی قسم نہیں ہے جو سفیدی سے خالی ہو۔

پہنا سچہ علامہ برہان الدین نفیس فرماتے ہیں :

حوالہ (۵۹)

ولما كانت اصناف
البلغم مشتركة في اللون
وهو البياض، ومختلفة
في القوام والطعم قسمة
باعتبار ما يختلف فيه
دون ما يشترك فيه
لاستحالة التقسيم
باعتبار سطح +
(۹۳- کلیات نفیسی، دستہ المسج)

یہ چونکہ بلغم کی ساری قسموں کا
رنگ ۔۔ سفیدی — ایک ہی ہے،
اور فرق اگر ہوا کرتا ہے، تو محض قوام اور
مزہ میں اس لئے قوام اور مزہ کے لحاظ سے،
جن میں اختلاف ہوا کرتا ہے، تقسیم کی گئی،
اور رنگ کے لحاظ سے، جن میں سب متحد
ہیں، کوئی تقسیم نہیں کی گئی، کیونکہ اس کے
لحاظ سے (ایسی مشترک چیز کے لحاظ سے)
کسی طرح تقسیم نہیں ہو سکتی ؟

بلغم کی تمام خصوصیات میں رنگ کی اہمیت

علامہ علی حسین گیلانی کے اس علمی انبیاء سے اس امر پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے،
کہ عام بلغم کی تعریف میں متقدمین نے جو قیود و صفات قائم کئے ہیں، مجموعی حیثیت
سے کلی تین ہیں :

رنگ کا سفید ہونا — بو سے خالی ہونا — بارور و طبع ہرناج
ان عام صفات میں اگر ہم، گیلانی کے علمی حکمت کو سامنے رکھ کر، باہم مقابلہ
کریں، تو بدیہی طور پر یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ

صرف رنگت کی سفیدی ایسی صحت ہے، جو ہمیشہ قائم رہتی ہے، اور اس صفت
سے بلغم کی کوئی قسم خالی نہیں۔ — اس کے برعکس، بلغم کی باقی دونوں صفتیں ایسی ہیں
کہ ان سے بلغم بعض حالات میں خارج ہی ہو جاتا ہے، درآغالیہ و اس حالت میں
بھی بلغم ہی کہلاتا ہے، اور اس کی بلغمیت ختم نہیں ہوتی ہے۔ لیکن باہم کی

کوئی قسم ایسی نہیں ہے کہ سفیدی کی صفت اس سے چھن جائے، اور اس کا نام بلغم برابرتائم رہے۔

اس بیان سے میرا مدعا یہ ہے، جیسا کہ گزشتہ ابواب میں ثابت کیا گیا ہے، کہ اخلاط کی تقسیم میں اطباء قدیم نے محض رنگ کو بنیاد و اساس قرار دیا ہے۔ دوسری صفات اس بارہ میں اساس و بنیاد مہرگز نہیں ہیں۔

ارباب نظر کے لئے اس میں ایک حکیمانہ بصیرت ہے؛

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ +



باب (۸)

اخلاط کی باہمی آمیزش

ابوہل سیحی کے اقوال

خون کے اندر سار اخلاط مخلوط ہیں

سابقہ ابواب میں متعدد مقامات پر ظاہر کیا گیا ہے کہ متقدمین یہ تسلیم کرتے

ہیں:

”بدن میں مختلف رنگ کی رطوبتیں پائی جاتی ہیں، جن کو چار گروہوں میں تقسیم کر کے ان چاروں گروہوں کے چار نام قائم کئے گئے ہیں۔“

اب اس باب میں قدماء کے اس مسئلہ پر گفتگو ہوگی کہ

(۱) مختلف رنگ کے سارے اخلاط، یعنی چاروں رنگ کی رطوبتیں خون میں ملی جلی پائی جاتی ہیں۔

(۲) مگر خون کی سرخی باقی رنگ کی رطوبات کو دبا لیتی ہے، اس لئے سرسری طور پر خون ہی خون نظر آتا ہے، اور دوسرے رنگ کی رطوبات کا وجود بادی النظر میں محسوس نہیں ہوتا۔

یہ دعاوی پہلے قداماء کے اقوال و مسلمات کی رو سے بیان کئے جائینگے۔ اس کے بعد وہ وجوہ و اسباب لکھے جائینگے، جن کی بنا پر ان کے دماغ میں ایسے نتائج، دعاوی کی شکل میں، حاصل ہوئے۔ پھر ملحقہ ابواب میں ثبوت کے طور پر علوم جدیدہ کے اقوال و مسلمات پیش کئے جائینگے۔

قداماء کے مسلمات و دعاوی

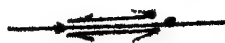
چنانچہ احب و سہل مسیحی فرماتے ہیں:

حوالہ (۶۰)

میں سارے اخلاط خون کے ساتھ مخلوط اور متحد ہوتے ہیں ایسی صورت میں نہیں ہوتے کہ مت از طور پر ایک دوسرے سے جدا کیے نظر آئیں۔ ہاں جب کوئی ایسا دواء استعمال کی جاتی ہے جس میں کسی ایک خلط کو خون سے جدا کرنے کی خاصیت ہوتی ہے (مثلاً کسی خاص خلط کی دوا، سہل، جو اپنے مخصوص عمل سے خون کے بعض خاص اجزاء کو نمایاں طور پر زیادہ خارج کرتی ہے): یا جب خون بدن سے خارج ہوتا ہے، تو اُس وقت خون کے اخلاط (جو خون کے اندر یا ہضم ملے جلے ہوتے ہیں، کم و بیش) الگ الگ ہو سکتے ہیں۔“

اصلی عبارت:

و جميع الاخلاط مختلطة بالدم متحدة فيه
لا تتميز الا بادوية شتى واحدا منها، او عندما
يخرج من البدن، فتتميز.
(۳۲ متھسی)



الغرض وہ سرخ سیال جو رگوں میں ہوتا ہے، اور جو گاہے اپنے ان قدرتی ظروف سے برآمد بھی ہو جایا کرتا ہے، جس کو ہم خون کے نام یاد کیا کرتے ہیں، وہ اگرچہ بظاہر دیکھنے میں یک رنگ و یک قوام معلوم ہوتا ہے، اور اس یک لگی سے بادی النظر میں یہ رائے قائم ہوتی ہے کہ شاید خون کے سارے اجزاء ایک نوع و یک جنس ہیں، (خون متشابہ الاجزاء ہے) مگر درحقیقت ایسا نہیں ہے، بلکہ خون مختلف المابیت اجزاء کا ایک حیرت انگیز مجموعہ ہے، جس کے اندر طبعی حالت میں مختلف خواص کے مواد بہ شکل سیلان پائے جاتے ہیں (یعنی خون متشابہ الامتزاج ہے)۔

یہی وجہ ہے کہ ہر مہل دواء سے دستوں کی راہ ایک ہی قسم کا مادہ خارج نہیں ہو کرتا، بلکہ مختلف مہل ادویہ سے خاص خاص قسم کی رطوبتیں خارج ہوتی ہیں، جو اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ خون مختلف اشیاء کا مجموعہ ہے، کیونکہ مہل کے ذریعہ جو مواد خارج ہوا کرتے ہیں، وہ بلا واسطہ یا بالواسطہ خون ہی سے خارج ہوا کرتے ہیں۔ اگر خون کے اندر سارے اجزاء ایک ہی قسم کے ہوتے، تو مختلف دست آور ادویہ دینے کی صورت میں ہمیشہ ایک ہی قسم کی چیز برآمد ہو کرتی۔

الغرض مختلف خواص کے ان ہی مواد کو، جو طبعاً خون کے اندر ملے جلتے اور بصورت سیلان پائے جاتے ہیں، اطباء قدیم اخلاط، اور گاہے اخلاط خون کہتے ہیں۔

ان مختلف الخواص رطوبات کو اطباء نے رنگ کے لحاظ سے چار جماعتوں میں تقسیم کر دیا ہے

(۱) سرخ رنگ کی رطوبت، جو مقدار میں سب سے زیادہ ہے۔ یہی خالص جوہر دھوی یا خالص خون ہے، جو اپنے رنگ میں باقی ساری رطوبتوں کو چھپا لیتا ہے، اور مجموعہ مرکب سرخ نظر آتا ہے، جس کو قدیم اصول کے

اسی وجہ سے مہل کی مختلف قسمیں کی جاتی ہیں مثلاً مہل مفرد (کوئے لاک) مہل ثانیہ (ڈانڈرے لاک) مہل شفیہ (ڈانڈک پرگے ٹو) مہل سادہ (سپل پرگے ٹو) وغیرہ (تفصیل کیلئے منتقل باب چھٹا)

مطابق، ظاہر پر نظر کر کے خون کہا جاتا ہے، حالانکہ وہ تمام اخلاط کا مجموعہ ہوتا ہے۔

(۲) زرد رنگ کی رطوبت، جس کو صفرا، یا جوہر صفراوی کہا جاتا ہے، جو اگرچہ خون میں بظاہر نظر نہیں آتا، جس طرح دیگر اخلاط نظر نہیں آتے، مگر آئینہ ثابت کیا جائیگا کہ زرد رنگ کی چیزیں خون میں پائی جاتی ہیں، نیز یہ ثابت کیا جائیگا کہ جگر اپنے مخصوص فعل کے ذریعہ خون سے صفراوی مواد حاصل کر کے چھانٹ لیتا، اور اپنی نالیوں اور پیٹہ (مرارہ) کے اندر اکٹھا کر دیتا ہے۔

(۳) سفید رنگ کی رطوبت، جس کو جوہر بلغمی، یا بلغم کہا جاتا ہے، جو غشاء مخاطی وغیرہ کی راہ مختلف صورتوں میں خارج ہوتا ہے، اور جس کو قدیم اطباء نے انڈے کی سفیدی سے بھی تشبیہ دی ہے۔

(۴) سیاہ رنگ کی رطوبت، جس کو جوہر سوداوی، یا سوداؤ کہا جاتا ہے، جو طبعی طور پر سیاہ جلد، طبقہ مشیمہ، بال، اور خون کے اندر، اور غیر طبعی طور پر سیاہ پیشاب، سیاہ پائخانہ، سیاہ رسولی، سیاہ سرطان، اور مختلف امراض میں پایا جاتا ہے، جن میں بدن کی جلد وغیرہ کالی ہو جاتی ہے۔

خون خلیط (آئیزہ) ہے

الغرض مذکورہ بالا چاروں گروہ کی چیزیں خون میں ملی جلی پائی جاتی ہیں، اور خون درحقیقت ان سب اجزاء کا ایک خلیط (آئیزہ) ہے، چنانچہ یہ چاروں قسم کے اجزاء آخر خلاط کہلاتے ہیں، جو لفظ خلط کی جمع ہے، اور لفظ خلط سے

لے خلیط، جب دو یا زیادہ چیزیں باہم سادہ طور پر ملی ہوئی ہوں، تو ایسے مجموعہ کو خلیط (مکسچر) کہتے ہیں، جس کا دوسرا نام ہنریج بھی ہے۔ ”سادہ طور پر ملنے“ سے مراد یہ ہے کہ دونوں اس مجموعہ میں اپنے اصلی مزاج پر قائم رہیں۔ آمیزش کے بعد ان کی ذاتی ترکیبیں فنا نہ ہو جائیں۔ مثلاً نمک اور پانی ملا ہوا۔

مشتق ہے، جس کے معنی آمیزش کے ہیں۔
نوٹ آئندہ ابواب میں شرح و بسط سے اس مدعا پر روشنی ڈالی جائیگی۔

چنانچہ ابوسہل مسیحی فرماتے ہیں:

حوالہ (۶۱)

”وہ جسم (جسم سٹیاں) جو عروق کی تجوین میں گھرا ہوا، اور جو چاروں اخلاط سے
مختلف (مختلط : خلیط) ہوتا ہے، خون (دم) کہلاتا ہے۔“
والجسم المحصور في تجويف العروق المختلط
من الاخلاط الاربعة يسمى ”دماً“
(۱۱۱ مسیحی)

خلط کے لغوی معنی اور وجہ تسمیہ

خلط کے معنی ”آمیزش“ (ملاوٹ) کے ہیں۔
چونکہ خون کے اندر مختلف قسم کی رطوبتیں ملی جلی ہوتی ہیں، جیسا کہ اوپر بتایا گیا
ہے، اسلئے ان اجزاء کو آخلط کہا جاتا ہے۔
صاحب مسجّد فرماتے ہیں:

حوالہ (۶۲)

”خلط، ہر وہ چیز، جو دوسری چیز کے ساتھ ملی ہوئی ہو (جس کو اردو میں
ملاوٹ، اور فارسی میں آمیزش کہتے ہیں)۔ اس کی جمع آخلط
ہے۔“

”علاوہ ازیں آخلط ان قسموں کو بھی کہتے ہیں، جو باہم ملی جلی ہوں۔“
”اخلاط بدن : متقدمین کی اصطلاح میں، خون، بلغم، سودا،
اور صفراء کو کہتے ہیں۔“

خَلِيطٌ : مَخْلُوطٌ (ملی علی چیز) .

الْخَلَطُ : كُلُّ مَا خَالَطَ الشَّيْءُ : (جمع) أَخْلَاطٌ .
 الْأَخْلَاطُ : أَيْضًا الْأَصْنَافُ الْمَخْلُوطَةُ .
 أَخْلَاطُ الْجَسَدِ : فِي عَرَفِ الْأَقْدَمِينَ : الدَّمُ وَالْبَلْغَمُ
 وَالسُّودَاءُ وَالصَّفَرَاءُ .
 الْخَلِيطُ : الْمُخَالِطُ .

ہر خلط آمیزش کی صورت میں

یہ ایک حقیقت ہے کہ صحت یا مرض میں ، فطرۃ کوئی خلط بسیط ہونے کی حالت میں نہیں ملا کرتی ، ہمیشہ وہ خلیط (آمیزہ : بمکسچر) ہی کی صورت میں پائی جاتی ہے ۔ بول و براز میں بھی جب کبھی خون ، بلغم ، صفراء ، اور سوداء کے اجزاء پائے جانے ہیں ، تو سمجھی یہ خالص صورت میں نہیں ہوتے ، بلکہ دیگر اخلاط و رطوبات کے ساتھ ملے جڑے ہو کر تے ہیں ۔

جگر اور معرہ سے جو صفراء و روزانہ امعاء پر گرا کرتا ہے ، یہ بھی ایک قسم کا خلیط ہوتا ہے ، اور اس کے ساتھ رطوبت بلغمیہ کی ایک مقدار ملی رہتی ہے ، جیسا کہ صفراء کے بیان میں آنے والا ہے ۔

خلط اور مزاج لغت مترادف

خَلِطٌ کے معنی اگر ملاوٹ اور آمیزش کے ہیں ، تو یہی معنی مزاج کے

لہ بسیط ، سادہ ، خالص ، جو کسی سے ملا ہوا نہ ہو ، ہر کب کا مقابل ، اور حُفْرُ
 کا مترادف ۔

بھی ہیں، چنانچہ بعض قدیم تر مصنفین کی کتابوں میں اخلاط کی بجائے اسی معنی کے لئے لفظ مزاجات پایا جاتا ہے، جیسا کہ ابو الحسن ربین طبری (اشناذ کریا رازی) کے گزشتہ اقوال میں کئی جگہ اس کی مثالیں گزر چکی ہیں، جو کتاب فردوس الحکمة سے نقل کی گئی ہیں۔

جب پہلی مرتبہ میری نظر اس لفظ پر ”اخلاط“ کے معنی میں پڑی تو میں بہت چونکنا ہوا، لیکن جب ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ دونوں الفاظ مترادف ہیں، تو میری الجھن ختم ہو گئی، اور میرے دماغ نے بتایا کہ ابتدائی دور ترجمہ کے وقت اگر بعض مترجمین نے اس معنی کے لئے لفظ خلط اختیار کیا تو دوسرے مترجمین کو لفظ مزاج پسند آیا۔ لیکن بعد کے آذوار میں مزاج کی اصطلاح کو ”رطوبات بدن“ سے جدا کر کے مرکبات کے ”امتزاجی کیفیت“ کے لئے مخصوص کیا، جو عام طور پر رائج ہو گیا، اور اس وقت یہی مفہوم مشہور ہے۔

صاحب مہجد لکھتے ہیں :

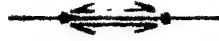
حوالہ (۶۳)

”مزاج: مصدر ہے۔ (۱) وہ چیز جو کسی دوسری چیز کے ساتھ ملائی جائے مثلاً پانی شراب میں۔ (۲) وہ چیز جس پر بدن کی بنیاد قائم کی گئی ہو، مثلاً طبائع (طبیعت کی جمع) اور صحت و مرض کے حالات۔ (جمع) آمزجہ۔

مزيج: مَمزُوج (وہ چیز جو ملی ہو، یا ملائی گئی ہو)۔
 المزاج { مصدر: ما يُمزَج به كالماء في
 الشراب. ما أَسِسَ عَلَيْهِ البدن من الطبائع والاحوال
 الصَّحِيَّةِ او المرضِيَّةِ (جمع) آمزجہ۔
 المزيج { الممزُوج۔

اس لفظی تحقیق سے ظاہر ہے کہ مزاج اگر خلط کا مترادف ہے، تو ”مزيج“ خلیط کا۔

اسی طرح خَلَطٌ اور تَخْلِیْطٌ (ملانے کے معنی میں) اگر هَنْزَجٌ اور هَنْزَاجٌ کے مترادف ہیں، تو مُخَالَطَةٌ، تَخَالُطٌ اور اِخْتِلَاطٌ بہ ترتیب، مَازِجَةٌ، تَمَازِجٌ اور اَمْتِزَاجٌ کے۔
(تحقیق کے لئے کتب نفائس کا ملاحظہ کیا جائے)



اخلاط کے بارہ میں تدا، کا ایک نیا قول

عروق کے اخلاط بدن کے بنیادی اجزاء ہیں

ابوہل مسیحی، صاحب مِثَہ فواتے ہیں :

حوالہ (۶۴)

”عُور کے ساتھ جو اخلاط رگوں کے اندر پائے جاتے ہیں، وہ بدن اِسْتَقْصَا (اُسْرُکَان) ہیں — کیونکہ مِثی کے بنانے میں کُل اخلاط حصہ لیتے ہیں، اور بدن مِثی اور عور سے بنا کرتا ہے۔ پھر مِثی چکنے کے بعد بدن انسان اسی لئے جُوعِون سے تغذیہ حاصل کرتا ہے، جو رگوں کے اندر محصور ہوتا ہے“

۱۔ خَلَطٌ — خَلَطًا وَخَلَطَ الشَّيْءُ بِالشَّيْءِ، ضَمَّه اليه وَهَنْزَجَ بِهِ.
۲۔ هَنْزَجٌ — هَنْزَجًا وَهَنْزَاجًا الشَّيْءُ ابَّ الْمَاءِ، خَلَطَهُ بِهِ.
۳۔ خَالَطَهُ مُخَالَطَةً وَخِلَاطًا، مَازِجَهُ وَدَاخِلَهُ.
۴۔ مَازِجَةٌ مِمَّا نَزَجَتْ خَالَطَهُ.
۵۔ تَمَازِجًا تَخَالُطًا.
۶۔ اِخْتِلَاطًا، اَمْتِزَاجًا.
۷۔ اَمْتِزَاجٌ بِهِ، اِعْتِلَاطًا.
(منہج)

والا خلاط التي في العروق مع الدم "استقصات
البدان"، وذلك ان المني يتكون منها كلها،
والبدان يتكون من المني والدم ثم يختلج
بعد التكون بهذا الدم المختلط المحصور
في العروق. (۵۶ نمہ مسیحی)

اُسْتَقْصَات: یونانی لفظ ہے، جس کے معنی "اصلی اور بنیادی اجزاء"
کے ہیں، جو تحلیل و تجزیہ کے وقت سب سے اخیر میں نکلیں، جس طرح کوئی مکان
اگر توڑا جائے، تو نیو کا پتھر سب سے اخیر میں نکلتا ہے۔
"عناصر بیضہ" کو بھی اسی وجہ سے استقصات کہا جاتا ہے کہ وہ تمام
عالم کے مرکبات کے لئے بنیادی اجزاء ہیں۔

الحاصل استقصات عربی لفظ اُسْرَکان کا مترادف ہے، جیسا کہ آگے
چل کر دوسرے مقام میں علامہ مسیحی نے اِغْلَاطِ عِرْوَق کو اُسْرَکان البدان بھی
کہا ہے +

مگر یہاں استقصات، یا اُسْرَکان کی اصطلاح سے بیضہ عناصر مراد
نہیں ہیں، کیونکہ بلا اختلاف تمام متقدمین و متأخرین "اغلاط اربعہ" کو "مرکب"
تسلیم کرتے ہیں؛ بلکہ یہاں اس سے محض "بنیادی اجزاء" مراد ہیں، جس سے کسی بشر
کو انکار نہیں ہو سکتا، کیونکہ قدیم و جدید، دونوں تحقیقات اس بارہ میں متفق ہیں کہ خون
ہی کے اجزاء سے خسیوں کے اندر مٹی تیار ہوتی ہے، اور یہ بھی متفق علیہ مسلحہ ہے کہ
تغذیہ کا مدار خون ہی پر ہے۔ اس لئے خون کے اغلاط، جو دراصل خون کے اجزاء
ہیں، بدن انسان کے لئے یقیناً بنیادی اجزاء ہیں۔

یہاں ہمارے مراد "خون" سے وہی سرخ سیال ہے، جو رگوں میں پایا جاتا ہے
اور جو دوسرے اغلاط سے ملاحظاً (خلیط، مختلط) ہوتا ہے، جیسا کہ علامہ مسیحی نے
اپنی عبارت میں "دم مختلط محصور في العروق" کی قید سے
اس کی وضاحت فرمادی ہے۔

علاوہ ازیں مذکورہ فوائد یقیناً طبعی خون ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں، اور طبعی خون وہی ہو سکتا ہے، جس کے اندر چاروں اخلاط (ہر لحاظ سے) مناسب مقدار میں ہوں۔
چنانچہ ابوسہل سیحی فرماتے ہیں :

طبعی خون کی جامع تعریف

حوالہ (۶۵)

”طبعی خون (دم طبعی) وہ ہے، جس کے اندر یہ اخلاط مناسب مقدار میں ہوں“ (ابوسہل سیحی)

والدم الطبعی هو الذي يكون هذه الاخلاط
بالمقدار الواجب. (۲۲۹ مٹھی)



خون طبعی کے لئے ابوسہل سیحی کی یہ تعریف بہت ہی خوب اور ہر لحاظ سے جامع ہے۔

علاوہ ازیں اس تعریف سے نتیجہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ

”اخلاط خون دراصل خون کے اجزاء ہیں“

یہ الفاظ دیگر — مذکورہ تعریف کا خلاصہ یہ ہوا کہ

”طبعی خون وہ ہے، جس کے اندر خون کے اجزاء کیفیت و کیت کے

لحاظ سے مناسب اندازہ میں ہوں“

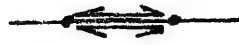
تجب مقدار الغرض اس تعریف میں مناسب مقدار (مناسب اندازہ) سے
(مقدار واجب) مراد صرف وزن و حجم (کیت) نہیں ہے، بلکہ ”مناسب اندازہ“

میں اجزاء خون کی کیفیت و نوعیت بھی داخل ہے، جیسا کہ تمام اطباء کی تصریحات

اس پر شاہد ہیں، اور آئندہ ایسے بہت سے اقوال آنے والے ہیں کہ

”خون کے اندر چاروں اخلاط، طبعی حالت میں، بلحاظ کیت و کیفیت،

ایک خاص تناسب کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ جب تک یہ تناسب قائم رہتا ہے، اُس وقت تک صحت باقی رہتی ہے، اور جب اس تناسب میں فرق آجاتا ہے، تو مرض لاحق ہو جاتا ہے۔“



قضاء کے دلائل

اخلاطِ خون کی آمیزش کے بارے میں

اس باب کے بیانات یہاں تک قضاء کے اس دعوے کی ترجمانی میں تھے کہ ”خون ایک ریلی جلی چیز (خلیط، آمیزہ، کمپیر) ہے جس کی آمیزش میں چاروں کردہ کی چیزیں حصہ لیتی ہیں۔“

لیکن اب اس سوال کو حل کیا جائیگا، کہ قضا، کو کس چیز نے مائل کیا کہ وہ اس آمیزش کے قائل ہوں؟ اور انہوں نے کیونکر باور کیا کہ خون میں مختلف اجزاء پائے جاتے ہیں، جن کو انہوں نے اخلاط کا لقب بخشا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ متقدمین کے پیش نظر چند ایسے حقائق و مشاہدات تھے، جنہوں نے اس طرف رہبری کی کہ خون اگرچہ دیکھنے میں ”ریکساں“ معلوم ہوتا ہے، مگر درحقیقت یہ انواع و اقسام جو اہر کا مجموعہ ہے، مثلاً :

(۱)

متقدمین نے یہ دیکھا کہ خون ہی سے سارے اعضاء کی پرورش ہوتی ہے حالانکہ بعض اعضاء سخت ہیں، اور بعض نرم؛ بعض سفید اور زرد ہیں، اور بعض سرخ، اور سیاہ؛ بعض اعضاء میں اگر حرارت بہت زیادہ پیدا ہوتی ہے، اور گرم کھلاتے ہیں، تو بعض دوسرے اعضاء میں حرارت نسبتاً بہت کم پیدا ہوتی ہے، اور وہ سرد کھلاتے ہیں۔

وعلیٰ ہذا القیاس — اس سے وہ اس امر کے باور کرنے پر مجبور ہوئے کہ خون دراصل مختلف قسم کے اجزاء و اجزاہر کا مجموعہ ہے، جس سے ہر قسم کے اعضاء کی پرورش ہوتی ہے؛ اور ہر عضو اپنی مخصوص قوت جاذبہ کے ذریعہ مناسب اجزاء کو (بالواسطہ یا براہ راست) خون کے بہتے ہوئے ”خوان“ سے چُن لیا کرتا ہے۔

————— (۲) —————

نیز انہوں نے دیکھا کہ جب خون رگوں سے باہر خارج ہوتا ہے، تو اس سے از خود مختلف قسم کے اجزاء الگ الگ ہو جاتے ہیں —

- (۱ ب) عَظْمٌ اور صَدَلِیل (ذرداب)؛ اُن کے مشاہدہ میں آیا کہ خون جب رگوں سے باہر نکل آتا ہے، تو وہ جم جاتا ہے، جس کے بعد اُس سے ایک زرد رنگ کا پانی برآمد ہوتا ہے، جس طرح دودھ کے جسٹے سے اس کا پانی نکل آتا ہے۔ چنانچہ خون کا پانی (زرداب) اگر دودھ کی مائیت (ماء البچن) سے مشابہ ہے، تو خون کا جما ہوا لوتھڑا (عَلَقہ) دودھ کے جمے ہوئے جز، پنیر، سے تشبیہ دیا جاسکتا ہے۔
- (ج) خون کے جم جانے کے بعد بعض اوقات متقدمین نے اس میں خیموط (دھاگے اور ریشے) بھی دیکھے — انہوں نے بعض اوقات یہ بھی دیکھا کہ ایسے خارجہ خون کی سطح پر ایک سفید سی چیز تیر رہی ہے *۔
- (د) اُن کے مشاہدہ میں یہ بھی آیا کہ بعض اوقات سیاہ رنگ کے غلیظ اجزاء تہ میں بیٹھ جاتے ہیں *۔

————— (۳) —————

متقدمین نے دیکھا کہ طبعی اور غیر طبعی حالات (صحت و مرض) میں خون سے چاروں قسم کے اخلاط جدا ہو کر بدن کے بعض حصوں میں جمع ہو جاتے، یا مختلف مسالک سے وقتاً فوقتاً خارج ہو کر اپنا جلوہ دکھلاتے ہیں۔ اس سے متقدمین نے باور کیا کہ عروق کے اندر خون کے ساتھ یہ ساری چیزیں مخلوط رہتی ہیں۔

علاوہ ازیں بعض مہل اور متقی دواؤں کے عمل سے بھی بعض اخلاط خاص طور پر نمایاں صورت میں آتے اور اسہال کے ذریعہ خارج ہوا کرتے ہیں، یہ حقیقت ہر دماغ میں اس امر کو باور کمانے کیلئے کافی ہے کہ یہ ساری چیزیں بصورت آمیزش

خون میں موجود ہوتی ہیں ۔

(۴)

شکم مادر میں جنین کی ابتدائی تکوین والدین کے نطفے سے، اور اس کا نشو و نما رحم کے خون سے ہوا کرتا ہے، جس کے اندر مختلف قسم کے اعضاء اور مختلف نوعیت کے مواد پائے جاتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ نطفہ کی ابتداء اور خون رحم کا سرچشمہ ہی عام خون ہے، جو رگوں میں گھرا رہتا ہے۔ اس استدلال نے قدام کو یہ نتیجہ اخذ کرنے کی طرف مائل کیا کہ خون کے اندر یقیناً مختلف نوعیت کے مواد ہیں، جس سے جسم جنین میں مختلف قسم کے اعضاء و جوارہ بن سکتے ہیں۔

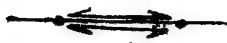
(۵)

شکم مادر سے باہر آنے کے بعد نومولود بچہ کی فطری غذا ”ماں کا دودھ“ ہے، اور دودھ بھی جس کے اندر مختلف الماہیت جوارہ پائے جاتے، اور ایک دوسرے سے الگ ہو سکتے ہیں، اسی عام خون سے بنتا ہے، جو رگوں میں بہتا رہتا ہے ۔



یہ، اور اسی قسم کے دوسرے مشاہدات و دلائل سے قدام فن نے اپنا یہ مسلمہ ترتیب دیا کہ

- (۱) خون مختلف اقسام کے رطوبات و مواد کا ایک حیرت انگیز مجموعہ ہے۔
- (۲) پھر ان تمام اجزاء خون کو، جو خون کے اندر بحالت سیلان پھرتے رہتے ہیں، اخلاط کا لقب بخشا ۔
- (۳) ان سب اخلاط کو، بلحاظ رنگ، (یا ظاہری لباس کے مد نظر) چار گروہ میں تقسیم کر دیا ۔



چنانچہ البوسہل مسیحی، اس دعوے کے بعد کہ
 ”خون کے ساتھ جو اخلاط عروقی کے اندر پائے جاتے ہیں، وہ بدن کے
 اَسْلَفُصَّاحَات (بنیادی اجزاء) ہیں۔“
 استدلال کے طور پر وضاحت فرماتے ہیں؛

پہلا استدلال

(حوالہ ۶۶)

”خون ایسا اس لئے بنایا گیا (مختلف اقسام کے اخلاط کا مجموعہ اسلئے بنایا گیا) کہ گوشت عصب کے مقابلہ میں گرم اور تر ہے، اور ہڈی عصب (اور گوشت وغیرہ) کے مقابلہ میں سرد اور سخت ہے، اسی طرح باقی سارے اعضاء میں جبہ الگائیہ خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ تمام اعضاء ایک ہی جوہر سے پیدا نہیں ہو سکتے، اور نہ ایک غذا سب کے لئے مناسب ہو سکتی ہے۔ بلکہ صورت حال یہ ہے کہ جنین کی بنانے والی قوت لطفہ (منی) سے سخت ترین اجزاء کو (جو ہڈی بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں) الگ کھینچ لیتی ہے، جس سے ہڈی بن جاتی ہے، اور گرم ترازو کو الگ کر لیتی ہے، جس سے گوشت بنتا ہے۔ اسی طرح تمام اعضاء (منی کے مخصوص مناسب اجزاء سے) حاصل ہوتے ہیں“

اصلی عبارت:

وانما صار كذلك من جهة ان اللحم اسخن
واسرط من العصب، والعظم ابرد واصلب
من العصب، وكذلك في سائر الاعضاء،
فليس يحدث كلها من جوهر واحد، ولا
الغذاء الواحد يصلح لجميعها، ولكن
القوة الفاعلة للجنين تجذب اصلب ما في
المني فيتكون منه العظم، واسخن
واسرط ما في المنى، فيتكون منه اللحم
وكذلك سائر الاعضاء.

(۵۶۹ مثنوی)

دوسرا استدلال

اس دعوے کے استدلال میں کہ

”سارے اخلاط خون کے ساتھ مخلوط صورت میں (مٹی جلی صورت میں) پائے

جاتے ہیں۔“

ابو سہل مسیحی لکھتے ہیں :

حوالہ (۶۷)

”یہی وجہ ہے کہ جب خون (فصد وغیرہ کے ذریعہ) رگوں سے خارج کیا جاتا، اور اسے ایک عرصہ تک (کسی ظرف میں) چھوڑ دیا جاتا ہے، تو اس (پلے جملے) خون سے یہ اخلاط جدا ہوجاتے ہیں، غلط سیاہ نیچے ہوتا ہے، بلغم اس کے اوپر، خون اس کے اوپر، اور زرد غلط (مفراء) اُس کے اوپر (یعنی سب سے اوپر مفراء ہوتا ہے، اور سب سے نیچے سوداء)“

اصلی عبارت :

والذ لک صار متی اخرج دم، ثم ترک زماناً
تمیزت منه الاخلاط، فصار الخلط الاسود
اسفل، والبلغم فوقه، والدم فوقه، والخلط
الاصفر فوقه. (۳۳۵ منہ مسیحی)

انتباہ :

علامہ مسیحی کا یہ قول محض اس دعوے کے استدلال میں ہے کہ ”عروق کے اندر مختلف اخلاط مٹی جلی صورت میں پائے جاتے ہیں“ اس ترتیب پر زور دینا مقصود نہیں ہے کہ ”سوداء ہمیشہ نیچے ہی ہوتا ہے، اور بلغم اس کے اوپر، وعلیٰ ہذا القیاس“ —

اس کے خلاف کبھی ہوتا ہی نہیں۔ بلکہ مقصود محض یہ بتانا ہے کہ عروق کے اندر خون کے ساتھ چاروں قسم کی رطوبتیں آمیزہ کی صورت میں پائی جاتی ہیں، اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب خون خارج ہوتا ہے تو مختلف امتیازی شکلوں میں یہ جُدا جُدا ہو جاتی ہیں، اور مختلف ذرائع سے ان کو پہچانا جاسکتا ہے۔

چنانچہ ابوسہل مسیحی کے مندرجہ ذیل قول سے، اور علامہ علی حسین گیلانی کے قول سے واضح ہو جائیگا کہ چاروں اخلاط کے لئے، بلحاظ مقام، جو ترتیب اوپر بتائی گئی ہے، ضروری نہیں ہے کہ وہی ترتیب ہر صورت میں قائم رہے۔ علامہ مسیحی استدلال کے طور پر چند مشاہدات بیان کرتے ہیں:

حوالہ (۶۸)

”خون میں ایک چیز زرداب (صدید، آبِ خون) جیسی پائی جاتی ہے، جو اس پانی کے مانند ہے، جو دودھ میں پایا جاتا ہے (اور جو دودھ کے جھنچھنے پر اس سے الگ ہو جاتا ہے)۔ (صفراء)

نیز اس میں ایک چیز نعل اور گاد کے مانند پائی جاتی ہے (جس سے مراد خون کا منجھوٹہ علقہ ہے)، جس کی نظیر دودھ میں پنیر ہے۔“ (خون)
 ”گاہے خون میں خُصِیو ط (دھاگے) بھی نظر آتے ہیں۔“ (بلغم)
 ”گاہے اس کی بالائی سطح پر ایک یا ایک سفید چیز (تیرتی ہوئی) نظر آتی ہے۔“ (بلغم) +

”بسا اوقات ایک غلیظ چیز تلے میں بیٹھ جاتی ہے۔“ (سوداء)۔

اصلی عبارت:

وفي الدم ايضا شئى، كانه صلياً، نظيره

”علامہ علی حسین گیلانی کے قول سے اس کا وہ قول مراد ہے، جس میں مذکور ہے کہ قسم کے خون کو اگر گرم پانی میں گرایا جائے، تو انڈے کی سفیدی کے مانند ایک سفید چیز سطح پر تیرتی نظر آتی ہے۔“ (دیکھو حوالہ (۶۹) ۶۶)

المائۃ فی اللبن .

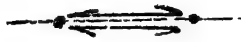
وشئ کاندہ عکس و ثفل ، نظیرہ الجبن
فی اللبن .

وقد یُرْحَا فی الدمر خیوط :

وقد یطفو علیہ شئ رقیق ابيض .

وکثیرا ما یُنْزَلُ فیہ شئ غلیظ .

(۵۵۵ مٹہ سی)



علامہ مسیحی کے قول کی وضاحت

ابوہل مسیحی کے مذکورہ بالا قول کا مدعا یہ ہے کہ

جس طرح دودھ کے جمنے سے دو چیزیں حاصل ہوا کرتی ہیں :

(۱) ایک رقیق و لطیف سیال ، جس کو مائیتِ لبن اور ماء الجبن

کہا جاتا ہے ؛

(۲) ایک منجمد چیز ، جو صاف پانی کے نکل جانے کے بعد ثفل اور گاؤ

کے حکم میں ہے ، جیسا کہ پھلوں کا رس جب نچوڑ لیا جاتا ہے ، تو بقیہ منجمد چیز کو
ثفل کہا جاتا ہے ۔

اسی طرح خون کے جمنے سے بھی دو چیزیں برآمد ہوا کرتی ہیں :

(۱) زردی مائل پانی (صلیلا) ، جو دودھ کی مائیت ، یا ماء الجبن سے مشابہت رکھتا ہے

(۲) خون کے منجمد اجزاء ، یا خون کے جھے ہوئے لو تھڑے ، جو دودھ کے منجمد

اجزاء (پنیر: جبن) سے مشابہت رکھتے ہیں ۔

صدید (زرداب) صفراء

علامہ مسیحی کے مذکورہ بالا قول میں صلیلا کے لفظ سے کیا مراد ہے ؟

صلید اُس زردی مائل پانی کو کہا جاتا ہے، جو گوشت اور زخم وغیرہ سے خارج ہوا کرتا ہے۔

یہاں علامہ مسیحی نے اُس زرد پانی (زرداب) کو صلید سے تشبیہ دی ہے، جو خون کے جمنے کے بعد اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ زرداب وہی چیز ہے، جس کو اطباء قدیم نے، لطافت کی وجہ سے، تشبیہاً رُخْوَةُ الدَّم (خون کا جھاگ) کہا ہے، درانحالیکہ یہ حقیقت میں جھاگ نہیں ہے، جیسا کہ علامہ علی حسین گیلانی، اور علامہ محمود آملی، شارحین قانون نے تصریحاً بتا دیا ہے جن کے حوالے علی حسین گیلانی کے قول کے ذیل میں ابھی آئے والے ہیں۔

اس زردی مائل مائیت کو، جو خون کے جمنے کے بعد حاصل ہوتی ہے، اطباء قدیم صغراء کہتے، اور جنس صَفْرَاء میں اسے شمار کرتے ہیں، جس کے وجود میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا۔

جدید تحقیقات

جدید تحقیقات اس حقیقت کو اس طرح بیان کرتی ہے :
"دخون کے جمنے کے بعد اس کے جمے ہوئے اجزاء سے ایک رقیق مائیت علیحدہ ہو جاتی ہے، جو رنگ میں زردی مائل ہوتی ہے۔ اس کو بلڈ سیرم (مَصْلُ اللَّحْم) کہا جاتا ہے۔

مَصْل : لغت اُس پانی کو کہتے ہیں، جو دودھ کے جمنے کے بعد اس سے الگ ہو جاتا ہے (ماء اللبن)، جیسا کہ ہسم روزانہ لکبن مَصْنَعِیْل (دہلی) میں دیکھا کرتے ہیں۔ انگریزی میں اسی چیز کو سیرم کہا جاتا ہے۔

سیرم (Serum) کا ترجمہ دوسرے انگریزی لفظ میں وہی (Whey) ہے، جس کو عربی میں هَاءُ الْجَبْن اور مَصْل کہا جاتا ہے۔

(دیکھو ڈارلینڈ اور شرف مصری کے لغات) ♦
یہ بھی واضح رہے کہ عربی میں دہی کو لَبْن بھی کہا جاتا ہے، اسی وجہ سے

میں نے ”قوسین“ میں ”(دہی کی مائیت)“ کا اضافہ کیا ہے؛
 حتیٰ کہ آجکل عرب میں لفظ ”لبن“ دہی کے لئے مخصوص ہو گیا ہے، اور
 جس چیز کو ہم دودھ کہا کرتے ہیں، اس کے لئے لفظ ”حَلِیب“ استعمال کیا
 جاتا ہے۔

خون کی اسی خصوصیت کی طرف علامہ ابو سہل سیحی اپنے طرزہ بیان ہی اشارہ
 کر رہے ہیں کہ

”خون میں ایک رقیق چیز صمدیلا (زرداب) جیسی پائی جاتی ہے، جو
 (جھے ہوئے) دودھ کی مائیت ہے (یادہی کی مائیت سے) مشابہ ہوتی ہے؛
 مے اور دوسری ایک غلیظ چیز ثفل اور گاد کے مانند ہوتی ہے جو دودھ کے
 منجھا جزا (پنیر) کے مماثل ہے“

علامہ موصوف کا طرز استدلال یہ ہے کہ
 بدن سے باہر خون نکلتا ہے تو اس میں ہمیں دو چیزیں ممتاز طور پر نظر آتی ہیں؛
 ایک رقیق زرد رنگ کی چیز — دوم جھی ہوئی سرخ رنگ کی چیز۔ اس سے
 عقلاً استدلال کیا جاسکتا ہے کہ اصلی خون میں بھی رگوں کے اندر یہ دونوں چیزیں
 بصورت اختلاط پائی جاتی ہیں۔

پہلی زرد چیز اگر خلط اصفر یا، صفراء کی نمائندگی کر رہی ہے، تو دوسری سرخ
 چیز خلط احمر یا، خون کی ہے۔

پھر یہ دونوں چیزیں گودیکھنے میں سادہ اور کہنے میں محض ووہیں، مگر حقیقت
 میں یہ دونوں چیزیں بہت سے کارآمد اور بیکار مرکبات کا ایک پیچیدہ مجموعہ ہیں۔
 ان میں سے ہر ایک جزو کو علیحدہ کر کے نام بہ نام بتا دینا علم کے اُس دورِ قدیم میں
 اگر مشکل تر تھا، تو دورِ جدید میں بھی یہ ایسا زیادہ سہل نہیں ہے، جیسا کہ بہت سے
 خوش فہم لوگ دورِ حاضر کے شاندار آلات سے مرعوب ہو کر عقیدہ قائم
 کئے ہوئے ہیں۔

خون کے ان ہی اجزاء میں سے ایک وہ چیز بھی ہے جسے علامہ سیحی نے
 خُیُوط (دجاگے) کی اصطلاح سے یاد کیا ہے؛

”گاہے خون میں خیموط (دھاگے) بھی نظر آتے ہیں۔“

خون کے خیموط کیا ہیں؟

اب سوال یہ ہے کہ

کیا یہ صحیح ہے کہ خون کے اندر خیموط پائے جاتے ہیں، اور کیا جدید معلومات سے انہیں تائید حاصل ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ

جدید معلومات اس کا اعتراف کرتی ہیں کہ خون میں ایک چیز پائی جاتی ہے، جو رگوں کے اندر طبعی حالت میں بصیرت سیلان و انخلاق قائم رہتی ہے، (فائبرین) نوجن (مُخَيِّط)، لیکن جب خون اپنے طبعی ظروف اور طبعی ماحول سے باہر آجاتا ہے، تو وہ مادہ جگر دھاگوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے، جس کو فائبرین (لیفین) کہا جاتا ہے۔

لفظ فائبرین، جس کا ترجمہ لیفین کیا جاتا ہے، فائبر سے مشتق ہے، جس کے معنی ریشہ (لیف) کے ہیں۔

ان ریشوں کو انگریزی مؤلفات میں لفظ تھریڈ سے یاد کیا گیا ہے جبکہ لفظی ترجمہ دھاگہ (مُخَيِّط، خیموط، جمع) ہے، جیسا کہ فاضل ہسپی برٹن کے حوالہ میں ابھی آنے والا ہے۔

”سفید تیرنے والی چیز“ (طانی ابیض)

سوال :- علامہ مسیحی نے کہا ہے کہ

”گاہے بالائی سطح پر ایک باریک سفید چیز (طانی ابیض) نظر آتی ہے“

یا، ”ایک رقیق سفید چیز تیری ہوئی نظر آتی ہے“

اس ”سفید چیز“ سے کیا مراد ہے، اور کیا اس کی تائید جدید مسلمات حاصل ہے؟

جواب : علامہ مسیحی نے اس بیان میں اپنے اور دیگر اطباء کے مشاہدات بیان کئے ہیں، جو ان کی آنکھوں کے سامنے واقع ہوئے، ان میں مرور زمانہ سی عقلی استدلال اور خیالی قیاس کی طرح، تغیر و تبدل کا امکان نہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ خون جب جسمے لگتا ہے، تو بعض اوقات اس کی بالائی سطح پر ایک سفید طبقہ نظر آتا ہے، جس کو انگریزی میں بلیفی کوٹ کہتے ہیں۔ بلیفی کوٹ کا عربی ترجمہ دکتور یوجینا اور تبات بیروتی (مؤلف کتاب اصول الفیسولوجیا) نے طبقہ بلیضاع (سفید طبقہ)، اور غماہ بلیضاع (سفید بادل) کیا ہے۔

(حوالہ کے لئے فاضل ہیلی برٹن، یوحنا ورتبات وغیرہ کے اقوال کا انتظار کیا جائے)۔

علاوہ ازیں علامہ علی حسین گیلانی کے قول میں ابھی آنے والا ہے کہ
”جب خون فصد گرم پانی میں لیا جاتا ہے، تو دو قسم کے جسم نمودار ہوتے ہیں،
(۱) اوپر سفید جسم، انڈے کی سفیدی کے مانند“

(۲) نیچے سیاہ اور غلیظ جسم، دوات کی سیاہی کے مانند“
حاصل یہ ہے کہ ”سفید تیرنے والی چیز“ سے، جس کا دعویٰ علامہ مسیحی نے کیا ہے، وہ سفید چیز بھی مراد لی جاسکتی ہے، جس کا ذکر علامہ علی حسین گیلانی نے کیا ہے، جو اُس وقت نمودار ہوتی ہے، جب خون فصد گرم پانی میں گرایا جاتا ہے، اور جس کو ممدوح نے انڈے کی سفیدی سے مشابہ بتایا ہے۔

خون کے سوا دی مواد

سوال : علامہ مسیحی نے مذکورہ بالا قول میں دعویٰ کیا ہے کہ

۱۔ بلیفی کوٹ Buffy Coat

Doccor John Vertabett

۲۔ دکتور یوحنا ورتبات

”بادات ایک غلیظ چیز تلے میں بیٹھ جاتی ہے۔“

اس غلیظ چیز سے کیا مراد ہے ؟

جواب : اس سے خون کے سوداوی اجزاء مراد ہیں، جن کا رنگ سیاہ ہوا کرتا ہے، جیسا کہ علامہ حسین گیلانی کے قول میں (جوا بھی آنے والا ہے) وضاحت کے ساتھ مذکور ہے، اور جس میں ”جسم غلیظ“ کے ساتھ ”سیاہی“ کی قید بھی لگائی گئی ہے :

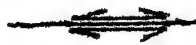
اس کے بعد یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ

کیا خون کے اندر اس قسم کے سیاہ اجزاء پائے جاتے ہیں، جن کو علم الاخلاط میں خلط سوداء کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے ؟

اس کا جواب اثبات میں ہے؛ خون کے اندر سفید اور زرد کے سوا سیاہ رنگ کے اجزاء بھی یقیناً پائے جاتے ہیں، جو طبعی اور غیر طبعی حالات میں سیاہ منظر پیش کر کے اپنے وجود کا اقرار کرتے ہیں۔

اس موضوع پر پوری شرح و تفصیل کے ساتھ مع اسناد و حوالہ جات ”باب سوداء“ میں بحث کی جائیگی، جس میں طب قدیم کے مسلمات کے پہلو پہلو طب جدید کے اقوال بھی درج کئے جائیں گے :

علیٰ ہذا جن چیزوں کے مشاہدہ کا ذکر ابوہل مسیحی اور علی حسین گیلانی نے کیا ہے؟
 مثلاً صید (زرداب) — نقل (مَلَقَة) — خُيُوط (سینین) — جسم
 سفید طافی (غمامہ بیضیاء) — پورے بطن کے ساتھ مدلل



علامہ علی حسین گیلانی کا قول

ابوہل مسیحی کی تائید میں

اس دعویٰ کے ثبوت میں کہ ”خون کے اندر مختلف الماہیت اخلاط آمیزش

کی صورت میں پائے جاتے ہیں، قدیم محققین نے متعدد دلائل و مشاہدات پیش کئے ہیں، جن میں کم و بیش فرق ہے۔

ذیل میں علامہ علی حسین گیلانی کا ایک قول نقل کیا جاتا ہے، جو ابوسہل میسی کے مذکورہ بالا قول (حوالہ ۶۸) سے بعض امور میں مشابہ ہے۔ نیز ان اقوال کا مقابلہ مطالعہ ایک دوسرے کی شرح و تفسیر کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

علم الاخلاط سے متعلق بعض امور اگر ابوسہل میسی کے قول میں زیادہ واضح ہیں، تو بعض امور علی حسین گیلانی کے قول میں زیادہ بین اور روشن ہیں؛ فرماتے ہیں:

حوالہ (۶۹)

”اخلاط کے چار ہونے پر جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں، ان سب میں بہترین دلیل ”**ہشاکھلا**“ ہے۔“

”چنانچہ فصد کے ذریعہ سے جو خون رگوں سے خارج کیا جاتا ہے (اور اسے ایک مدت کے لئے کسی ظرف میں چھوڑ دیا جاتا ہے)، اس کا سر **خوکا** ” **صفرا** ” ہے (یعنی اس کا رقیق و لطیف حصہ، جو زردی یا کُل سیال کی صورت میں ہوتا ہے، صفرا کہلاتا ہے)۔ اس لطیف حصے کی مغازرت ”خونِ عین“ سے ظاہر ہے (جو جھے ہوئے یا تھمرے کی صورت میں ہوتا ہے، اور جس کو **عَلَقہ** کہا جاتا ہے)؛ اور جب فصد کا خون گرم پانی میں لیا جاتا ہے، تو (مذکورہ بالا ہر دو اجسام، صفرا و خون کے علاوہ) دو اور اجسام بھی ظاہر ہوتے ہیں، ایک سفید جسم، انڈے کی سفیدی کے مانند، اور دوسرا سیاہ یا غلیظ جسم، جو تے میں بیٹھ جاتا ہے، اور جبکی سیاہی دوات کی سیاہی کے مانند ہوتی ہے۔“

اصل عبارت :

واجود ما یدل علی کون الاخلاط اربعۃ
المشاہدۃ :

فان سرغوخ الدم الخارج بالنصد هو الصفراء،
ومعاشر تباللہ ظاہرۃ +
واذا اخذ دم النصد فی الماء الحار ظهر
جسمان آخران:

جسم ابيض مثل بياض البيض؛
وجسم غليظ اسودر اسب كالمداد +
(ص ۱۱۵، شرح قانون از علی حین گیلانی)

سرغوخ سے کیا مراد ہے؟

عربی لغت میں سرغوخ کے معنی جھاگ اور کف کے ہیں۔ لیکن یہاں اس سے اصلی معنی (جھاگ) مراد نہیں ہیں، جس میں ہوا کے بلبلوں کا ہونا ضروری ہے، بلکہ یہاں خون کی اس زردی مائل مائیت کو لطافت و خفّت کی بنا پر سرغوخ کہا گیا ہے، جن کو علامہ ابوسہل سیسی نے صلیا (گوشت کے زرداب) سے تشبیہ دی ہے، اور جس کو طب قدیم کی اصطلاح میں صفراء کا لقب بخشا جاتا ہے۔

چنانچہ علامہ علی حین گیلانی، شارح قانون فرماتے ہیں:

حوالہ (۷۰)

قول شیخ (صفراء طبعی خون کا سرغوخ ہے)۔

اس کی شرح گیلانی، اس طرح کرتے ہیں:

یعنی وہ لطیف، اجزاء ہیں، جو بلحاظ لطافت و خفّت خون سے امتیاز رکھتے ہیں، اور جب کوئی مادہ (غذائی مادہ) جگر کے فعل ہضم و احالہ سے خون بننے کے قریب ہوتا ہے، تو یہ لطیف اجزاء اس (غذائی مادہ) سے الگ ہو جاتے ہیں۔ پھر جس طرح بلحاظ خفّت و لطافت خون سے یہ اجزاء ممتاز تھے، اسی طرح بلحاظ رنگ و مزہ بھی خون سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔ جس طرح... پکنے کے دوران

میں سالن اور ہلام کا جھاگ اُس سے جدا ہوا کرتا، اور ایسے کے بعد ایک خاص انیازی
شان حاصل کیا کرتا ہے، تب اُسے ہلاہم اور سرغوخا کہا جاتا ہے۔

اصلی عبارت

{و الطبی منها} ای من الصفراء {سرغوخا الدم}
ای اجزاء لطیفہ متمایزہ من الدم لطافہ
وخفۃ منفصلۃ عن مادۃ حین ما قربت من
فحلیۃ الدم بالانطباخ فی الکبة، ثم تميز عنه
کوناً وطعمًا کما تميزت خفۃ ولطافۃ؛ کما ان
سرغوخا المرقۃ والملا مر تنفصل عنه حین کونه
فی مساکل الحصول بالانطباخ ویتميز عنه فیقال
هلاهم و سرغوخا + (صفحہ ۱۲۶ - شرح تائون علی گیلانی)

الفرض متقدمین نے جب امتحاناً خون کو رگوں سے باہر نکال کر، اور کسی ظرف
میں رکھ کر مطالعہ کرنا شروع کیا، اور اس جانچ کے وقت اُنہیں خون کے اندر متعدد
چیزیں نظر آئیں، تو اُنہوں نے زردابی رقیق حصے کو شوربہ سے تشبیہ دی، اور
خون کے حصے ہوئے کو تھڑے کو بوٹی سے؛ اور پہلے جزء کا نام اُنہوں نے صفراء
رکھا +

۱۔ سرغوخا؛ اُس چیز کو کہتے ہیں، جو دوسری چیز کے بالائی حصے میں تیرتی رہے، مثلاً
دودھ کے بالائی حصے پر مکھن، بوٹی کے اوپر شوربہ۔ الفرض هلاہم اور سرغوخا
دونوں ایک قسم کی سیال غذا ہیں، جن کو ہم بالاجمال شوربہ کہہ سکتے ہیں۔
هلاہم کو اردو میں ہلیم بھی کہا جاتا ہے، جس کی ترکیب میں گوشت کے علاوہ
نباتی غلے بھی شامل کئے جاتے ہیں۔

الغرض، حسب نزائے علامہ علی حسین گیلانی، سرِ غوہ سے جھاگ مراد نہیں ہے، جن میں ہوائی بلیاؤں کا مونا ضروری ہے، بلکہ اس سے وہ رستہ و سیال حصہ مراد ہے۔ جو اگرچہ خون کے اندر طبعی حالت میں اس طرح نہیں ہوتا، کہ ممتاز طور پر نظر آئے، مگر جب اس سے جننے کا موقع ملتا ہے، تو وہ ممتاز طور پر جدا ہو جاتا ہے، پھر یہ رقیق حصہ شوربے کی طرح اگر اوپر رہتا ہے، تو خون کا منجھو تھرا ہوئی کی طرح تلے میں۔

علامہ محمود آملی اور سرِ غوہ:

اسی قول شیخ کے ذیل میں، شرح کے طور پر، علامہ محمود آملی فرماتے ہیں:

(حوالہ ۷۱)

قول شیخ، (صفر اء طبعی خون کا بغوہ ہے) علامہ محمود آملی: یہاں صفر اء طبعی کو ”خون کا سرِ غوہ“ جازاً کہا گیا ہے (حقیقتہً وہ رغوہ، یعنی جھاگ نہیں ہے)؛ کیونکہ سرِ غوہ کا، خواہ کسی چیز کا ہو، وہ دراصل اس کے لطیف اجزاء ہوتے ہیں، جن کے ساتھ ہوائی اجزاء (بلیوں کی صورت میں) مخلوط ہوتے ہیں؛ حالانکہ صفر اء کی یہ صورت نہیں ہے؛ صفر اء خون کے اس قسم کے لطیف اجزاء نہیں ہیں، جن کے ساتھ ہوائی اجزاء ملے ہوئے ہوں (اور جھاگ کی صورت پیدا کر رہے ہوں)۔

اصلی عبارت

”قوله: فر و الطبعی منها سر غوہ الدم“
فیه تجوئ، لان سر غوہ کل شیء اجزاء لطیفه
منہ خالطتها اجزاء هوائیة؛ والصفر اء
لیست اجزاء لطیفه للدم خالطتها اجزاء هوائیة.
(صفحہ ۱۲۶۔ شرح قانون آملی)

اس کے بعد علامہ محمود آملی اس سوال کی طرف توجہ کرتے ہیں، کہ
آخر صفراء کو سرخوۃ (جھاگ) کیوں کہا گیا، جب کہ یہ حقیقت میں جھاگ
نہیں ہے، اور اس کے اندر ہوائی اجزاء، بلبلوں کی صورت میں نہیں ہوتے۔
اس سوال کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ

حوالہ (۱۷۲)

چونکہ صفراء کو (بلجائظخت و لطافت) بقیۃ اخلاط کے ساتھ وہی نسبت ہے، یہ
آگ کو بقیۃ ارکان کے ساتھ ہے، اسلئے وہ دیگر اخلاط کے ادیر تیز تار جتا ہے (جیسا کہ
انجماد خون میں مشاہدہ کیا جاتا ہے)؛ اس لحاظ سے صفراء خون کے جھاگ (رغوہ)
کے مانند ہوا۔

کن لما كانت نسبتها الى بقیة الاخلاط كن نسبة
النار الى بقیة الاسرار كان، كانت طافية عليها،
فكانت كسرخوۃ الدم (مفہمہ ۱۲۶۔ شرح قانون آملی)

تیسرا استدلال

آمینرش اخلاط کی تیسری دلیل: تمیز اخلاط

ابوسہل مسیحی نے اپنے اس دعوے کو کہ
 ”خون کے ساتھ سارے اخلاط خلوط صورت میں پائے جاتے ہیں“
 اس دلیل سے بھی ثابت کیا ہے کہ

حوالہ (۷۳)

”گاہے خون سے چاروں اخلاط جدا ہو جاتے ہیں، جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ سارے اخلاط بدن میں موجود ہیں، اور عروق میں سب کے سب بے جگے رہتے ہیں۔“
 ”علیٰ ھذا — — — اخلاط کی یہ آمینرش اس طرح بھی معلوم ہوتی ہے کہ دوائیں ان اخلاط میں سے ایک ایک کو خون سے چھانٹ کرتے اور دست کے ذریعہ خارج کرتی ہیں۔“

اصلی عبارت

وقد یتمیز من الدم الاخلاط الاربعۃ،
 فیخرج انھا کما فی البدن، و انھا فی العروق
 مختلطة بالدم؛
 ویخرج ایضاً من تميز الادویة واحدًا
 واحدًا منها و اخرا حبه بالقئی و الاسھال.
 (۷۳ مسیحی)

خلاصہ قول مذکور:

ابوسہل مسیحی کے مذکورہ قول کا مدعا یہ ہے کہ

”خون کے مختلف اجزاء، جن کو ”**اخلاط خون**“ کہا جاتا ہے، اور جو آمیزش و اخلاط کی صورت میں عروق کے اندر موجود ہوتے ہیں، وہ اس امتزاجی حالت کو ترک کر کے گاہے انفرادی و امتیازی صورت اختیار کر لیتے ہیں؛ اور عروق سے، جو اخلاط کے مجموعہ کا طبعی گھر ہے، ممتاز شان میں باہر نکل کر عجیب و غریب مناظر پیش کیا کرتے ہیں۔ اس طبعی عمل کو **تَمَیْزِ اخْلَاط** (اخلاط کا خون سے جدا ہو جانا) کہا جاتا ہے، جس کے مشاہدے ہماری آنکھوں کے سامنے بار بار پیش آیا کرتے ہیں +

”پھر اس تَمَیْزِ اخْلَاط کی دو صورتیں ہیں:

(الف) گاہے یہ طبعی عمل ادویہ کی تحریک و اعانت سے ظہور پذیر ہوتا ہے +

(ب) اور گاہے بلا تحریک غیر، نفس طبعیت کا ذاتی عمل ہوا کرتا ہے + پہلی صورت کو **تَمَیْزِ اخْلَاط** ”بالاد و حیہ“ کہنا چاہئے، اور دوسری صورت کو **تَمَیْزِ اخْلَاط** بالذات +

تَمَیْزِ اخْلَاطِ بِالْاَدْوِیَہِ:

تَمَیْزِ اخْلَاطِ بِالْاَدْوِیَہِ سے مراد یہ ہے کہ جب ہم مسہلات، مقہیات، مُدَرِّرات بول، مُدَرِّرات حیض، مُعَرِّقات، مغرجات، بلغم (منفشات) وغیرہ بیسی چیزیں استعمال کرتے ہیں، جن سے مختلف اعضاء میں اخراج و فضلات کی تحریک پیدا ہوتی ہے، گو یہ اعضاء جو کچھ خارج کرتے ہیں، یقیناً اسی خون سے لیکر خارج کیا کرتے ہیں، جو عروق کے اندر موجود ہوتا ہے، لیکن بصورتِ اسہال آنٹوں کی راہ خون کے جو اجزاء خارج ہوتے ہیں، ضروری نہیں ہے کہ یہ وہی اجزاء ہوں، جو بصورتِ اور رابول پیشاب کی راہ خارج ہوا کرتے ہیں۔ اور بصورتِ تعریق پسینہ کے ساتھ جو اجزاء برآمد ہوتے ہیں، ضروری نہیں کہ وہی اجزاء بصورتِ اخراج بلغم (تنفیث) منہ کی راہ تھوک کے ساتھ برآمد ہوں۔

پھر گروہ مہل ہی کو دیکھا جائے، تو ایک مہل سے جن اجزاء کے دست آتے ہیں، بسا اوقات دوسری دوا مہل سے دوسرے رنگ اور ڈھنگ کے دست آتے ہیں، مثلاً سفید، سیاہ، زرد، سبز، سرخ وغیرہ، اسی طرح پیشاب، تہ، حیض، تھوک، اور پسینہ وغیرہ کا حال ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ مختلف مقامات اور مختلف اعضاء سے مختلف نوعیت کی چیزیں خارج ہوا کرتی ہیں، تو اب وہل مسیحی جیسے اطباء قدیم نے بطور استدلال کے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ

چونکہ تمام اعضاء کو ہر قسم کا سامان (مواد تغذیہ و مواد افرازہ و طو بات) خون ہی سے ملا کرتا ہے، اس لئے بدن سے خارج ہونے والے ان فضلات میں بھی مختلف نوعیت کے مواد لازماً خون ہی سے آتے ہیں، جو عروق کے اندر امتزاج و آمیزش کی صورت میں پائے جاتے ہیں۔

اخلاط فتاحہ کے وجود، اور عروق کے اندر بصورت آمیزش، ان کی موجودگی کے لئے یہ ایک ردشمن دلیل ہے، اور یہ ایک ایسی بدیہی اور زیر دست حقیقت ہے، کہ اس سے کوئی طبیب اور معالج، خواہ وہ کسی طریقہ علاج سے تعلق رکھتا ہو، انکار نہیں کر سکتا۔

اس امر کی مزید وضاحت اب وہل مسیحی کے دوسرے قول سے ہوتی ہے، جو بعض دوسرے مفید مطالب پر بھی مشتمل ہے:

حوالہ (۷۲)

”جب ہسم ایسی مہل دوائیں پلائے ہیں، جن میں بطور خاص مختلف

اخلاط کے خارج کرکٹ کی تابایت ہو، تو یہ اخلاط خون سے چھٹ کر خارج ہو جاتے ہیں:

”اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سارے اخلاط خون کے اندر ایک دوسرے کے ساتھ

ٹپے ٹپے رہتے ہیں، اور بدن (بدن کے سارے اعضاء) ان سارے اخلاط سے

اپنی اپنی غذا حاصل کرتا ہے، اور ہر عضو جس میں ساری ٹیلیاں، جذبہ غشا و خا طی

وغیرہ شامل ہیں، خون سے (اسی مادہ کو جذب کرتا ہے، جو اس کے لئے اس کے

حالات کے لحاظ سے) مناسب و متماثل ہوتا ہے۔“

اصلی عبارت :

ومتی سَتَيَاتَا اَدْوِيَةً مِهْلَةً مِنْ شَامِنَهَا اِنْ
تَخْرُجَ اَخْلَاطًا مُخْتَلَفَةً تَمَيَّزَتْ الْاَخْلَاطُ
مِنَ الدَّمِ وَخَرَجَتْ . (۹۶ مَتَسِي)

فاذن کلمہا مختلفہ معاً فی العروق، والبدن
يُغْتَذَى بِهَا كُلُّهَا وَيَجْتَلِبُ كُلُّ عَضْوٍ مَا يَشَاكُلُهُ .
(۹۶ مَتَسِي)

ان مذکورہ دعاوی میں، جو میرے نزدیک سادہ اور بدیہی ہیں، اگر کچھ شکوک
و شہبات اور سوالات پیدا ہوتے ہیں، تو اس قسم کے سوالات اگلے ابواب
سے خود بخود دور ہو جائیں گے ۔

تَمَيَّزُ اخْلَاطٍ بِالذَّاتِ :

ابوہل میسی کے دعویٰ کا دوسرا جزو یہ ہے کہ
”گاہے خون کے مختلف اجزاء (اخلاط خون) فِحل طبیعت سے، بلا
تحریک ادویہ وغیرہ، عروق سے از خود خارج ہو کر نمایاں ہوا کرتے ہیں“
یہ کوئی مبہم حقیقت نہیں ہے، جو کسی ادنیٰ یا اعلیٰ طبیب کی نظروں سے اوجھل
ہو، اور جس کے ثابوت کرنے کیلئے طویل و عریض دلائل و براہین کا سلسلہ قائم
کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ ہر طبیب جانتا ہے کہ صحت و مرض کے گونا گوں
حالات میں انواع و اقسام کے مواد بول و براز وغیرہ کے ساتھ خارج ہوا کرتے
ہیں، جن کے اختلاف نوعیت و ماہیت کا پتہ ان مواد درطوبات کے رنگ
ڈھنگ اور دیگر خواص سے بین طور پر عیاں ہوا کرتا ہے، پانچانہ کے ساتھ
گاہے سفید اور لیسدار رطوبات، گاہے زرد و سبز رنگ کی رطوبات، گاہے سرخ

رنگ کی رطوبات، اور گاہے دوات کی سیاہی اور قیر و قطران (نار - تار کول) جیسی سیاہ رطوبات خارج ہوا کرتی ہیں۔ — غلے ہذا پیشاب میں گاہے انڈے کی سفیدی (بیاض بنیف : ماح) جیسے مواد، گاہے زرد مواد، گاہے سرخ، اور گاہے سیاہ مواد برآمد ہوا کرتے ہیں۔

اسی پر حیض و نفاس، اور پسینہ اور تھوک وغیرہ کو بھی قیاس کرنا چاہئے، جن کے ساتھ قسم قسم کی چیزیں برآمد ہوا کرتی ہیں *
اس قسم کے حقائق اگر آج ہماری نگاہوں کے سامنے آیا کرتے ہیں، تو سلف صالحین اور قدیم محققین کی متجسس نظروں نے بھی اس قسم کے مناظر ہزار بار بار دیکھے ہیں * الغرض اسی طرح کے مشاہدات سے قدامت فن یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوئے کہ اس قسم کے سارے مواد، جو فضلات کی صورت میں خارج ہوا کرتے ہیں، وہ دراصل خون کے سیلاب میں موجود ہوتے، اور مافی العروق سے مُتَمَثِّل ہو کر باہر نمودار ہوا کرتے ہیں، خواہ اس سفر کے درمیانی منازل میں ان کے اندر کوئی جوہری تغیر و استحالہ واقع ہو، یا جوں کے قوں، بحالت سابقہ خون سے خارج ہو جائیں۔ یہ ایک سادہ، مگر علمی صداقت ہے، جس سے انکار کا تصور بھی کسی دماغ میں پیدا نہیں ہو سکتا، اور ایک طبیب دانائے حال کے علاوہ ایک عامی انسان بھی دن رات کے تجارب میں اسے دیکھا کرتا ہے۔

یہ ہوتا تھا استدلال

تولد جنین میں مختلف الماہیت اخلاط کا دخل

ابوہل سیحی نے عروق کے اندر ”اخلاط کے باہم مخلوط ہونے“ کی چوتھی دلیل یہ پیش کی ہے کہ

۳ جنین (شکم مادر میں) منی اور خون حیض سے بنتا ہے (جس کے بننے کی مدت جسم میں کم و بیش نو ماہ ہے) — اور یہ دونوں چیزیں (یعنی منی اور خون حیض) اسی خون سے حاصل ہوا کرتی ہیں، جو رگوں کے اندر گھرا رہتا ہے (یعنی اخلاط مافی العروق سے) *

اصلی عبارت

وَالْجَنِينُ يَتَكَوَّنُ مِنَ الْمَنِيِّ وَدَمِ الْحَيْضِ كَلَامًا
مِنْ هَذَا الدَّمِ الْمَحْصُورِ فِي الْعُرُوقِ.
(۱۶۱ مٹھی)

خلاصہ قول:

اس استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ
(۱) ”انسانی جنین مختلف قسم کی چیزوں کا مجموعہ ہے جن کی
ارہیتیں ایک دوسرے سے جداگانہ اور متماثل ہیں۔“

(۲) جنین کے بنانے میں دو چیزیں حصہ دار ہیں: منی اور خون حیض *
(۳) ”یہ دونوں چیزیں مختلف الماہیت اجزاء کا مجموعہ ہیں، جو اسی عام
خون سے حاصل ہوتی ہیں، جو عروق میں گھرا رہتا ہے۔“

”اس سے ثابت ہوا کہ عروق کا یہ خون مختلف الماہیت اجزاء کا مجموعہ ہے،
جن کو ہم اخلاط خون کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اگر مختلف الخواص
اجزاء کا مجموعہ نہ ہوتا تو یہ امر بعید از قیاس تھا کہ اس سے ایسی چیزیں بن سکتیں،
جس کے اندر مختلف الخواص اجزاء موجود ہوں۔“

خون حیض:

”خون حیض“ سے مراد وہ خون ہے، جو رحم کی غشاء مخاطی کی راہ خارج ہوتا ہے۔

منی اور خون حیض، دونوں مختلف الخواص و طبقات کا مجموعہ ہیں۔

اس سے نہ قدیم تحقیقات انکار کر سکتی ہیں، اور نہ جدید انکشافات *
 منی مختلف الاجزاء منی کے جن اجزاء سے ہڈیوں کا ڈھانچہ تیار ہوتا ہے، وہ اُن سے مرکب ہے اجزاء سے یقیناً جدا گانہ نوعیت رکھتے ہیں، جن سے دماغ،

سُخاع، اور اعصاب حاصل ہوتے ہیں — علیٰ ہذا منی کے جن اجزاء سے سرخ عضلات بنتے ہیں، وہ یقیناً اُن اجزاء سے جدا گانہ خواص رکھتے ہیں، جن سے نیچ شحمی حاصل ہوتی ہے — اور جن اجزاء سے کالے کالے بال بنتے ہیں، وہ اُن اجزاء سے بلاریب جدا گانہ حقیقت رکھتے ہیں، جو جگر کی ترکیب جوہری میں داخل ہوتے ہیں — و علیٰ ہذا دیگر اعضا مفردہ و مرکبہ کے متخالف الماہیت جو اہر بھی لازماً نطفہ کے مخصوص اجزاء ہی سے بن سکتے ہیں *
 اجزاء منی کے بارہ میں گوانسانی معلومات، قدرت کی دوسری بے شمار حقیقیوں کے ساتھ، بہت ہی محدود اور صفر کے برابر ہیں، مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ منی مختلف مقامات (مثلاً انصبہ و ادعیہ منی وغیرہ) میں تفضیل پاتی ہے، اور ہر جگہ سے کچھ نہ کچھ خصوصیات حاصل کرتی ہے، مگر کہاں سے کس قسم کے اجزاء حاصل کرتی ہے، اور وہ اجزاء کن خواص کے حامل ہوتے ہیں، ہمارے موجودہ معلومات اس کا پتہ چلانے سے عاجز ہیں۔

اجزاء منی کو دیکھ کر، خواہ اس کے مشاہدہ کے لئے ہم اعلیٰ ترین خوردبین کام میں لائیں، اور علم کیمیا کے دقیق ترین ذرائع استعمال کریں، ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ

(۱) اس سے مذکر کی تولید ہوگی، یا مؤنث کی —

(۲) اس سے بچہ سیاہ فام بنیگا، سرخ و سفید —

(۳) یہ کسی گورے آدمی کی منی ہے، یا کالے کی —

(۴) اس کے کس جز سے دل بیگا، کس سے دماغ، اور کس سے جگر —

وعلیٰ هذا القیاس دوسرے اعضاء .

لیکن اگر ہمارے معلومات اس بارہ میں محدود ہیں، اور ہمارے ذرائع ان حقائق کے ادراک سے عاجز، تو اس کے معنی یہ نہیں کہ

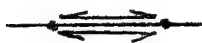
منی کے جس قسم کے جز سے دل بنتا ہے، اسی قسم کے جز سے دماغ تیار

ہوتا ہے — جس نطفہ سے لڑکی پیدا ہوتی ہے، وہ قطعاً اُس نطفہ سے جدا گانہ

نہیں، جس سے لڑکا پیدا ہوتا ہے — جس منی سے سیہ نام بچہ پیدا ہوتا ہے،

اُس کے اجزاء اُس منی سے بالکل مطابق ہوتے ہیں، جس سے سفید نام بچہ کی

دلدات ہوتی ہے .



ان موٹی باتوں کے ساتھ اگر دوسرے دقیق امور کو شامل کر لیا جائے کہ والدین اور قبلی رشتہ داروں کی خصوصیات مولود میں کس طرح منتقل ہوتی ہیں، تو یہ مسئلہ حد سے بہت دور گزر کر نزاکت کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے لیکن ہماری لاعلمی اور بے بسی کے باوجود یہ ہر صورت تسلیم کرنا پڑیگا کہ یقیناً وہ خصوصیات نطفہ کے کسی خاص حصہ کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں، جن کو ہم وسر ان فی خصوصیات کی اصطلاح سے یاد کرتے ہیں، اور جس کے فلسفہ کو ہم جتنی کھرائی میں ڈوب کر سوچنا چاہتے ہیں، اُسی قدر زیادہ حیرت و استعجاب میں غرق ہو جاتے اور صانع قدرت کی بے پناہ قوت اور ناقابل فہم صنعت کے قائل ہونے پر مجبور ہوتے ہیں *

لیکن ان دقیق اور ناقابل فہم و بیان اختلافات کے علاوہ اگر مادہ منویہ کو خون اور دودھ کی طرح سادہ طور پر خرد بین وغیرہ کے ذریعہ یوں بھی دیکھا جائے، تو یہ مختلف ان خواص اجزاء کا مجموعہ ثابت ہوتا ہے: — کچھ اجزاء ماراجین کی طرح رقیق و سیال ہوتے ہیں، تو کچھ مخصوص شکل کے اجزاء مقابلاً جامد و کثیف — پھر اکثر اوقات اگر اس میں نمایاں طور پر سفیدی غالب ہو ا کرتی ہے،

تو بعض اوقات کسی خاص رنگ سے رنگین ہوتا ہے — اسی طرح باہر آنے کے بعد اس میں خون کے دھاگوں (لیفین) کے مانند کچھ ریشے پائے جاتے ہیں، جو کسی مادہ کے انجماد سے حاصل ہوتے ہیں +

الغرض البوسہل مسیحی کا یہ خیال متعدد پہلوؤں سے صحیح ہے کہ
”منی مختلف الماہیت اجزاء و جوارہ کا مجموعہ ہے“

خون حیض میں

مختلف الماہیت اجزاء

رہا خون حیض، یا وہ خون جو رحم کی دیواروں سے مترشح ہو کرتا ہے، اس کے اندر مختلف انخواص اجزاء کا پایا جانا، تو یہ ایک بدیہی واقعہ ہے، اور البوسہل مسیحی کا یہ سادہ دعویٰ بھی ہر گروہ کے نزدیک مسلم ہے کہ اس خون کا سرچشمہ وہی عام بدن کا خون ہے، جو رگوں میں گردش کرتا رہتا ہے۔

علیٰ ہذا منی اور خون حیض، یا دیوار رحم کے خون سے جنین کا بننا، تو چونکہ یہ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں ہے، اسلئے اس میں وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ ہر گروہ تسلیم کرتا ہے کہ

منی یہ منی کا کوئی حقیر جزو، جنین کے تولد میں، اصلی تخم اور بنیادی بیج کا درجہ رکھتا ہے، اور ماں کا خون، جو رحم کی دیواروں سے خارج ہو کر اصلی تخم تک پہنچتا ہے، ابتدائی لطفہ کو پرورش کا سامان مہیا کرتا ہے، جس سے بچہ اندر ہی اندر نشو و ارتقاء کے مدارج طے کرتا، اور ایک خاص مدت (مدت حمل) ختم کرنے کے بعد، اپنا مخصوص وزن و حجم اور قوت و طاقت حاصل کر کے رحم سے برآمد ہوتا ہے۔

پانچواں استدلال

دودھ اور اخلاط

البوسہل مسیحی نے اس امر کے ثبوت میں کہ

”خون کے اندر مختلف اخلاط آمیزش کی صورت میں پائے جاتے ہیں۔“
پانچویں دلیل یہ قائم کی ہے کہ

حواکہ (۷۹)

”شکم اور (رحم) سے باہر آنے کے بعد بچہ کی غذا (خون رحم کی بجا) دودھ ہو جاتی ہے۔ اور دودھ اسی خون سے بنتا ہے (جو عروق میں محصور ہوتا ہے)۔ اور یہ معلوم ہے کہ دودھ میں مختلف اقسام کے جواہر و مواد پائے جاتے ہیں، جو ایک دوسرے سے جدا ہو سکتے ہیں۔“

اصلی عبارت :

وغذاء الطفل بعد الولادة اللبن. واللبن
متكون من هذا الدم، ويوجد فيه جواهر
مختلفة يتميز بعضها من بعض +
(۷۹ مٹھی)

اس سے یقیناً نتیجہ نکلتا ہے کہ خون گو دیکھنے میں یک رنگ دیک توام ہے، مگر درحقیقت یہ مختلف الماہیت اجزاء کا مجموعہ ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو دودھ میں مختلف اقسام کے جواہر کہاں سے آتے؛ دودھ میں جو کچھ سراپا پایا جاتا ہے، وہ سارے کا سارا خون ہی سے آتا ہے۔

دودھ اور خون میں باہمی مشابہت

بحث اخلاط میں البوسہل مٹی کے دودھ کو خلط محصور فی العروق (خون) سے تشبیہ دی ہے، جن سے یہی ثابت کرنا مقصود ہے کہ
”جس طرح خون متعدد اجزاء (اخلاط) کا مجموعہ ہے، جو بعض اوقات ایک دوسرے سے جدا بھی ہو جاتے ہیں؛ اسی طرح دودھ بھی متعدد جواہر سے مرکب ہے،

جو آمیزش کی صورت میں دودھ کے اندر پائے جاتے، اور جو ایک دوسرے سے جدا بھی ہو سکتے ہیں؛
فرماتے ہیں: —

حوالہ (۷۷)

” دودھ، جو بچہ کی غذا ہے، اس خلط سے مشابہ ہے، جو عروق میں محصور ہوتی، اور جو چاروں اخلاط سے مرکب ہوتی ہے۔ چنانچہ دودھ میں ایک رقیق چیز پانی جیسی ہوتی ہے (جس کو ماء الجبئن کہا جاتا ہے) — ایک غلیظ چیز ہوتی ہے (جس کو جبئن، یا، پنیر کہا جاتا ہے) اور ایک روغنی چیز ہوتی ہے (جس کو سر جلد، یا، مکھن کہا جاتا ہے)۔ یہ ساری چیزیں دودھ میں ملی جلی ہوتی ہیں؛ اور جب ان میں سے کسی ایک کو دوسرے سے جدا کر نیکی کو کشن کی جاتی ہے، تو یہ جدا ہو جاتی ہے؛“

اصلی عبارت:

واللبن الذی هو غذاء الطفل شبيه بالخلط
المحصور في العروق، المركب من الاخلاط
الاربعة. وذلك ان في اللبن شيئاً مائياً رقيقاً،
وشئناً غليظاً، وشئناً دسماً، وكلها في اللبن
ممتزجة مختلطة، واذا امتز بعض هذه
من بعض تميز؛ (۷۷ متہ می)

خلاصہ قول:

ابوہل میچی کے مذکورہ بالا قول کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) جس طرح دودھ مختلف اجزاء کا مخلوط (آمیزہ) ہے، جن کے خواص ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں، اسی طرح خون میں بھی متعدد اجزاء ہر پائے جاتے

ہیں، جو اپنی خصوصیات میں ایک دوسرے سے امتیاز خاص رکھتے ہیں۔

(۲) دودھ میں جو اجزاء پائے جاتے ہیں، اساسی طور پر یہ خون ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔

مثلاً دودھ کے اندر اگر روغنی مواد پائے جاتے ہیں، تو اس کا مدعا یہ ہے کہ خون کے اندر بھی دھنیت پائی جاتی ہے، جو منجذب ہو کر دودھ کے دیگر اجزاء میں شامل ہو جاتی ہے +

الغرض اس خلاصہ کے دو اجزاء ہوئے، جن میں سے پہلے جزء کا مدعا یہ ہے کہ
”دخون اور دودھ باہم متشابہ ہیں“

اس سادہ مسئلہ پر اگر علمی حیثیت سے اور تفصیل کے ساتھ غور کیا جائے، تو تشابہ کے بہت سے عجیب و غریب پہلو نکل آتے ہیں، اور ابوسہیل کا یہ مختصر قول معانی کا ایک سمندر اپنے دامن کے ساتھ وابستہ رکھتا ہے، جس کی شرح و تفصیل کا یہ موقع نہیں — مثلاً چند باتیں درج کی جاتی ہیں :

(الف) جس طرح دودھ خاص حالات میں جم جایا کرتا ہے؛ اسی طرح خون میں یہ قابلیت ہے کہ مثلاً جب وہ رگوں سے باہر نکل آتا ہے، تو وہ انجمادی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

(ب) پھر جس طرح دودھ کے چمنے کے بعد اس سے ایک قسم کی مائیت (ماء البین : مصل) علیحدہ ہو جاتی؛ اور منجہ اجزاء ممتاز ہو جاتے ہیں، اسی طرح خون کے انجماد کے بعد بھی ایک قسم کی مائیت جدا ہو جاتی ہے، اور منجہ کو تھڑا لگ نظر آتا ہے۔

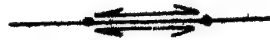
(ج) دودھ کی مائیت میں جس طرح متعدد چیزیں گھٹی ملی ہوتی ہیں، مثلاً نمک اور شکر وغیرہ جیسے اجزاء؛ اسی طرح خون کی مائیت میں بھی متحدہ چیزیں (از قسم نمک و شکر وغیرہ) محلول ہوا کرتی ہیں۔

(د) خون اگر اجزاء کے لحاظ سے اس قدر دولت مند ہے کہ اس سے تمام اعضاء اپنی اپنی مخصوص خوراک حاصل کر لیا کرتے ہیں، تو دودھ بھی اس بارہ میں نادار نہیں معلوم ہوتا، بچپن کے زمانہ میں بچہ کی فطری خوراک محض دودھ ہے،

اگر اس میں وہ تمام اجزاء ہیما نہ ہوں، جن سے خون کے تمام اجزاء بن سکیں، تو یہ سب سیکرے نشہ و نفا میں طرح طرح کے خلل واقع ہوں؛ حالانکہ بچپن میں نمونہ کی رفتار جس میرٹ انگیز سرعت کے ساتھ جاری رہتی ہے، وہ عمر کے کسی دوسرے حصے کو نصیب نہیں۔

الغرض دودھ اور خون گویا ایک دوسرے کی بدلی ہوئی صورتیں ہیں۔ دودھ اگر خون سے بنتا ہے، تو بچپن کے زمانہ میں، جب کہ بچہ کی خوراک محض دودھ ہوتی ہے، خون بھی دودھ سے حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خون میں اگر تین اہم اجزاء، لحمیت، ذہنیت، اور سُکرِ ثبیت پائی جاتی ہے تو دودھ بھی اُن میں سے کسی جز سے خالی نہیں ہے؛ ان بنیادی اجزاء کے ساتھ اگر خون میں کچھ نیکین اجزاء (بلورقیت) پائے جاتے ہیں، تو دودھ بھی اس قسم کے بورتی اجزاء سے محروم نہیں ہے۔

خون میں اگر پانی کی کثیر مقدار پائی جاتی ہے، تو دودھ میں بھی پانی کی مقدار دوسرے اجزاء کے مقابلہ میں کافی ہوتی ہے؛ ان وجوہ کے علاوہ مشابہتِ فیما بین کے اور بھی بہت سے پہلو ہیں، جن کو اس موقع پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔



باب (۹)

اخلاط کی باہمی آمیزش

(مُسَلَّس)

اس باب میں مسلمات جدیدہ کی رو سے اُن دعوؤں کے ثبوت پیش کئے جاتے ہیں، جو آٹھویں باب میں مذکور ہیں۔

خون ایک مرتبج ہے

طب جدید میں خون کی اجمالی تعریف

طب جدید کی معتبر کتاب المنافع (ہیملی برٹن کی فزیالوجی) میں خون سے اجمالاً اس طرح تعارف کرایا گیا ہے،

حوالہ (۷۸)

۲۔ خُون ایک سیال قسم کی درمیانی چیز (یا سیال قسم کی زمین) ہے، جس کے

توسط سے بدن کی تمام ساختیں، براہ راست یا بالواسطہ، تغذیہ حاصل کرتی ہیں، اور جس کے توسط سے وہ مواد، جو انسجہٴ اعضاء کے تغیر و استحالہ کے نتیجہ میں حاصل ہوتے ہیں، اور جو بدنی افعال میں مزید فائدہ کی صلاحیت نہیں رکھتے، وہ اعضاء نافض (فضلات پھینکنے والے اعضاء) تک پہنچا دیے جاتے ہیں۔

یہ ایک قدرے لیسار رطوبت ہے، اور انسان میں، اور دوسرے ریڑھ کی ہڈی رکھنے والے تمام حیوانات میں (بہ استثناء دو جانوروں کے) رنگ میں سرخ ہوا کرتا ہے۔

یہ ایک زردی مائل رطوبت پر مشتمل ہوا کرتا ہے، جسے پلانزما (سلاخ) یا، لاطن کے سنگوئی (نس) (سائل دھوی) کہا جاتا ہے، اور جس میں بے شمار خون کے دانے (جسمیات دھوید) تیرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر دانے رنگین ہوتے ہیں، جن کی موجودگی سے خون میں سرخ رنگت حاصل ہوتی ہے۔

سرخ دانوں کے ساتھ بے رنگ (یا، سفید) دانوں کی بھی کچھ تعداد اور کچھ بہت ہی باریک اجزا داپائے جاتے ہیں، جن کو خون کے صَفِیحات کہا جاتا ہے۔

The blood is the fluid medium by means of which all the tissues of the body are directly or indirectly nourished; by means of it also such of the materials resulting from the metabolism of the tissues which are of no further use in the economy are carried to the excretory organs.

It is a somewhat viscid fluid, and in man and

۱۔ ان دو جانوروں کے غیر معدوت نام یہ ہیں، (۱) افعی آگسس؛ (۲) لپٹوسے فیس۔

۳۔ صَفِیحات دھوید، بلڈ پلیٹ لیٹرز خون کے باریک باریک پرست۔

in all other vertebrate animals, * with the exception of two, is red in colour.

It consist of a yellowish fluid, called **Plasma** or **Liquor Sanguinis**, in which are suspended numerous **blood corpuscles**, the majority of which are coloured, and it is to their presence that the red colour of the blood is due.

In addition to the **red corpuscles**, there are a small number of **colourless corpuscles**, and some extremely small particles called **blood-platelets**.

(page 467. Halliburton's Physiology Edition 17.)



اس قول کا پہلا حصہ ابوہل میسی کے اس دعوے کی، دوسرے الفاظ میں،
ترجانی ہے کہ

”دو خون کے اندر سارے اخلاط ایک دوسرے کے ساتھ ملے رہتے ہیں،
اور بدن (اور اس کا ہر جز) ان سارے اخلاط سے اپنی اپنی غذا حاصل کرتا ہے،
اور ہر عضو (جس میں ساری گلٹیاں، جھلیاں، اور جلد وغیرہ شامل ہیں، خون سے)
اُسی مادہ کو جذب کرتا ہے، جو اُس کے لئے (اُس کے حالات کے لحاظ سے) مناسب
ہوتا ہے“

ابوہل میسی کے اس قول کو، سہولتِ تنقیح کے لئے، دو حصوں میں تقسیم کیا
جا سکتا ہے:

پہلا حصہ: خون ایک خلیط (مخلط: آمیزہ) ہے جس کے اندر
متعدد اجزاء دواد پائے جاتے ہیں، اور جن کو **اخلاطِ خون** کہا جاتا ہے۔
دوسرا حصہ: خون کے دو فوائد ہیں: (۱) تمام بدن کا تغذیہ
خون کے انہیں اجزاء سے حاصل ہوتا ہے۔

* The amphioxus and the leptocephalus.

(جب) اس کے علاوہ ہر عضو خون سے اسی مادہ کو جذب کرتا ہے، جو اس کیلئے مناسب ہے۔

پہلے حصے کا ثبوت :

خون کے خلیط ہونے، یعنی مختلف مواد کے مجموعہ ہونے کا اڑھا، علاوہ دوسرے مقامات کی تصریحات کے، علامہ ہیلی برٹن کے اس قول میں موجود ہے؛ وہ فرماتے ہیں کہ :

خون وہ سیال ہے، جس کے توسط سے بدن کی تمام ساختیں تغذیہ حاصل کرتی ہیں، اور جس کے توسط سے وہ مواد (از قبیل فضلات وغیرہ) جو اعضاء کے تغیر و استحالہ (ہضم عضوی) کے نتیجہ میں حاصل ہوا کرتے ہیں، اور جو بدنی افعال میں مزید نامدہ کی صلاحیت نہیں رکھتے، وہ ان اعضاء تک پہنچا دئے جاتے ہیں، جو ان مواد کو خارج کر دیا کرتے ہیں۔

اس قول سے ظاہر ہے کہ ”خون کے اندر، علاوہ ان کارآمد اجزاء کے، جو تمام بدن کی ساختوں کے تغذیہ میں کام آتے ہیں، وہ ناکارہ مواد بھی پائے جاتے ہیں، جو از قبیل فضلات اعضاء کی ساختوں میں پیدا ہوا کرتے ہیں“ جب اتنی قسم کی کارآمد اور بے کار چیزیں خون کے اندر پائی جاتی ہیں، تو اس کے خلیط ہونے میں کیا شبہ باقی رہ سکتا ہے۔

دوسرے حصے کا ثبوت :

ابوہل میسی کے مذکورہ قول کا دوسرا حصہ دراصل خون کے فوائد سے وابستہ ہے، جس کی تفصیل بالبعد میں آنے والی ہے، اس موقع پر خون کے متعدد فوائد میں سے محض دو کا ذکر کیا گیا ہے،

- (۱) خون کے مختلف اجزاء سے بدن کا تغذیہ حاصل کرنا۔
- (ج) خون کے مختلف اجزاء کا ہر عضو کی طرف منجذب ہونا۔

پہلے فائدہ (۱) میں کسی بحث و گفتگو کی ضرورت نہیں۔
 رہا دوسرا فائدہ (ج)، یعنی خون کے مختلف اجزاء، و اخلاط کا ہر عضو کی طرف
 حسب مناسبت و مشا کلت منجذب ہونا؛ اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح خون کے
 مفید اور کارآمد اخلاط بدن کے ہر حصے میں منجذب ہو کر اس کے تغذیہ کی خدمت
 انجام دیا کرتے ہیں، اسی طرح خون میں دوسرے قسم کے مواد بھی پائے جاتے ہیں،
 جن میں سے کچھ مخصوص اخلاط گردوں کی طرف منجذب ہو کر پیشاب کی صورت
 میں خارج ہوتے ہیں؛ کچھ مخصوص مواد امعاء کی غشاء مخاطی کی طرف منجذب ہو کر
 براز کے ساتھ خارج ہوتے ہیں؛ کچھ مخصوص اجزاء جلد کی طرف منجذب ہو کر پسینہ
 کی صورت میں خارج ہوتے ہیں؛ اور کچھ مخصوص مواد (جن کو قطعا بے کار کہنا بھی
 مشکل ہے) چھاتیوں اور نصیبتین کی طرف جا کر دودھ اور مٹی کی صورت اختیار
 کر لیا کرتے ہیں — و علیٰ ہذا القیاس۔

فاضل ہیلی برٹن کے مندرجہ بالا قول میں بھی دو باتیں مذکور ہیں :
 (۱) خون کے کارآمد اجزاء سے بدن کی تمام ساختوں کا تغذیہ حاصل ہونا۔
 (ج) خون کے بے کار اجزاء کا ان اعضا تک پہنچنا جو ان فضلات کو
 خارج کیا کرتے ہیں۔

رہا دودھ اور مٹی جیسی چیزوں کا بننا، جو خون ہی کے مختلف اخلاط و مواد
 سے ممکن ہے، اس کو فائدہ الف میں شامل کیا جائے، یا فائدہ ب میں۔
 علامہ ابو سہل سیحی کے بیان کے لحاظ سے یہ فائدہ ب میں کسی قیاحت کے بغیر
 داخل ہے، خواہ خون کے ان اجزاء کو، جن سے یہ دونوں چیزیں حاصل ہوا
 کرتی ہیں، کارآمد کہا جائے، یا فضلہ۔ لیکن فاضل ہیلی برٹن کے بیان کے لحاظ سے
 ان دونوں سے کسی ایک میں داخل کرنا دشواری سے خالی نہیں، کیونکہ جن اجزاء
 سے دودھ اور مٹی جیسی چیزیں حاصل ہوا کرتی ہیں، ان کے بارہ میں یہ کہنا کہ
 وہ بدنی افعال میں مزید فائدہ کی صلاحیت نہیں رکھتے،

موردہ شکوک و شبہات بن سکتا ہے۔

لیکن یہ حقیقت ہے کہ دونوں طبیں اس دعوے کو تسلیم کرتی ہیں کہ دودھ اور مٹی جیسی چیزیں بھی خون ہی کے مواد سے حاصل ہوا کرتی ہیں، جس کو اگر اس موقع پر نہیں، تو دوسرے مواقع پر ہر فریق نے وضاحت سے بتا دیا ہے، اس لئے اس میں زیادہ الجھنے کی ضرورت نہیں +

سُلالہ (سائل دھوی)

فاضل ہیلی برٹن کے قول کا دوسرا جزو خون کی ترکیب کو اجمالاً بتاتا ہے جس میں مذکور ہے کہ

”خون ایک زردی مائل رطوبت پر مشتمل ہوا کرتا ہے، جسے پلانٹرہا (سُلالہ) یا لائٹکس سنگوئی نس (سائل دھوی) کہا جاتا ہے، اور جس میں بے شمار خون کے دانے (جُسیکِمات دھویہ؛ بلڈ کارپسکلز) تیرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر دانے رنگین ہوتے ہیں، جن کی موجودگی سے خون میں سرخ رنگت حاصل ہوتی ہے“

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس زردی مائل رطوبت کو طب جدید کی اصطلاح میں اس وقت پلانٹرہا (سُلالہ)، یا، لائٹکس سنگوئی نس (سائل دھوی) کہا جا رہا ہے، یہ کیا چیز ہے، اور کیا اب وہی سہل سہی نے اپنے اقوال سابق میں کسی طور پر اس کا ذکر کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وہی چیز ہے، جس کا ذکر حوالہ (۶۸) میں اس طرح آیا ہے:

خون میں ایک چیز زرد احب (صَلْبُ ثَلِی) جیسی پائی جاتی ہے، جو اس پانی کے مانند ہے، جو دودھ میں پایا جاتا ہے (مَاءُ الثَّجِبِ)، اور جو دودھ کے جمنے کے بعد ایک خاص صورت میں الگ ہو جاتا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ خون کے اس زردی مائل لطیف حصے کو پلانٹرہا (سُلالہ) یا لائٹکس سنگوئی نس (سائل دھوی) اُس وقت تک کہا جاتا رہا،

جب تک یہ خون کے اندر اصلی حالت میں موجود ہوتا ہے۔ لیکن جب خون کے انجماد کے بعد یہ زردی مائل سیال الگ ہو جاتا ہے، تو اس کا نام اب بِلَلٌ مَّيِّتٌ (مَصل دھوی) ہو جاتا ہے، جیسا کہ اگلے بیانات میں آنے والا ہے۔

خون کے دانے، جُسیّمات و مویہ

جس کا ذکر ہیلی برٹن کے مذکورہ قول کے اخیر حصص میں آیا ہے۔ جُسیّمات، چھوٹے چھوٹے اجسام۔ یہ لفظ دراصل عربی نحو کے قاعدے سے صیغہ تصغیر ہے، جو جسم سے بنایا گیا ہے، اور جس سے اس کے مفہوم میں چھوٹا پن داخل ہو گیا ہے۔

د مویہ: خون والے، خون سے متعلق، لفظ دھر کی طرف منسوب۔ خون کے سرخ و سفید دانے، یا جُسیّمات د مویہ کی اصطلاح اس وقت بنی، جب آلہ خوردبین کی امداد سے خون کو دیکھا گیا۔ یہ ظاہر ہے کہ خون کے اندر ان دانوں کا وجود اُسی وقت محسوس ہوا کرتا ہے، جب خون کے قطرہ کو خوردبین میں رکھ کر معائنہ کیا جاتا ہے، نیکی آنکھ سے ہر گز ان کا پتہ نہیں چلتا۔ اس لئے یہ ایک اضافہ اور شرح و بسط ہے، جو خوردبین کی خروہ گیری نے پیدا کر دی ہے۔ اس سے تقدیمین کے کسی دعوے اور مسلمہ کی ٹکڑ نہیں ہوتی۔ خون کے سرخ و سفید دانے کس قسم کے خدات انجام دیتے ہیں، اس کا تفصیلی تذکرہ آئندہ مباحث میں آئیگا۔ اس کے لئے یہ موقع مناسب نہیں۔

(+)

علاقہ، صرید، اور خیموط

فاضل ہیلی برٹن "انجمادِ خون" کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

جُسیّمات د مویہ: بِلَلٌ کامر سپکلنز۔

حوالہ (۷۹)

”خون جب جسم سے باہر خارج ہوتا ہے، تو تیزی کے ساتھ اس کی لزجت و غلظت میں اضافہ ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ وہ جمے ہوئے سسج نالودہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یہ نالودہ (جما ہوا لوتھڑا) جلد ہی سکڑنا شروع ہو جاتا ہے، جس سے جھوٹے رنگ کی ایک زردی مائل رطوبت خارج ہوتی ہے، جس کو سلیمر (حصّص) اور الجین (کھاجانا ہے)۔“

”نہ خود میں سے معائنہ کرنے پر (تار نکبوت سے) باریک باریک ریشے، یادھاگے نظر آتے ہیں، جو پورے سیال میں جالہ بناتے ہیں، ان میں سے بیشتر صفیحات دھویہ (بلڈ پلیٹ لیٹرز) کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے شعاعی طور پر پھیلتے ہیں۔“

”یہ دھاگے خون کے جیمی مات کو الجھا کر چانس لیتے ہیں، جس سے خون جمے ہوئے، لوتھڑے (کلاٹ، علقہ) کی شکل اختیار کر لیتا ہے، یہ دھاگے ایک قسم کے لحمی ماؤہ (پروٹین بسٹنس) پر مشتمل ہوتے ہیں، جس کو فائبرین (لیفین) کہا جاتا ہے؛ اور فائبرین کا بنا ہی انجماد خون کی بنیادی عمل ہے۔“

”فائبرین (لیفین) سائل دموی سے بنتی ہے، اور اس کا اس طرح خالص طور پر حاصل کرنا ممکن ہے کہ یہ جیات سے آزاد ہو۔ اس کی صورت یہ ہے کہ پہلے خون کے سیال سے جیمات کو ان ذرائع سے الگ کر لیا جائے، جو ہرسم ابھی بتائینگے، اس کے بعد سائل دموی کو جمنے کا موقع دیا جائے۔“

”یہ اس طرح بھی خون سے حاصل کی جا سکتی ہے کہ باریک تنکوں (سیکول) کے مجموعہ سے خون کو پھینٹا جائے؛ اس سے فائبرین (لیفین) تنکوں کیساتھ چمٹ جائیگی؛ اس کے ساتھ گوچند جیمات اُبلھے ہوئے ہونگے، مگر وہ اس طرح

لحم کون حبیبی، اسٹرکٹر (حبیبی، بھوسا) وہ رنگ جو جھوٹے کو پانی میں بھگونے سے حاصل ہوتا ہے۔

دور کئے جاسکتے ہیں کہ اس عمل کے بعد اس کو پانی سے دھویا جائے۔“
(ہیملی برٹن فزیالوجی، صفحہ ۶۹، تفسیر ۱۷)

اصلی عبارت

After the blood is shed it rapidly becomes more Viscous and then sets in to a firm red jelly. The jelly soon contracts and squeezes out a straw-coloured fluid called the serum.

With the microscope, or fine threads are seen forming a network throughout the fluid, many radiating from small clumps of blood-platelets.

These threads entangle the corpuscles, and so the clot is formed. The threads are composed of a Protein substance called fibrin, and the formation of fibrin is the essential act of coagulation. Fibrin is formed from the Plasma, and may be obtained free from corpuscles when Plasma is allowed to clot, the corpuscles having previously been removed by methods we shall immediately study.

It may also be obtained from blood by whipping it with a bunch of twigs; the fibrin adheres to the twigs and entangles but few corpuscles; these may be removed by subsequent washing with water.

Halliburton's Physiology

P. 469, ED: 17

Serum is plasma, Minus the fibrin which it forms.

(P. 470 E. 17.)

توضیح و تطبیق

فاضل فرنگی کے مذکورہ بالا قول میں تین چیزوں کا ذکر آیا ہے:

- (۱) سُرخ فالودہ: رڈ جیلی، یعنی خون کا منجھو تو تھڑا، جس کو کُٹلہ مُنجمدہ، کُٹلہ دَمَویدہ اور علقہ بھی کہا جاتا ہے +
- (۲) مَصَل (بلڈ سیرم)، جس کو خون کا زرد پانی کہنا چاہئے +
- (۳) لِفِیْن (فائبرین)، جو خردبین میں مکڑی کے جانے کی طرح باریک باریک نازک تاروں، یادھاگوں کی شکل میں نظر آتے ہیں۔

اس تہید کے بعد واضح ہو کہ یہ تینوں چیزیں وہی ہیں، جن کا ذکر ابولہل مسیحی نے حوالہ (۶۸) اور دیگر اقوال میں کیا ہے :

علقہ، مَصَل، اور خُیوط

پہلی چیز (سُرخ فالودہ) کو علامہ مسیحی نے ثُفَل اور گاد کے نام سے ذکر کیا ہے، اور اُس کو دودھ کے پنیر سے تشبیہ دی ہے۔ اسی کو علقہ یا خون کا منجھو تو تھڑا کہا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو حوالہ ۶۸)

دوسری چیز (مَصَل الدَّم) کو علامہ مسیحی نے اس طرح بتایا ہے کہ

”خون میں ایک چیز زرداب (صَلَبِلَا) جیسی پائی جاتی ہے، جو اُس پانی کے مشابہ ہے، جو دودھ میں پایا جاتا ہے“

اور جو دودھ کے جسم جانے کے بعد اس سے الگ ہو جاتا ہے۔

حوالہ (۶۸) اور اس کی تفصیلات میں بتایا گیا ہے کہ اس زرد پانی کا مقصد میں نے مختلف طرز بیان سے ذکر کیا ہے، اور اس کے مختلف نام رکھے گئے ہیں مثلاً صدید (زرد آب) کے علاوہ اسے لطافت کی وجہ سے سُرْعُوۃ الدَّم بھی

سُرخ فالودہ، رڈ جیلی
مَصَل الدَّم، بِلڈ سیرم

کہا جاتا ہے :

وہاں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اسی زرد جز، کو اطباء نے قدیم ”خون کی خلط اصفر“

یا، صفراء بھی کہتے ہیں :

تیسری چیز (لیفین، فائبرین) کو علامہ مسیحی نے خُیوط کے نام سے ذکر کیا ہے جس کے معنی دھاگے کے ہیں۔

وہ مادہ جس سے یہ دھاگے بنتے ہیں، اصلی حالت میں خون کے اندر محلول صورت میں ہوتے ہیں، جیسا کہ اس سے پہلے اشارہ کیا گیا ہے۔ پھر جب خون رگوں سے باہر خارج ہوتا ہے، تو وہ مادہ، جسم کے ہر پارک باریک باریک نازک تاروں کی صورت اختیار کر لیتا ہے، جو اکثر اوقات اپنی باریکی کی وجہ سے، اور خون کے سرخ مادہ کے ساتھ الجھے ہوئے ہونے کی وجہ سے معمولی آنکھوں سے نظر نہیں آتے۔ لیکن بعض اوقات اس کے باریک تار باہم مل جل کر نسبتاً موٹے ہو جاتے ہیں، جو معمولی نگاہ سے (خرد بین کی امداد کے بغیر) دکھائی دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے علامہ مسیحی نے اپنے قول میں ”گاہے“ کی قید لگائی ہے، کہ ”گاہے خون میں خُیوط (دھاگے) بھی نظر آتے ہیں،“

جو بالکل صحیح ہے۔

اسی وجہ سے خون کی وہ مائیت، جو خون کے جننے کے بعد حاصل ہوتی ہے، اور وہ مائیت، جو طبعی خون کے اندر پائی جاتی ہے، دونوں باہم اس مادہ کے انحلال و عدم انحلال کے لحاظ سے اختلاف رکھتے ہیں۔

اصلی حالت میں اُس مائیت خون کے اندر یہ مادہ مُخل صورت میں موجود ہوتا ہے، اور خون کے خارج ہونے کے بعد جو مائیت خون کے ٹوٹنے سے حاصل ہوتی ہے، وہ اس مادہ سے سراسر خالی ہوتی ہے۔

اسی فرق و امتیاز کو بتانے کے لئے دو نام وضع کئے گئے ہیں :

(۱) سائل دھوی، یا سائل (لاٹکھ سنگوئی نس، یا پلازما) :

یہ دونوں نام خون کی اُس اصلی اور طبعی مائیت کے لئے وضع کئے گئے ہیں، جو خون کے اندر پائی جاتی ہے، جس کے اندر باقی تمام مُخل اجزاء کے ساتھ لیفین

(فائبرین: خفیوٹ) کا مادہ بھی گھلا ملا ہوتا ہے۔

(۲) مَصْلُ الدَّم (بلڈ سیرم) اُس مائیت کو کہا جاتا ہے، جو خون کے جمنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اس میں وہ تمام چیزیں ہوتی ہیں، جو سائل دھوی کے اندر طبعی حالت میں پائی جاتی ہیں، صرف یہ اُس مادہ سے خالی ہوتا ہے، جو خفیوٹ کی صورت میں تبدیل ہو چکا ہے۔
چنانچہ فاضل ہیلی برٹن لکھتے ہیں:

حوالہ (۸۰)

مَصْلُ الدَّم (بلڈ سیرم) دراصل وہی سائل دھوی ہی ہے، مگر لیفین (فائبرین) سے خالی، جس کے بنانے میں مصل الدم حصہ لیتا ہے۔“

Serum is plasma, minus the fibrin which it forms. (P. 470, Ed. 17.)



طانی ابیض، طبقہ بیضاء (بفی کوٹ)

ابوسہل مسیحی نے حوالہ (۶۸) میں دعویٰ کیا ہے، کہ
”گاہے خون کی بالائی سطح پر ایک باریک سفید چیز نظر آتی ہے؟“
اس قول کی شرح و تفسیر میں میں نے بتایا ہے کہ
”یہ وہی چیز ہے، جس کو عربی میں طبقہ بیضاء (سفید طبقہ)، یا
عَمَامَہ بیضاء (سفید بادل) کہا جاتا ہے، اور انگریزی میں اسی چیز کو
بفی کوٹ لکھا جاتا ہے؟“
چنانچہ فاضل ہیلی برٹن لکھتے ہیں:

بفی کوٹ

”بفی کوٹ (طبقة بکضاء) اُس وقت نظر آتا ہے، جب خون دھیرے دھیرے جمتا ہے، جیسا کہ گھوڑے کے خون میں ہوا کرتا ہے۔ خون کے سرخ دانے، سفید دانوں کے مقابلہ میں، جلدی ڈوب جاتے ہیں، اور خون کے لوتھرے (علقہ) کا بالائی طبقہ (بفی کوٹ) بیشتر لیفین اور سفید دانوں پر مشتمل ہوا کرتا ہے۔“ (ہیسی برٹن فزیالوجی، صفحہ ۴۰، تنقیح، ۱)

اصلی عبارت

The buffy coat is seen when blood coagulates slowly, as in horse's blood. The red corpuscles sink more rapidly than the white, and the upper stratum of the clot (buffy coat) consists mainly of fibrin and white corpuscles.

Halliburton's physiology

(P. 470, E. 17)

دکٹر یوحنا وس تبابت اپنی تالیف (اصول الفیسلوجیا) میں لکھتے ہیں:

یوحنا ورتبابت
اور طبقہ بیضار

حوالہ (۸۲)

”چونکہ خون کے دانے سلالہ (سائل و موی، پلازما) کے مقابلہ میں بھاری ہوتے ہیں، اسلئے اخراج خون کے وقت یہ بتدریج قعر کی طرف اترتے ہیں، اور لیفین کے ریشوں کے درمیان الجھ جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ خون کے دانے بالائی حصے میں کم پائے جاتے ہیں؛ اور یہی وجہ ہے کہ زیرین حصے کے مقابلہ میں بالائی حصے کا رنگ نسبت پھیکا ہوتا ہے۔“

”بعض حالات میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ خون کے دانے باہم مل کر بہت جلد نیچے اتر جاتے ہیں، اس وقت سلالہ (سائل و موی) کا بالائی طبقہ لیفین بننے (اور انجماد کی صورت پیدا ہونے) سے پہلے ہی خون کے سرخ دانوں سے خالی

ہو جاتا ہے، پھر جب ٹمکیہ (قرص دُموی) منجمد ہو جاتی ہے، تو اس کا بالائی حصہ تقریباً سفید ہوتا ہے، جس کو طبقۃ بیضاء، (سفید طبقہ) یا غماۃ بیضاء (سفید بادل) کہا جاتا ہے۔

پھر انجماد کی صورت پیدا ہو چکنے کے بعد لیفین سکڑ کر چھوٹی ہو جاتی ہے؛ عمل طبقۃ بیضاء میں خاص طور پر زیادہ اسلئے ہوتا ہے کہ وہاں دانے موجود نہیں ہوتے، جو لیفین کے انقباض میں رکاوٹ ڈال سکیں؛ جس سے اس منجمد کو تھڑے کی بالائی سطح میں ایک پیالہ نما شیب (تقعائر کا سی) پیدا ہو جاتا ہے؛

”اس صورت میں طبقۃ بیضاء دراصل لیفین ہوتا ہے، جو از خود مرخ دانوں سے الگ ہو گئی ہے (انفصال طبعی)“

”اور گا ہے مصنوعی طور پر بھی لیفین کا انفصال حاصل ہوتا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ خون کے فارغ ہونے کے وقت اس کو کسی شاخ سے اُس وقت تک مارتے، یا پھینکتے ہیں کہ اُس کے انجماد کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ اس وقت لیفین نامی مادہ شاخ پر جمع ہو جاتا ہے، اور ایک سرخ سیال باقی رہ جاتا ہے، جو مصل، مرخ دانوں، اور بیشتر سفید دانوں پر مشتمل ہوتا ہے؛“



اصل عبارت

ولما كانت الكريات الدموية اقل قليلاً
من البلاسما هبطت هبوطاً بطيئاً نحو القاع
عند آخر الدم وتعرضت تبين الياف
الفبرين، ولذلك كانت اقل وجودة في الجزء
العلوي، وكان لون الجزء المذکور ابيض
من الجزء السفلي.

وفي بعض احوال الدم تنضم الكريات
الدُموية بعضها الى بعض فتسقط بسرعة
الى الاسفل، وتكون حينئذ الطبقة العليا

من البلا سماء خالية من الكريات الحمراء
قبل تكوين الفبرين فيها فاذا تجمد القرص
كاد يكون جزءه العلوى ابيض، فيسمى الطبقة
او الغمامة البيضاء.

ثم بعد تكوين التجمد ينقبض الفبرين
ويقصر، ولا سيما في الطبقة البيضاء حيث لا
تعارضه الكريات فيحدث من ذلك تغير
كاسى الشكل على الوجه العلوى للكتلة الجامعة
وعلى ذلك تكون الطبقة البيضاء فبريناً
منفصلاً عن الكريات الحمراء انفصالاً طبعياً.
وقد يتم الانفصال المذكور اصطناعياً
بضرب الدم عند خروجه بخصنة الحى ان
يتم تجمده، وحينئذ يجتمع الفبرين على
الخصنة ويبقى سائل احمر مؤلف من المصل
والكريات الحمراء وكثير من الكريات البيضاء.
(صفحة ۴۳ اصول الفسيولوجيا)

اس بيان سے ظاہر ہے کہ جس "سفید تیرنے والی چیز" (طافی آبیض) کا ذکر ابوسہل مسیحی نے کیا ہے، اسی چیز کو فاضل ہیلی برٹن نے بقی کوٹ کی اصطلاح سے یاو کیا ہے، اور اسی "بقی کوٹ" کا ترجمہ ڈاکٹر یوحنا ورتبات بیروتی نے عربی میں طبقہ بیضاء، یا غمامہ بیضاء کیا ہے۔
پھر ان بیانات سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ سفید طبقہ بالتحلف ہمیشہ نظر نہیں آیا کرتا ہے، اسلئے علامہ مسیحی کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ
"گاہے خون کی بالائی سطح پر ایک سفید چیز نظر آتی ہے"

ہمیشہ ایسی چیز نظر نہیں آیا کرتی۔ چنانچہ وکٹوریو حنا ورتبات مزید اعلان

کرتے ہیں کہ

حوالہ (۸۳)

لے خون کے قُرمس میں طبقہ بیضا، اور پیالہ نمائش سب (تغییر ناسی) کی نمود خاص خاص اور مقررہ حالات ہی میں ہوا کرتی ہے۔۔۔ خاص طور پر مقامی انتہا بات (اورام حارہ) میں۔۔۔ اس دورِ علم میں لوگوں کا اتفاق ہے کہ اس کے دو اسباب ہیں،

۱) التهابِ دموی (درم حار و موی) میں سرخ دانے باہم چٹنے کے لئے زیادہ متعدد ہو کر رہتے ہیں۔ چونکہ ان دانوں کا تیزی کے ساتھ نیچے اترنا ان کے باہم چٹنے پر موقوف ہے، اس لئے اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ منجمد لوہڑے کے بالائی حصے کے سفید ہونے کا سبب کیا ہے۔۔

۲) التهاب (درم حار) کی صورت میں خون دھیرے دھیرے جتنا ہے اسلئے لیفین بننے اور اس کے ریشوں کے درمیان الجھنے سے پہلے ہی خون کے دانے اوپر سے نیچے اتر جاتے ہیں (اسلئے بالائی حصہ سفید ہو جاتا ہے)۔

۳) رہا وہ پیالہ نمائش سب، اس کے پیدا ہونے کی صورت یہ ہے کہ انتہائی خون کی لیفین میں سکڑنے کی قابلیت زیادہ ہوتی ہے، اور چونکہ خون کے دانے گہرائی میں نیچے اتر جاتے ہیں، اسلئے انہیں انقباض اور سکڑ میں رکاوٹ پیدا کرنے کا موقع نہیں ملتا۔

وبشاهد حدوث الطبقة البيضاء والتغير
الکاسی المذکورین فی احوال معلومة، ولا
سیما فی الالتهابات الموضعية. وقد اتفقوا
الآن علی ان لذک سببین،

احدهما ان میل الکریات الحمراء لا لتضا
بعضها ببعض شدید فی الالتهاب الدموی،
واذ كانت سرعة هبوطها موقوفة علی الالتصاق

المذکور محلی من ذلک سبب بیاض الجزء
العلوی للکملة الجاملة .

والشأنی ان بتجمد الدم فی الرأس لتهاب
بطئی، فتتصلب الکریات من الرأس علی قبل تلویث
الفبرین وتعرف لها جین الیافه .

واما التفعیر فناشئ عن زیادة انقباض فبرین
الدم الرأسی وعلامة معارضة الکریات
للا انقباض، اذ تكون قد هبطت الی الاسفل .

(صفحه ۴۳ - اصولی الفیسیولوجیا)

ڈاکٹر شرف مصری اور بنی کوٹ:

لیکن ڈاکٹر شرف مصری نے بقی کوف کا عربی ترجمہ حلاء الدم
کیا ہے، اور حلاء کے معنی لوشس معلوف یسوعی نے اپنے عربی
لغت میں قشرة الدم (خون کی جھلی) بتائے ہیں .

اس سے معلوم ہوا کہ حلاء کوئی جدید طبی اصطلاح نہیں ہے، جس کو
ارباب منافع نے کسی صفت کو سامنے رکھ کر مال میں وضع کیا ہے، بلکہ یہ
ایک قدیم عربی لغت ہے، جس کو عام اہل عرب اپنی زبان میں پہلے سے
استعمال کر رہے ہیں، اور خون کی اس خصوصیت کو جانتے، اور طبقہ بیضاء
آنکھوں سے دیکھتے رہے ہیں .

ڈاکٹر شرف مصری اپنے طبی لغت (معجم انجلیزی عربی)
میں لکھتے ہیں:

حلاء الطلاء: قشرة الدم (منجہ)

حوالہ (۸۴)

Buffy coat.

طَلَاءُ الدَّمِ —
القشرة البيضاء التي تشاهد على سطح الدم
عند تجلده بعد الرافضاد، وهي علامة
على الالتهاب.

ترجمہ:

بفی کوٹ، طَلَاءُ الدَّمِ — وہ سفید پرست جو خون کی سطح پر
اُس وقت مشاہدہ کیا جاتا ہے، جب فصد کرنے کے بعد خون منجمد ہو جاتا ہے۔ اس قسم
کے طبقہ کا نظر آنا اس بات کی علامت ہے کہ کہیں التهاب (ورم حار) موجود ہے۔

طبقہ بیضاء اور فصد:

چنانچہ قدیم زمانہ میں، جب کہ فصد کارواج آج سے بہت زیادہ تھا، خون کے
اس طبقہ کو دیکھا کرتے تھے، یعنی پہلے جسم سے تھوڑا سا خون اس امتحان کی غرض
سے نکال لیا کرتے تھے کہ اس وقت فصد کرنا بھی چاہئے، یا نہیں۔ اگر خون کی
بالائی سطح میں یہ سفید طبقہ نظر آتا، تو قیاس قائم کیا جاتا کہ جسم کے اندر
کہیں، مثلاً پھیپھڑوں میں (ذات الریہ کی صورت میں) ورم حار موجود ہے،
اسلئے فصد کرنا مناسب ہے؛ اور اگر یہ طبقہ نظر نہ آیا، تو فصد کو ملتوی کر دیتے۔
ڈاکٹر شرف مصری نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے، اور اسی واقعہ
کی تصریح یوحنا ورتبات بیرونی اس طرح کرتے ہیں:

حوالہ (۸۵)

”اس سے (طبقہ بیضاء کی خود سے) گزشتہ زمانہ میں اس امر کی طرف
دہنائی حاصل کی جاتی تھی کہ اس وقت خون کا استفراغ (فصد وغیرہ کے ذریعہ)
ضروری ہے۔ لیکن اس زمانہ کے علماء نے بتایا ہے کہ اس سے بہتر نتیجہ اخذ کرنا

(ہر حالت میں) صحیح نہیں ہے، کیونکہ التهابات (اورام حارہ) کے علاوہ بہت سے دوسرے حالات میں خون کا تجمد (اور طبقہ بیضاء کی نمود) مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، مثلاً سوء الثقیۃ (فقر الدم، قلت خون) کی حالت میں“

اصلی عبارت

وكان يستدل من ذلك سابقاً على وجوب
الاستفراغ الدموي، ولكنهم قد اظهروا ان
فساد هذه النتيجة، لان تجمد الدم يشاهد
في احوال كثيرة ما عدا التهابات، ومنها
الانيميا. (صفحة ۴۲-۴۴) اصول الفیسلوجیا

ڈاکٹر شرف مصری اور یوحنا ورتبات کے مذکورہ بالا اقوال سے یہ معلوم ہو گیا کہ طبقہ بیضاء (بفی کوٹ) کو نہ صرف البوسہل مسیحی جانتے تھے، بلکہ یہ ایسی عام چیز ہے کہ قدیم زمانہ کے فساد اور جھام بھی خون میں اس کا مشاہدہ کیا کرتے تھے، اور فصد کرنے، اور غرض مطلوب کے مطابق جسم سے خون جیسی قیمتی چیز نکالنے سے پہلے بہ نظر احتیاط جانچ لیا کرتے تھے، کہ فصد کیلئے موقعہ بھی مناسب ہے، یا نہیں۔

باب (۱۰)

انجماد خون

چونکہ متصلہ باب میں خون کے اُس مادہ کا ذکر آیا ہے، جو انجماد کے بعد دھماگوں کی صورت اختیار کر لیتا ہے، جس کو ابوسہل مسیحی نے خُثُوط کی اصطلاح سے ذکر کیا ہے، اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی موقعہ پر خون کی اس خصوصیت کا بھی ذکر کیا جائے کہ

(۱) وہ خاص خاص حالات میں منجمد ہو جایا کرتا ہے،

(۲) انجماد خون میں بعض موثرات سے تیزی واقع ہوتی ہے، اور بعض سے سُستی، یا روک۔

چنانچہ ابوسہل مسیحی فرماتے ہیں:

حوالہ (۸۶)

”خون کی یہ خصوصیت ہے کہ جب وہ عروق کی تجادیف سے خارج ہو کر بدن سے باہر آجائے، یا معدہ اور مثانہ جیسے بعض اعضاء کے جوف میں گر جائے، تو وہ جلد ہی جم جایا کرتا ہے۔“

ومن شأن الدمان یجمد سریعًا اذا خرج من
تجاويف العروق في الحنا سرج البدن او الى تجويف
بعض الاعضاء كالمعدة والمثانة .
(۵۴ شمسہ)

یعنی خون طبعی طور پر سیال ہے، اور بحالت صحت خون کے اندر دیگر مواد کے ساتھ ایک ایسا مادہ بھی پایا جاتا ہے جو گو طبعی اور تندرست عروق کے اندر سیال صورت میں ہوتا ہے، لیکن جب خون عروق سے باہر آجاتا ہے، تو اس مادہ میں کچھ اس قسم کی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے کہ وہ مادہ منجمد ہو کر دھاگوں (خثیوط) کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اسی عمل کا نام انجماد خون ہے۔

سببیت انجماد خون

عروق سے باہر نکل کر خون کیوں منجمد ہو جاتا ہے، اور رگوں کے اندر یہ کیوں منجمد نہیں ہونے پاتا؟

اس سوال کا جواب قدامت نے بہت مختصر اور واضح الفاظ میں یہ دیا ہے کہ ”عروق کے اندر خون کی محافظ عروق کی طبیعت ہے“

یہ جواب گو مختصر اور سادہ ہے، مگر اس کی صداقت میں، دو تین ہزار سال گزرنے پر بھی، کوئی کمی لاحق نہیں ہوئی ہے۔

علم و حکمت کے اس دور ارتقاء میں گو اس سوال کو حل کرنے کی بے حد کوششیں کی گئی ہیں، اور مختلف مفکرین نے گولا تعداد تو جیہیں گڑھی ہیں، مگر بقول فاضل ہیلی برٹن اب تک اس مسئلہ کے حل کرنے میں کسی کو کامیابی نصیب نہیں ہوئی، اور جتنی تاویلات پیش کی گئی ہیں، ان میں سے کوئی بھی قابل اعتماد اور اطمینان بخش نہیں۔

لیکن اگر ان تاویلات کو صحیح اور قابل اعتماد تسلیم بھی کر لیا جائے، تو یہ بیانات درحقیقت قدامت کے اس دعوے کی شرح اور تفصیل معلوم ہوتی ہیں کہ

یہ خون کی حفاظت، عروق کے اندر، عروق کی طبیعت کرتی ہے“
(حوالوں کے لئے اگلے بیانات ملاحظہ کئے جائیں)

”طبیعت عروقیہ خون کی محافظ ہے“

علامہ برہان الدین نفیس مرض ”حق الدہر“ (خون کی قی) میں فرماتے ہیں:

حوالہ (۸۷)

”گاہے معدہ میں خون آکر جسم جاتا ہے“ (سمرقندی)
اس قول کی شرح میں شارح نفیس لکھتے ہیں:
”کیونکہ خون جب عروق سے باہر خارج ہو کر معدے کے جوف میں اکٹھا ہو جاتا ہے، تو اس خون کی تردیح مفقود ہو جاتی ہے، یعنی اس کے ساتھ ہوا (نسیم) شامل نہیں ہونے پاتی، اور حرارت غریزہ کا (طبعی) غل بھی اس سے منقطع ہو جاتا ہے (الغرض خون کا وہ طبعی ماحول بدل جاتا ہے، جو عروق کے اندر رہنے کی صورت میں اس کے ساتھ تھا، اسلئے خون منجمد ہو جاتا ہے) کیونکہ خون (کے طبعی خواص) کی حفاظت عروق (یا، طبیعت عروقیہ) ہی سے ہو سکتی ہے، اس لئے خون متغیر ہو کر غلیظ اور بار دہن جاتا ہے (یعنی اس سے جسم میں حرارت پیدا کرنے کی شان جاتی رہتی ہے) +

عربی عبارت:

”ورجما یجمد الدم فی المعدة عند حصولہ فیہا“ (سمرقندی)

لأنه إذا انصب الدم من العروق الحجوف
المعدة انقطع عنه الترويح وتصرف الحائر
الغریزى، والطبيعة العروقیة التي كانت

تحفظہ علی الد مویۃ، فتغیر وبردو
غلظ. (شرح اسباب)

(علامہ نفیس کرانی)

علیٰ ہذا مرض ”جَمُودُ الدِ مَرِی الْمَشَانِہ“ (مشانہ میں خون کا
جم جانا) میں علامہ نفیس لکھتے ہیں:

حوالہ (۸۸)

”گاہے مشانہ میں خون آکر جسم جایا کرتا ہے، جس کی وجہ بتائی جا چکی ہے کہ
”طبیعت عروق قیہ (عروق کی مخصوص طبیعت) ہی خون (کے
طبعی خواص) کی مخالفت کرتی ہے، اس لئے جب خون عروق سے باہر آ جاتا ہے،
تو وہ متغیر ہو کر منجمد ہو جاتا ہے۔“ (شرح اسباب اردو، جلد سوم)

عربی عبارت:

قد یجمد الد مری المشانۃ عند حصولہ
فیہا، لہذا ذکر من أنّ الطبیعة العروقیة مہی
التي تحفظہ علی الد مویۃ، فاذا اخرج عن
العروق تغیر و انجمد.

(امراض مشانہ، جلد دوم عربی)

ایک سوال کا ازالہ: عدم ترویج اور انجماد کا تعلق

حوالہ (۸۷) میں علامہ برہان الدین نفیس نے بتایا ہے کہ

”خون جب عروق سے باہر آکر معدے کے جوف میں اکٹھا ہو جاتا ہے، تو اس خون
کی ترویج مفقود ہو جاتی ہے، یعنی اسکے ساتھ ہوا (نسیم: روح) شامل نہیں ہو پاتی۔“

لہٰذا نسیم: روح، جس کو جدید اصطلاح میں آکسیجن کہا جاتا ہے۔

(اسلے خون منجمد ہو جاتا ہے)

یہاں یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ انجماد خون میں ہوا کی رسائی یا عدم رسائی کو کیا تعلق؟

اس کا جواب یہ ہے کہ انجماد خون میں ترویج اور عدم ترویج کو بھی کافی دخل ہے۔ یعنی اگر خون کی ترویج اچھی طرح ہوتی رہے، تو وہ انجماد میں کافی مزاحمت پیدا کر دیتی ہے، اور اگر ترویج بند ہو جائے، اور خون کے اندر محتسانیت (حاضر فحی، کاربونک ایسڈ گیس) کی مقدار بڑھ جائے، تو وہ بہت جلد منجمد ہو جاتا ہے۔

ملاحظہ ہو ضمیمہ ”انجماد خون“ جس میں طب جدید سے بعض نظریات درج کئے گئے ہیں۔

تغیراتِ انجماد

اس کے بعد یہ واضح ہونا چاہئے کہ خون کی یہ خصوصیت ہر حالت میں اور ہر جگہ یکساں نہیں پائی جاتی، بلکہ دیگر موثرات سے اس خصوصیت میں اختلافات بھی رونما ہونے ہیں، یعنی بعض اسباب سے انجماد کی قابلیت بڑھ جاتی ہے۔ اور بعض اسباب اس قابلیت کو کم کر دیتے، یا قطعاً روک دیتے ہیں۔

چنانچہ مندرجہ ذیل امور سی خون کا انجماد جلد ہوتا ہے:

- (۱) حرارت، جو بدن کی حرارت سے کسی قدر زیادہ ہو۔
- (۲) اجسام غریبہ کی ملاقات
- (۳) عروق کی دیواروں کی آفت، مثلاً درم و صلابت سے ان کی سطح کا ناہموار ہو جانا۔
- (۴) تحریک، جس سے اجسام غریبہ کی ملاقات و مواصلت میں تیزی

واقع ہو۔ مثلاً تنکوں کی گٹی سے خون کو پھینٹنا۔ جیسا کہ خون سے خیسوط (لیفین، فائبرن) حاصل کرنے کیلئے عام طور پر کیا جاتا ہے۔

(۵) بعض اقسام بنک کا شامل کرنا۔

(۶) بعض عضوی رطوبات (عصارات النبیۃ) کا عروق کے

خون میں داخل کرنا خون کو وہیں (رگوں کے اندر) جمادیتا ہے۔ لیکن ان رطوبات کی مقدار اگر بہت زیادہ گھٹادی جائے تو انجماد میں تیزی پیدا کرنے کی بجائے یہ اس میں تاخیر پیدا کر دیتی ہیں۔

مندرجہ ذیل سب خون کے انجماد میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں، یا قطعاً روکتے ہیں۔

(۱) جبرودت: اگر ظرف کو برف سے ٹھنڈا کر لیا جائے، اور اس میں خون ڈالا جائے، تو ایک دو گھنٹہ کے لئے انجماد رک جاتا ہے۔

(۲) بعض اقسام نمک، مثلاً املاح متعادہ، کا بڑی مقدار میں ملا دینا۔

(۳) تجارتی مضمومہ (محمودہ: پپ ٹون) کا خون میں شامل کرنا، یا زندہ

حیوان کے خون میں پچکاری کے ذریعہ اس کا داخل کرنا۔ جو نمک کا عصا رہ (عصارہ علق) بھی یہی عمل کرتا ہے۔

(۴) عروق و مویہ کی اندرونی دیوار کی ملاقات، بشرطیکہ وہ طبعی حالت میں ہوں۔

(۵) روغن کی ملامت و ملاقات

۱۔ مثلاً املاح کلسیہ (کیلشیم سلفیٹ) کا ملانا۔

۲۔ عصا سرات انسجہ (نشوا کلسٹریکٹس)

۳۔ املاح متعادہ (تیوزل سالتس)، مثلاً نطرونیہ کبریت آمین (سوڈیم

سلفیٹ) اور مغنیہ کبریت آمین (میک نے شیم فلیٹ)۔

انجماد خون کا کوئی نظریہ قابل اطمینان نہیں،

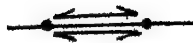
ان مؤثرات کے گنانے کے بعد ”فاضل ہیلی برٹن“ لکھتے ہیں :

حوالہ (۸۷)

”ان عاقلات کا گنانا تو آسان ہے، جو انجماد خون میں تاخیر یا تعجیل کے موجب ہوتے ہیں، لیکن ان کے عمل کی تشریح مشکل ہے (کہ یہ مؤثرات کیونکر خون کے انجماد میں عجلت پیدا کر دیتے ہیں، اور کس طرح ان سے خون کے جمنے میں رکاوٹ واقع ہو جاتی ہے)۔ کوئی دوسرا موضوع ایسا نہیں ہے، جس نے نظریات و آراء کی اتنی تعداد پیش کی ہو، جتنی ”انجماد خون“ کے مسئلے نے پیش کی ہے، لیکن ان کثیر التعداد نظریات میں سے کوئی بھی اطمینان بخش نہیں سمجھا جاسکتا“

It is easy to enumerate the agencies which hasten or hinder coagulation of the blood; It is much more difficult to explain their action. No other subject has produced such a number of theories as blood clotting, but none of these can be regarded as satisfactory.

P. 470. Halliburton's
Physiology, Ed. 17.



انتباہ:

انجماد خون کے بعض جدید نظریات، جو اصطلاحات کی پیچیدگیوں سے ملبو ہیں،
ضمیمہ کے طور پر درج کئے گئے ہیں :

ضَمِيمَةٌ

مُتَقَلِّقٌ

بَابُ (۱۰)

انجاء دنون

ضَمِيمَةٌ

انجماد خون کے بعض نظریات

مُتَعَلِّق بَاب (۱۰)

انجماد خون

انجماد خون کے بعض نظریات بیان کرنے سے پہلے تہمید کے طور پر فاضل سیلی برٹن لکھتے ہیں :

فقہہ (۱)

یہ تقریباً یقینی خیال کیا جاسکتا ہے کہ عروق کے اندر متصل دُموی کے اجزاء اور
میں سے کسٹریٹین (دگلو بولین) جماعت کی ایک لَحْمِیَّت (پروٹین)
جن کو اُمُرُ النَحِیْوُط : لیفین سامن (فاٹبرین) نوجین)
کہا جاتا ہے، منحل صورت میں پائی جاتی ہے۔ پھر جب خون رگوں سے باہر نکل آتا ہے،
تو یہ مادہ کچھ اس طرح متغیر ہو جاتا ہے کہ اس سے نسبتاً ایک غیر محلول مادہ حاصل
ہو جاتا ہے، جن کو لیفین : نَحِیْوُط (فاٹبرین) کہا جاتا ہے۔ (مغواہ، نتیجہ (۱۰))

نظریہ عاقلہ

فقہہ (۲) اس تمہید کے بعد وہ لکھتے ہیں:

”انچادون کے بیشتر جدید نظریات اس بات کو مانتے ہیں کہ یہ تبدیلی (خون کا جسم جانا) از قسم کیمیاوی تغیر ہے (جس کو مستحالہ حقیقی) کہا جاتا ہے، جو ایک مخصوص خمیر کے عمل سے حاصل ہوتا ہے، جو خمیر لیفین (فاٹسیرین فرمنٹ) یا عاقلہ کا (تھرامبین) کہلاتا ہے۔ یہ خمیر خون کے صفحات اور خون کے بے رنگ کزیات کو ٹوٹ پھوٹ سے اس وقت پیدا ہوتا ہے، جب خون عروق و مویر سے باہر آتا، یا جب وہ اجسام غریبہ سے ملاتی ہوتا ہے“ (صفحہ ۴۴، تنقیح ۱۷)

اب رہا یہ سوال کہ طبعاً خون عروق کے اندر کیوں نہیں جمنے پاتا، جبکہ جمنے والا مادہ (آٹم انجیوٹ، فائبری نوجن) خون کے اندر ہی موجود ہے، اور خون کے ذرات کی ٹوٹ پھوٹ بھی اندر ہی اندر ہو کر رہتی ہے، جس سے خمیر مذکور کا حاصل ہونا ممکن اور قرین عقل ہے۔

مذکورہ بالا نظریہ کے ماننے والوں نے اس سوال کو جس طرح حل کرنے کی کوشش کی ہے، اس کو فاضل ہیلی برٹن اس طرح بیان کرتے ہیں:

”یہ سوال کہ خون بحالت حیات کیوں نہیں جمتا۔ اس کو حل کرنے کیلئے یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ خون کے اندر خمیر مذکور کی ایک بند زنجیر (ایٹیو انزائم) پائی جاتی ہے، جو ضل عاقلہ کا (ایٹیو تھرامبین) کہلاتی ہے، اور جس کے متعلق یاد رکھا جاتا ہے کہ وہ جگر میں پیدا ہوتی ہے“ (صفحہ ۴۴، تنقیح ۱۷)

نظریہ عاقدہ میں پیچیدگی کا اضافہ

نقرہ (۲) اس کے بعد فاضل موصوف لکھتے ہیں :

”یہ سادہ نظریہ چونکہ بہت سے مشکلات کا مقابلہ نہیں کرتا، اسلئے اس نظریہ کو یہ تسلیم کر کے پیچیدہ بنادیا گیا ہے کہ عاقدہ نامی خمیر سے پہلے ایک اور پیش رو خمیر بناؤں ہوتا ہے، جو حاکلہ سانسز (تھرامبو جین) یا پیش حاکلہ (پرو تھرامبو جین) کہلاتا ہے؛ قبل اس کے کہ حقیقی خامرہ (سٹرو وٹھر، انزائم) اپنا عمل کرنے کے قابل ہو، اس امر کی ضرورت ہوتی ہے کہ اُس پیش رو مادہ کو متاثر کر کے اُسے فعال بنایا جائے۔ چنانچہ وہ عامل جو اس کو فعال بناتا ہے، وہ داعی انعقاد (تھرامبو کائی نیز) کہلاتا ہے؛ یہ بھی خون کے بنے بنائے اجزاء (اجزاء امر کبہ) سے اور دوسری ساختوں سے پیدا ہوتا ہے“

دوسری رائے :

نقرہ (۳) اس کے بعد فاضل موصوف لکھتے ہیں :

”داعی انعقاد (تھرامبو کائی نیز) کے بارہ میں ہاویل کی رائے ہے کہ یہ از قبیل مادّہ لکٹو حمانیہ (لیپائیڈ) ہے، اور خون کے انعقاد میں اسلئے معاون نہیں بنتا کہ یہ حاکلہ سانسز (تھرامبو جین) میں فعالیت پیدا کرتا ہے، بلکہ اس وجہ سے کہ یہ مدد عاقدہ (ایٹیو تھرامبو جین) نامی مادہ کو بے اثر بنادیتا ہے“

خیالات کی پریشانی :

نقرہ (۵) اس کے بعد فاضل ہیلی برٹن خیالات کی پریشانی اور اصطلاحات

لے سٹرو وٹھر عربی لفظ ہے، جس کے لغوی معنی عصیر اور عصارہ (پوڑیوں) کے ہیں۔ یہ اصطلاحاً خواصر (ایجنزائمر) کیلئے وضع کیا گیا ہے۔

کی بھراہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس طرح بیزاری کا اظہار کرتے ہیں :
 ”دوسرے لوگوں نے (اس مسئلہ کی تاویل میں) مزید تفصیلات کا اضافہ
 کیا ہے، جس کے لئے دوسرے بہت سے جدید الفاظ کے تعارف کی ضرورت
 ہے (اس لئے ان تفصیلات کو نظر انداز کیا جاتا ہے)“

انجماد خون میں آملاح کلسیہ کی اہمیت :

فقہہ (۶) فاضل موصوف تفصیلات سے درگزر کر کے لکھتے ہیں :

”یہ ایک عرصہ دراز سے تسلیم کیا جاتا ہے کہ آملاح کلسیہ (کیل سیم سالٹس) ضروری ہیں (یعنی خون کے آہم اجزاء میں سے ہیں، جو انجماد کے لئے ضروری ہیں)؛ اگر ان آملاح کو اس طرح دور کر دیا جائے کہ خون میں کھاری محض آگین (آگری لیٹ) سیلامیز (فلورائڈ)، یا لیون آگنیں (سائٹریٹ) شامل کر دیا جائے، تو خون اس طرح منجمد ہونے سے رک جاتا ہے۔“

”یہ ایک لاریب حقیقت ہے — اس کے ساتھ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جس خون کو سلب کلسیٹ کے ذریعہ انجماد سے روک دیا گیا ہے، اگر اس میں چھو اجزاء کلسیہ شامل کر دئے جائیں، تو از سر نو خون میں انجماد کی قابلیت عود کرتی ہے۔“

لا علمی کا اعتراف :

فقہہ (۷) ”لیکن اجزاء کلسیہ کی نوعیت عمل کیا ہے، اس کا کوئی علم نہیں — بہت سی

لوگ اعتراف کرتے ہیں کہ لیفین نامی مادہ لیفین ساز مادہ کا کلسی مرکب نہیں ہے، اور عام طور پر فرض کیا جاتا ہے کہ کلسیہ کسی طریقے سے داعی انعقاد کے ساتھ ملکر عائدہ (تھرامین) کے بنانے میں کام کرتا ہے۔“

رطوبات النجمہ سے انعقاد خون :

فقہہ (۸) ”بعض انسجہ کے تلاموں (رطوبات الترسحات) کو جب ہچکچاری کے ذریعہ

سبب کلسیٹ (ڈی کیل سی ٹی کیشن) اجزاء کلسیہ کو خون سے دور کر دینا۔

خون میں داخل کر دیا جاتا ہے، تو خون رگوں کے اندر بچھ رہتا ہے۔ ان مواد کے اس اثر کو داسی الغمما کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جو اس نودی الحسین (نیو کلیو پروٹین) کے ساتھ اولیٰ بچھ جاتا ہے، جو اس قسم کی رطوبات میں موجود ہوتی

”

علاوہ انہیں یہ بھی ایک غیر مشتبہ حقیقت ہے کہ اگر خون کو بہتے وقت، اس مجروح مقام کی ساخت سے ملاتی ہونے کا موقعہ دیا جاتا ہے، تو وہ مقابلہ تیزی کے ساتھ بچھ رہتا ہے؛ اس کے برعکس اگر خون براہ راست صاف نلی کے ذریعہ کسی صاف ظرف میں لیا جاتا ہے، تو وہ نسبتاً دیر میں جمتا ہے۔“

مردہ اور انجناد خون؛

فقہ (۹) کے نظریہ سابقہ (نظریہ عاقدہ) سے جو بہت سی رائیں اور خیالات وابستہ ہیں، ان میں سے ایک اور خیال کو پیش کرنے کے لئے (تاحال) یہ باور کیا جاتا ہے کہ مردہ (پٹو) خون کے انجناد کو اس وجہ سے روکتا ہے کہ وہ جگر میں بکتریکہ پہنچا کر عاقدہ کے اخراج میں اضافہ کر دیتا ہے، جس سے خون جمنے نہیں پاتا، خواہ وہ عروق سے باہر نکال لیا جائے۔

اس رائے کو دو بیانات سے تقویت پہنچائی گئی ہے، جن میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہے؛

”چہا بیان یہ ہے کہ مردہ خارج شدہ خون کے جمنے میں رکاوٹ نہیں ڈالتا (بلکہ اسی وقت یہ عمل کرتا ہے، جب عروق کے اندر اسے داخل کیا جاتا ہے۔“

اس بیان کا عدم صحت ہر اس شخص پر واضح ہو سکتا ہے، جو تجربہ سے اس کی آزمائش کرے۔“

”دوسرا بیان یہ ہے کہ اگر جگر کو دران خون سے بے تعلق کر دیا جائے تو مردہ کا یہ اثر زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہتا۔“

ہواد کا تعلق انجماد خون سے:

فقہہ (۱۰) ۲ پیکرنگٹ اور ہیسوٹ نے بتایا ہے کہ یہ امر بھی صحیح نہیں ہے اگر اس امر کی احتیاط پہلے ہی سے کرنی جائے کہ خون میں نسیم (آکسیجن) اچھی طرح پہنچی ہوئی ہو، (اچھی طرح خون کی ترویج ہو چکی ہو)، تو اس وقت مردہ انجماد کو برابر روک دیتا ہے، خواہ جگر دوران خون سے با تعلق ہو یا بے تعلق۔ اس احتیاط کی طرف ابتداءً تجربہ کرنے والوں نے کوئی توجہ نہیں کی، اگرچہ وہ ایک دوسری غیر مشتبہ حقیقت کو جانتے تھے کہ دُخا نیت (حامض لحمی کاربوئک ایسڈ گیس) انجماد کے لئے بہت زیادہ مُہمّہ و معاون ہے، اور یہ کہ سُلّٰلہ لحمی و مَدّہ (پپ ٹون پلازما کے اندر محض حامض لحمی (دُخا نیت) کی ایک روگزرا کر اس کو منجمد بنا دیا جاسکتا ہے۔“

ضدّ عائدہ کوئی مستحض اور ممتاز چیز نہیں:

فقہہ (۱۱) ۲ اعلیٰ یہ ہے کہ ضدّ عاقلہ (اینٹی تھرمبین) کوئی ممتاز حقیقت نہیں ہے؛ موادِ آلیہ کے بہت سے حاصلات (مشتقات) انجماد خون کو روک دیا کرتے ہیں؛ مثلاً جو تک کے سر کا خلاصہ (رطوبت) یہی عمل کرتا ہے؛ موادِ تخمیر (خمیرہ؛ ایسٹ) کا مطبوخ، حامض نوّوی (نیو کلیک ایسڈ) کے بعض مرکبات اور دوسری چیزیں اس قسم کی دوسری مثالیں ہیں۔ اس قسم کے مواد (جو مختلف خواص کے مواد کی ٹوٹ پھوٹ سے حاصل ہوتے ہیں) ممتاز جواہر شمار نہیں کئے جاسکتے، جو کسی منافی عمل سے تعلق رکھتے ہوں؛“

۱۔ اس بیان سے ملا نفیس کے اُس قول کی تائید ہوتی ہے کہ خون کی ترویج انجماد کیلئے مافع ہے اور عدم ترویج معاون انجماد، جیسا کہ حوالہ عدد (۸۷) میں اشارہ کیا گیا ہے۔

۲۔ حاصلات موادِ آلیہ، ڈرائی وے پوڈ آف آرگے تک سے ٹیریس۔

۳۔ منافی عمل؛ نزیلوجیل ایکشن

نظریہ عاقدہ کی تردید :

فقہ (۱۲) — یہ امر کہ مصل مائی (جس میں پانی ملا دیا گیا ہو) اور اُس کی لحمیات کا خلاصہ، جو بیرونی خون میں انجماد کا موجب ہوتا، یا اُس میں عجلت پیدا کر دیتا ہے، ایک غیر مشتبہ حقیقت ہے — لیکن یہ نظریہ کہ عاقدہ (تھرا بمین) یا ٹمیریفین (فائبرین فرمنٹ) ہی انجماد میں حقیقی حامل ہے۔ دوسرے غیر مشتبہ حقیقت سے مستحضر ہو جاتا ہے — نیز خون کے بہاؤ میں عاقدہ کے مزید بجات کی پچکاری عروق کے اندر کبھی انجماد کی موجب نہیں ہوا کرتی ہے۔

انجماد خون کی میادی تغیر نہیں ہے :

فقہ (۳) — لیکن اگر ہم نظریہ عاقدہ سے مع اُس غمارت کے انکار کر دیں، جو اس کی بنیاد پر کھڑی کی گئی ہے، تو سوال یہ ہے کہ اس کی بجائے کس نظریہ کو جبکہ دی جائے ؟ — تحقیقات حاضرہ نے جہاں تک قدم بڑھایا ہے، وہ یہ بتاتے ہیں کہ لیفین ساز (فائبرینوجن) نامی مادہ کی تبدیلی لیفین کی صورت میں کی میادی تغیر کی بجائے ایک طبعی تغیر ہے۔

یعنی یہ تبدیلی استحالة حقیقی کی بجائے استحالة مجازی ہے، جس میں کوئی عنصری انقلاب رونما نہیں ہوتا۔

نظریہ تکاثف (بسطوح کا عمل انجماد میں) :

فقہ (۱۳) — لیفین ساز (أَقْرَ الْخَبُوطِ) اُس مادہ کی اہم جماعت سے تعلق رکھتا ہے، جو مادہ غَرَّ وِجِد (هَلَا حَمِيَه) کہلاتا ہے۔ ایسے مواد اس بات کے لئے بہت مائل ہوتے ہیں کہ یہ جن اجزاء سے مرکب ہیں، ان کے

حجم تکثف میں تیزی کے ساتھ تبدیلی واقع ہو جائے۔ چنانچہ ہلکا مر میں، جسے گرم پانی میں حل کر لیا گیا ہو، اجزاء کا تکثف بہت ہی قلیل ہوتا، اور وہ محلول صورت اختیار کر لیتا ہے (شکل محلول)۔ پھر جب یہ محلول ٹھنڈا ہوتا ہے تو اُس کا قوام گاڑھا ہو جاتا، اور فالودہ (جیلی) کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے (شکل فالوخرج)۔ اس اصول کو خون پر تطبیق دیتے ہوئے حکمائے سب سے پہلے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ لیفین سا زائدہ ایک ”محلول شکل“ ہے، اور لیفین اُس کی ”فالودہ جی شکل“۔

” (دودھ کے جننے کے سوال کا بھی یہ مسئلہ اسی طرح حل کر رہا ہے) “
یہ لیفین ابتداءً مادہ رازدہ یعنی ذرات کی صورت میں راسب ہوتی ہے، اس کے بعد سوئی جیسی باریک قلمیں نمودار ہوتی ہیں، اور آخر کار یہ باہم چپک کر لیفین کے مخصوص دھاگے (مثالی خیوط) بن جاتی ہیں۔

عروق کی سطح کا عمل — انجماد خون میں :

فقہ (۱۵) ”ہلکا ہر میں اس قسم کی تبدیلی قوام کا ذریعہ اگر حرارت (د) بلحاظ اختلاف درجات) ہے، تو خون کے انجماد میں حرارت کو بہت ہی قلیل داخل ہے، اور اگر نظر تحقیق سے دیکھا جائے، تو لیفین ساز پر حرارت کا اثر (دوسری سمجیات کی طرح) اس کے اُس تاثیر کے متضاد ہے، جو ہلکا ہر پر ہوتا ہے۔ یہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انجماد خون میں بڑا عامل عروق کی اندرونی سطوح کی تبدیلی و بے قاعدگی

لے جیسا کہ ”مؤثرات انجماد“ میں بتایا گیا ہے کہ اگر حرارت کا درجہ بدنی حرارت سے کسی قدر اونچا ہو، تو وہ انجماد خون کو تیز کر دیتا ہے۔ اسی طرح بدن کے اندر دوسرے لحمی مواد (لحمیت، پرنڈین) اندے کی سفیدی کی طرح حرارت کے عمل سے منفرد ہو جایا کرتے ہیں۔
اس کے برعکس ہلام حرارت کی تاثیر سے بچھل جاتا ہے، اور بردت کے عمل سے حجم جاتا ہے۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ ”حرارت کا عمل لیفین ساز پر اس کے اُس عمل کے متضاد ہے جو ہلام پر ہوتا ہے“۔

ہے۔ خون جیسے یسار آمیزہ (خلیط غدی) میں تغیر پیدا کرنے والا مؤثر سطوح کا عمل اور اس کا تناؤ ہی ہو سکتا ہے۔

جب تک سطوح کے حالات طبعی حالات میں قائم رہتے ہیں، یعنی خون جب تک زندہ تندرست عروق دموی میں رہتا ہے، اُس وقت تک خون سیال صورت میں رہتا ہے۔ اگر ان طبعی حالات کی نقل کی جاتی ہے (ان کے مائل حالات پیدا کئے جاتے ہیں)، مثلاً خون کو کسی رگ کے ایک ایسے ٹکڑے کے اندر بند کیا جائے، جو ابھی زندہ ہو، یا ایسے قلب میں بند کیا جائے، جو جسم سے الگ کر لیا گیا ہو (جیسا کہ جانوروں میں کیا جاتا ہے)، تو ان حالات میں خون کا انجماد بہت زیادہ متاخر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر خون کسی ایسے طرف میں کسی ایسی نلی کے ذریعہ لیا جائے، جن کی سطوح کو روغن سے چکنا لیا گیا ہو، تو اس حالت میں بھی خون کے جمنے میں اسی وجہ سے دیر لگ جاتی ہے کہ سطوح کی طبعی حالات کی یہ نقلیں کم و بیش کامیاب ہیں۔

عروق کی دیواروں کا مائٹ ہو جانا، یا اجسام غریبہ سے ان کا طاق ہونا فوراً عروق کی سطح کے طبعی ماحول کو بدل دیتا اور خون جمنے لگتا ہے۔

اغلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تحقیقات جیسے جیسے بڑھتی جا رہی ہیں، آگے چل کر یہ ظاہر ہو جائیگا کہ خون کے ساتھ اجسام غریبہ (جن میں سے بعض انجماد کو رکھتے، اور بعض اس میں سرعت پیدا کرتے ہیں) کے ملانے سے جو اثرات مترتب ہوتے ہیں، وہ اس وجہ سے مترتب ہوتے ہیں کہ یہ سطوح کی طبعی حالات کو کسی ایک رخ پر تبدیل کر دیتے ہیں۔ مثلاً — ممرؤ (پپ ٹون) عروق سے باہر کے خون کو انجماد سے روک دیتا ہے، اس کے اس اثر کا صحیح طور پر مظاہرہ محض اس طرح ہو سکتا ہے کہ پہلے ہی سے اس بات کی احتیاط مد نظر رکھی جائے کہ سطح کا طبعی ماحول محفوظ ہے، یعنی سطح کو تیل لگا کر چکنا بنایا جائے۔

قول فیصل پیش کرنا دشوار ہے:

فقرہ (۱۶) مختلف مذاہب کی ترجمانی اور مختلف نظریات کے پیش کرنے کے بعد

”ہیلی برٹن“ مسئلہ انجماد کی پیچیدگی اور تاویلات کی درماندگی کا انہماک اس طرح کرتے ہیں:

”انجماد خون جیسے مسئلہ میں کسی ”قول فیصل“ کا پیش کردہ مشکل ہے، لیکن اس عجیب و غریب خصوصیت کی جو ممکن تشریح و توضیح میرے دماغ میں تھی، اُس کا ایک خاکہ میں نے پیش کر دیا ہے۔ خون کے صفیحات کا اس بارہ میں کمتنا حصہ ہے (جن کو بعض مشاہدین بہت زیادہ اہمیت بخشتے ہیں) ابھی یہ امر حل طلب ہے، لیکن یہ غیر ممکن نہیں ہے کہ ان کا فعل (اگر کچھ ہو) ان کے اُس تاثیر پر بھی مبنی نکلے، جو ان کی وجہ سے سطح عروق میں پیدا ہوتی ہوں۔“

[(صفحات ۲۴۱ - ۲۴۲ - ۲۴۳)]
تنقیح (۱۷)

اَصْطَلَحَا

مُثَلِّقَةً

ضَمِيمَةً

اِنْجَمَادُ خَوْجٍ

Mixture	امیزہ (خلیطہ) مکسچر
دیکھو "خلیطہ"	
Foreign Bodies	آجاء غریبہ فالرن باڈیز
غیر طبعی اجسام۔ وہ اجسام جو کسی جگہ موجود ہوں، اور وہاں کے لئے وہ اجنبی اور غیر طبعی ہوں، مثلاً خون میں سہی مواد کا پایا جانا۔	
Protagon	اُسُ العصب پروٹے گان
(عصبی بنیاد) ایک بلوری مادہ ہے، جو دماغ (اور بقول بعض سرخ دانوں) اور عصبی بافتوں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں بہت ممکن ہے کہ یہ دماغین (سری برین) اور محین (لے سی تھین) کا آمیزہ ہو۔ (اُس : بنیاد، اساس، العصب : پٹھ)	
• Chemical change	استحالہ حقیقی کیمیکل چینج
(استحالہ : بدل جانا، متغیر ہو جانا، تغیر و تبدل، حالت کا تبدیل ہو جانا) مادہ کا وہ تغیر جس میں مادہ کے اصلی خواص بدل جائیں۔ دیکھو "تغیر کیمیادی"	
Chemical change	استحالہ صوری کیمیکل چینج
مادہ کا وہ تغیر جس میں اُس کی صورت نوعیہ (ماہیت) بدل جائے۔ دیکھو "استحالہ حقیقی"	
Physical change	استحالہ کیفی فزیکل چینج
دیکھو "استحالہ مجازی" اور "تغیر طبعی"	

Physical change	فزیکل چینج	استحاله مجازی
مادہ کا وہ تغیر جس میں دیگر کیفیات بدل جائیں، مگر اُس کے اصلی خواص نہ تبدیل ہوں۔ دیکھو ”تغیر طبعی“		
Recalcification	ری کالسی فی کیشن	اعادہ کلسیٹ
کسی چیز میں (مثلاً خون میں) کلسیہ (کیل سیم) کے اجزاء کا دوبارہ شامل کر دینا۔		
Syntonin	سنٹونین	التصافین
دیکھو ”ماح ثانی“		
Fibrinogen	فائبری نو جین	امر الخیوط
دیکھو ”لیفین باز“		
Salts	سالٹس	املاح
ملح کی جمع۔ نمک۔ دیکھو ”ملح“		
Calcium salts	کیل سیئم سالٹس	املاح کلسیہ
وہ املاح (نمک) جن میں کسی تیزاب کے ساتھ اساس کے طور پر کلسیہ شامل ہو، مثلاً کلسیہ نورلین (کیل سیم فاسفیٹ) جو تیزاب نوری (فاسفورک ایسڈ) اور کلسیہ (کیل سیم) کا نمک ہے۔		
Blood coagulation	بلڈ کوگولیشن	انجماد خون
Blood clotting	بلڈ کلٹنگ	

خون کا جسم جانا، سیال صورت کو چھوڑ کر لو ٹھٹھ کی صورت اختیار کر لینا۔
اسی کو انعقاد دھر بھی کہا جاتا ہے۔
(۱) انجماد: جسم جانا۔ انعقاد: بستہ ہو جانا۔

انسجہ	ٹشیوز	Tissues
انعقاد خون	بلڈ کو گولے شن بلڈ کلاٹنگ	Blood coagulation Blood Clotting

خون کا جسم جانا۔ سیال صورت چھوڑ کر نیم منجمد بن جانا۔

بیسٹائیکہ	البوچی ٹائڈ	Albuminoid
انقلاب عنضوری	کیمیکیل چینج	Chemical Change

دیکھو "استحاله حقیقی"

(۱) شَبْلُ الماح۔ مواد بیضیہ سے مشابہ۔ (۲) لَحْمَیْن (پروٹین) کا مترادف (۳) لَحْمِیَّات (پروٹین) کے بے شمار گروہ میں سے کوئی ایک قسم جو اپنی ترکیب میں ماح (البومن) سے مشابہ ہوتی ہے۔ یہ پانی میں حل ہو جاتی، اور الکحول میں تقریباً غیر منحل ہے؛ یہ خون، غدود، عضلات، اور اعصاب وغیرہ کا اہم اور بڑا جز ہے۔
قرنین (کیراٹین)، لدین (الاسٹین)، اور ہلام ساز (کولجین) بھی اسی میں شامل ہیں۔

Prothrombin	پروٹھمبین	پیش عاقلہ
عاقلہ سانس۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ایک مادہ ہے جو خون میں پایا جاتا ہے، اور داعی انعقاد (تھرمبوسائیٹز) نامی خمیر کے عمل سے عاقلہ (تھرمبین) اسی مادہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔		
Cholesterin	گولسٹرین	پسہ زھر
جو امد صفرل ویہ، حصہ صفرل ویہ۔ اس مادہ کی خفیف مقدار مادہ حیات کی ہر قسم کی پائی جاتی ہے۔ عصبی ساختوں میں عموماً، اور سفید جوہر میں خصوصاً اس کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ اس کی خفیف مقداریں خون اور صفراء میں بھی پائی جاتی ہے، اور گاہے یہ اتنا بڑھ جاتا ہے کہ صفراء میں پتھریاں بن جاتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں سانپ کے زہر کو بے اثر کرنے، اور اس کے خلاف بدن میں قوت مقابلہ پیدا کرنے کی قوت ہے۔ (۵، ۲، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲) ۲۹۳ درجہ حرارت (مقیاس مردج) پر یہ مادہ پگھلتا ہے۔		
Oxygenation	آکسی جی نے شن	مَروِج
روح (آکسی جن) سے سیر ہونا۔ تشبیح بالروح۔ مثلاً خون میں براہ تنفس نسیم کا شامل ہونا۔		
Aggregation	اِگری گے شن	تکاثف
اجزاء کا مجتمع ہو کر ایک مجموعہ بن جانا۔ انضمام اجزاء۔ اجتماع اجزاء۔ جس طرح دودھ جبکہ ایک ٹھکان بن جاتا ہے۔ تجماع، اجتماع۔		
Physical Change	فزیکل چینج	تغیر طبعی
مادہ کا وہ تغیر جس میں مادہ کے خواص نہ بدلیں، بلکہ دیگر کیفیات میں تبدیلی		

واقع ہو، مثلاً رنگ یا وزن یا قوام کا بدل جانا، تختل و نکاثف میں فرق واقع ہونا، حرارت و برودت میں بدل جانا وغیرہ۔ اس کے مقابلہ میں تغیر کیمیائی (وی) ہے، جس میں مادہ کے خواص بدل جاتے ہیں۔
طبعی تغیر کو استحالہ حجازی (جھوٹا استحالہ) اور استحالہ کیفی بھی کہا جاتا ہے۔

تغیر کیمیائی	کیمیکل چینج	Chemical Change
<p>جوہری تغیر، مادہ کا وہ تغیر و انقلاب جس میں مادہ کے خواص بدل جائیں۔ اس کے مقابلہ میں تغیر طبعی ہے۔ اس کو استحالہ حقیقی اور استحالہ صوری بھی کہا جاتا ہے، یعنی اس میں مادہ کی صورت تو عیر بدل جاتی ہے، جس سے اُس کی سابقہ ماہیت قائم نہیں رہتی، مثلاً شکرہ کا چربی میں تبدیل ہو جانا، گوشت کا اجزا و بولہ میں بدل جانا، وغیرہ۔</p>		
جُسیَمَات	کارپسکلس	Corpuscles
<p>چھوٹے چھوٹے اجسام۔ جسم کی تصغیر، مثلاً خون کے دانے جیات کہلاتے ہیں۔</p>		
جگرین	جے کورین	Jecorin
<p>ایک مادہ ہے، جو طبعی اور ذیابیطی خون میں، نیز جگر، طحال، اور دماغ وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ (ف ۱۰۵، ہ ۱۸۶، ش ۵، ک ۳، ح ۴۶)۔</p>		
حاصلات	ڈرئیوے ڈیوین	Derivatives
<p>مُشتَقَات، پیداوار، وہ رطوبات و مواد جو کسی عضو کے عمل سے پیدا ہوں مثلاً جگر کے عمل سے صفراء، اجزا و خون، جلد کے عمل سے پسینہ، گردے کے عمل سے پیشاب۔ مُستخرجات، مُستحصلات۔</p>		

Acid - albumin	ایسڈ البومین	حامض بےضیی
دیکھو: ام ثانی		
Carbonic acid gas	کاربنک ایسڈ گیس	حماض فحشی
(حامض، کھٹا، ترش، ترشہ، فحشی، کوئلہ کی طرف منسوب) دیکھو ”دخان“		
Nucleic acid	نیوکلک ایسڈ	حامض نووی
وہ عضوی تیزاب ہے، جو نووین (نیوکلین) کے فساد سے حاصل ہوتا ہے، اور حامض نووی کے فساد سے حامض نووی (ٹاسفورک ایسڈ) حاصل ہوتا ہے۔ حامض نووی بعض اوقات، پھین سے ملکر نووی لچہ میں (نیوکلیدو پروٹین) بناتا ہے۔		
Oxante	آکسین لیٹ	محمض آکسین
حامض تخامنی (آکسین لک ایسڈ) کا کوئی نمک، جو اس تیزاب اور کسی آکس سے حاصل ہو۔		
Enzyme	انزائم	خامرہ
خمرہ۔۔۔ قالبہ۔۔۔ زور۔۔۔ صائغہ۔ وہ خمیر جو کسی زندہ جسم میں پیدا ہوتا ہے، یہ دراصل ایک پیچیدہ مرکب آلی ہوتا ہے، اور جس میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ اپنے تماس و ملاقات سے		
لہ خمرۃ اللبن، رویتہ تصب علیہ لیروب سر یغا (مخمر) دودھ کا جوڑن یا جامن، جس سے وہ جسم کر دی بن جاتا ہے۔		

دوسرے مادہ میں استحصال و انقلاب پیدا کر دے۔ اسی وجہ سے اس کا نام قالبہ (حالت بدل دینے والا) اور صافغہ (ڈھانے والا) ہے۔ مثلاً حصہ کا تیر ہا ضوہہ، جو گوشت کو ہضم کر دیتا ہے، یعنی اس میں استحالیہ پیدا کر دیتا ہے۔

Extract

اکسٹریکٹ

خلاصہ

کسی چیز کا اصلی جوہر، جو ثقل (پھوک) سے الگ کر لیا گیا ہو۔

Mixture

مکسچر

خلیط

مزيج، آمیزہ، ملی جلی چیز، وہ چیز جس میں مختلف چیزیں باہم خلط ملط ہوں۔ اور ان کے خواص باطل نہ ہوئے ہوں، جیسا کہ ترکیب کیمیاء میں ہوا کرتا ہے، جس سے نیا مزاج پیدا ہو جاتا ہے۔ مخلوط، مختلط۔ اس کا مقابل مرکب، اور مرکب کیمیاء کا ہے۔

Colloidal mixture

کوئلڈل مکسچر

خلیط غروی

سریشدار آمیزہ، جس میں مختلف چیزیں ملی ہوئی ہوں، اور مجموعہ لیسدار ہو، جیسے خون۔ دیکھو ”شعر و دیکھ“

Fibrin Ferment

فائبرین فرمنٹ

خمیر لیفین

وہ خمیر جو خون میں پایا جاتا ہے، اور لیفین ساز زامی سیال مادہ کو منجمد کر کے لیفین (فیوٹ، فائبرین) میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اس کو عاقلہ بھی کہا جاتا ہے۔

Yeast

ایسٹ

خمیرہ

قُطر سکری کا عام نام۔ خمیر مندرجہ ذیل مقاصد میں استعمال کئے جاتے ہیں:

روٹی کا خمیری بنانا، شراب کے لئے تخمیر پیدا کرنا، بعض دیگر ادویہ کا تیار کرنا۔
یہ نباتی مادہ شکر کو شراب میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اس کو گاسٹہ "ہواد قخمیر" بھی کہتے ہیں۔

Thrombokinaso

تھرومبوکائی نایز

داعی انعقاد

یہ خیال بعض "یہ خمیر کی قسم کا جو ہر جہ، جو عاتقہ سائر (تھرومبوکین) نامی
ادہ سے مل کر عاتقہ (تھرومبوکین) بناتا ہے۔

Carbon Dioxid

کاربن ڈائی آکسائیڈ

دُخان

اس کو جاحض فحیحی (کاربونک ایسڈ گیس) بھی کہا جاتا ہے۔ اس
میں ایک جزو فحیم (کاربن)، اور دو جزو نسیم (حمضین، آکسیجن) ہوتی ہیں
(فح ۲)۔ یہ باہر نکلنے کی، کوئلہ، اور تیل وغیرہ کے جلنے سے حاصل ہوتا ہے
جس میں فحیم موجود ہوتی ہے، اور بدن کے اندر بدنی تغیرات کے نتیجہ میں
پیدا ہوتا ہے، کیونکہ تنفس کی ہوا کے ذریعہ نسیم (روح) برابر پہنچتی
رہتی ہے، جو ساختوں کے اجزاء فحیم سے ملکر دُخان میں تبدیل ہو جاتی
ہے، اور تنفس خارجی کے ذریعہ باہر آتی ہے۔ (دُخان، دھواں)

Carbon Dioxid

کاربن ڈائی آکسائیڈ

دُخانیت

دیکھو "دُخان"۔

Deposition

ڈیپوزیشن

راسب ہونا

کسی محلول چیز کا منجمد صورت اختیار کر لینا۔

Albumin

البومن

طوبت بایضیہ

دیکھو "ملاح" (بایضیہ: اڈے والی۔ اڈے کی سفیدی سے تعلق رکھنے والی۔

Enzyme	انزائم	نُزَوِم
نُزَوِم، عربی۔ لغتہ عصیرہ (رَس) کو کہتے ہیں۔ اصطلاحاً خامرہ (خمیرہ یوانی) کا دوسرا نام ہے۔ دیکھو ”خامرہ“		
Peptone plasma	پپٹون پلازما	سَلَالَه هَمْزَوِيَّة
خون کا وہ سلالہ (بلڈ پلازما) جو ماح ثالث (البيوز) کی پیکاری کرنے کے بعد خون سے حاصل کیا جائے۔		
Decalcification	ڈی کیل سی فیکیشن	سَلَبِ كَلْسِيَّة
کسی مرکب سے کلسیہ (کیل سیم) کے اجزاء کو دور کر دینا، مثلاً خون سے املاح کلسیہ کو معدوم کر دینا، (سَلَب: نفی، عدم، منفی کر دینا)۔		
Fluoride	فلورائیڈ	سَلِيلَامِيْن
سَلِيلَامِيْن (فلورین) کا کوئی مُزْدَوِج مرکب، یعنی جس کی ترکیب میں محض دو عناصر موجود ہوں، ایک سیلیہ، اور دوسرا کوئی اور۔		
Fluorin	فلورین	سَلِيلِيَّة (سَلِيلِيْن)
ذَوْبِيْن — ذوق بائین۔ نمک بنانے والا غیر فلزی (ادھاتی) عنصر ہے، جو بخاری (ہوائی) شکل میں ہوتا ہے۔ یہ عنصرین (کلورین) نامی عنصر سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس کا وزن جوہری (۱۹) ہے۔ (سَلِيل: بہنا۔ ذَوْب، ذوبان، پگھلنا)۔		
Lipoid	لیپائیڈ	سُحْمَانِيَّة
سُحْمَانِيَّة الشحم۔ روغن آسا۔ چربی کے مشابہ:		

سیال روغن کے علاوہ تھرومبین (سیلنز) کے اجزاء ہیں سے ایک جماعت ہے، جو انکھول اور اثیر جیسے نشرو یا غلظت (آئٹنگ ٹاک سالوٹ) کے ذریعہ تحلیل کئے جاسکتے ہیں۔ یہ مَحِیْن (اے سی ٹھین)، پیسہ (کھنکر) (کو اسٹیرین) قیفالین (کے فالین)، اُپس العصب (پروٹے گان)، اور جبارین (بجے کورین) پر مشتمل ہے۔

Gel - phase

جیل فیز

شکل فالوڈ ج

فالوڈہ کی شکل، فالوڈہ کی طرح نیم منجمد ہوئی۔ یہ شکل محلول کے مقابلہ میں ہے۔

Sol - phase

سال فیز

شکل محلول

کسی مادہ کی محلول صورت، مثلاً سرسیرش کی محلول صورت، جب اُسے گرم پانی میں کھولا یا جاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں شکل فالوڈ جی (الجمادی) ہے، مثلاً سرسیرش کا ٹھنڈا ہوتے کے بعد جم جانا۔

Blood - platelets

بلڈ پلیٹ لٹز

صفیحات خوں

باریک بازیگ، گول یا بیضوی طبقات، جو خون کے اندر (سرخ اور سفید دانوں کے علاوہ) پائے جاتے ہیں،

Anti - enzyme

اینٹی انزائم

ضد خامرہ

(۱) وہ عامل جو خامرہ (انزائم) کے عمل کو باطل کر دے۔ (۲) وہ خامرہ جو دوسرے خامرہ کے اثر کو باطل کر دے۔

Anti thrombin

اینٹی تھرومبین

ضد عاقلہ

عاقلہ (تھرومبین) کی ضد۔ وہ رطوبت یا جسم جس کے بارے میں فرض کیا جاتا ہے

کہ وہ خن میں پایا جاتا، اور اس کو انجماد سے روکتا ہے۔

Physical change

فزیکل چینج

طبعی تغیر

دیکھو ”تغیر طبعی“

Thrombin

تھرومبین

عادلہ

(عقدہ جانا، بستہ کرنا) دیکھو ”خمیر لیفین“

Thrombogen

تھرومبوجین

عادلہ ساز

عقدہ (تھرومبین) نامی خمیر کا بنانے والا، جس کو ”پیش عقدہ“ (پروٹھرائین) بھی کہا جاتا ہے۔ دیکھو ”پیش عقدہ“ +

Agent .

ایجنٹ

عامل

کارکن، کام کرنے والا۔ وہ جو ہر، یا مادہ جس میں اثر کرنے کی قوت ہو۔ اسکو گاہے فاعل اور موثر بھی کہتے ہیں۔

Vessels

وسیلہ

عروق

عروق (رگ) کی جمع۔ رگیں۔ و د نالیاں جن میں خون یا جسم کی کوئی دوسری رطوبت (خلط) موجود ہو +

Vessels

وسیلہ

عروق

رگیں، عروق کی جمع۔ خواہ اس میں خون ہو، یا کوئی دوسری خلط۔ عروق کو أَوْعِيَّہ بھی کہا جاتا ہے، جو وعاء کی جمع ہے (وعاء: ظرف، برتن)

Blood-vessels	جلد و سیلز	عروق دموئی عروق دموئیہ
وہ رگیں جن میں خون دوڑتا پھرتا ہے خواہ دریدیں (وینز) ہوں، یا شریانیں (آرٹے، ریز)۔		
Colloid	کولائیڈ	غروہیہ
یہ غرائز سے مشق ہے، جس کے معنی سریش کے ہیں۔ سریش کے مانند سریشدار، لیسدار۔ ہاڈا غروہیہ دیر سے گھلتا ہے، قلموں کی شکل قبول نہیں کرتا، اور حیوانی جھلی سے نفوذ نہیں کرتا۔ اس کے برعکس وہ مواد جو قلموں کی صورت میں ہوتے ہیں، مثلاً نمک اور شکر، وہ حیوانی جھلی کے مسامات سے نفوذ کر جاتے ہیں۔ اس کو گاہے ہاڈا گھلا دیتی ہے بھی کہا جاتا ہے۔ لفظ گھلا (عربی) اور ہلیم (اردو) کا مادہ اشتقاق ایک ہی ہے۔ ہلیم میں اس قسم کی سریشی کیفیت بہت نمایاں ہوتی ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ بدن کی بیشتر طو بات غروہی یعنی لیسدار ہی ہیں۔		
Extract Juice	اکسٹریکٹ جوس	عصارہ
چھوڑا رس، کسی چیز کا گھلاؤ، نمبیر۔		
Insoluble	انسولیوبل	غیر محلول
غیر منحل، ناقابل انحلال۔ جو حل پذیر نہ ہو۔ جس میں حل ہونے کی قابلیت نہ ہو۔		

Jelly	جیلی	فالودہ
فالودج۔ وہ نرم مادہ، جس کے اجزاء باہم مجتمع اور چپاں ہوں، اور جس میں غذائیکہ (غیر تھراپٹ) پیدا ہو، اور وہ کم و بیش شفاف ہو۔		
Active	ایکٹو	فعال
فاعلیت کے ساتھ متصف۔ جس میں عمل و اثر کرنے کی شان ہو۔ اس کے مقابلہ میں مُنْفَعِل ہے، جس میں اثر کے قبول کرنے کی شان ہو۔ اس کو فاعل، مُؤَثِّر اور گاہے عامل بھی کہا جاتا ہے۔		
Crystal	کریسٹل	قلم
وہ مخصوص شکل جواز خود (طبعاً) بعض منجہ اجسام میں پیدا ہو جاتی ہے جن میں زاویئے اور گوشے ہوتے ہیں، مثلاً بلور کی قلیں، شورہ کی قلیں، شکر اور نمک کے مخصوص دانے۔ بلوراحت۔		
Cephalin	کے فالین	قیفالین
محجین (لے ہی قہین) سے مشابہ ایک جوہر ہے، جو دماغی جوہر سے حاصل کیا جاتا ہے، لیکن یہ الکحول میں حل نہیں ہوتا۔ یہ مادہ عصبی ریشوں میں ختم و معیت سے زیادہ ہوتا ہے، اور رائٹس کی زردی میں بھی ملتا ہے۔		
Corpuscles	کارپسکلز	کُرّیات
خون کے سرخ اور سفید دانوں کو گاہے مطلق کُرّیات بھی کہا جاتا ہے۔		
Cells	سیلز	کُرّیات
خلیات کا دوسرا نام ہے۔ وہ باریک ذرات، دانے یا اجسام جو ایک		

دیوار سے محدود ہوتے، اور اس کے اندر ایک نیم منبجہ پلامی مادہ بھرا رہتا ہے، جس کو ہاڈہ حیات (پروٹوپلازم) کہا جاتا ہے، اور اس کے وسط میں علی العموم ایک نوات (نیوکلئس) پایا جاتا ہے۔ خلیات گویا اینٹیں ہیں، جو تمام اعضا کی تعبیر میں داخل ہوتی ہیں، اور ہر عضو کے طبعی افعال انہی سے وابستہ ہوتے ہیں۔ یہ حسب موقعہ مختلف شکل و صورت کے ہوتے ہیں، مثلاً گول، بیضوی، لمبو ترے، مکملہ نما وغیرہ۔

Globulin

کریٹین (کریٹوین) گلوبولین

کریٹین کے بیشتر خواص ماح کے مطابق ہوتے ہیں، لیکن اخلال میں یہ دونوں کسی قدر اختلاف رکھتے ہیں۔ لحمیات (پروٹین) کی ایک جماعت ہے جس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ پانی، نمک طعام کے محلول، اور الکحول میں حل نہیں ہوتی، لیکن بعض متعادل الملاح کے محلول میں مٹل ہو جاتی ہے۔ پھر اگر اس محلول میں حرارت پہونچائی جائے، تو کریٹین کے اجزاء اسب ہو جاتے ہیں۔ الغرض حرارت سے یہ مادہ بھی ماح کی طرح منبجہ ہو جاتا ہے، اگرچہ اس کی مختلف قسمیں مختلف درجات پر انجماد کو قبول کرتی ہیں۔

اس کی عام قسمیں مندرجہ ذیل مواد میں پائی جاتی ہیں:- لیفین ساز اور مصلی کریٹین (سیرم گلوبولین) خون میں — بیضی کریٹین (ایک گلوبولین) انڈے کی سفیدی میں — عضلین ساز (پیرامائی او سینوجن) عضلات میں — جلیڈین (کریٹلین) رطوبت جلیڈیہ میں — لبنی کریٹین (لیکٹو گلوبولین) دودھ میں — اسی طرح عضلین (مایوسین) اور لیفین (فائبرین) کو بھی اسی جماعت میں شامل کرنا چاہئے، جو کریٹین کے انجماد سے حاصل ہوتے ہیں۔

Calcium

کیل سیلر

کلسیہ

کلس کے معنی چونہ کے ہیں۔ کلسیہ چونہ کا بنیادی عنصر ہے، جو ہاٹ کے حالت میں ایک زرد رنگ کی دھات ہے۔ اس کے نمکیات ہڈی اور تقریباً

آلی ساختوں میں پائے جاتے ہیں۔

Chemical change

کیمیائی تغیر / کیمیکل چینج

دیکھو ”تغیر کیمیائی“

Proteins

پروٹینز

لحمیات

دیکھو ”لحمیت“

Protein

پروٹین

لحمیت

لحمین — اجزاء لحمیہ — مواد ملحمہ —
 مادہ لحمیہ — جوهر لحمی — (جمع، لحمیات)
 مادہ کے ایک بڑے گروہ کا نام ہے، جو خمین (کاربن)، مائین (ہائیڈروجن)،
 شورین (نائٹروجن)، حمضین (آکسیجن)، اور گندہک سے مرکب ہوتا ہے۔
 یہ مادہ حیوانات و نباتات میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ یہ مواد قلمی صورت اختیار
 نہیں کرتے، اور اکثر حرارت اور معدنی تیزابوں سے راسب ہو جاتے، اور اخیر
 اور الکحول میں حل نہیں ہوتے۔ اس کی بے شمار قسمیں ہیں، مثلاً انڈے کی
 سفیدی، جبنین، لیفین وغیرہ۔

Proteins

پروٹینز

لحمی مواد

دیکھو ”لحمیت“

Fibrinogen

فائبری نوجن

لیفین ساخر

آمر الخیوط۔ وہ سیال مادہ جو خون میں پایا جاتا ہے، اور
 جب وہ باہر آتا، تو جسم کر لیفین (فائبرین) نامی خیوط کی شکل میں تبدیل
 ہو جاتا ہے۔

Citrate	سائٹریٹ	لیمونائین
<p>حامض لیمونی (سائٹریک ایسڈ) کا کوئی نمک، یعنی وہ نمک جو حامض لیمونی اور کسی دوسرے اساس کی ترکیب سے حاصل ہو۔</p>		
Albumin	آلبومین	مہاح
<p>مادہ بےضیہ — (مضبوط بےضیہ)۔ (مثال: انڈے کی سفیدی)۔ یہ ایک سادہ لحمی مادہ (لحمیت: پروٹین) ہے، جو تقریباً تمام حیوانی اور بہت سی نباتی ساختوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کے خواص یہ ہیں کہ یہ پانی میں حل ہو جاتا، اور حرارت سے منجمد ہو جاتا ہے۔ اس کے اندر خمین (کاربن)، مائین (ہائیڈروجن)، شورین (نائیٹروجن)، خمضین (آکسیجن) اور گندہک ہوتے ہیں، مگر ان کی صحیح کیمیاوی ترکیب اب تک معلوم نہیں ہو سکی ہے؛ اگرچہ قلمی ملاح کی ترکیب اس طرح بتائی گئی ہے: خمین (۲۰) — مائین (۱۱۳۴) — شورین (۲۱۸) — گندہک (۵) — خمضین (۲۲۸)۔</p>		
Albumose	البیوموزن	مہاح ثالث
<p>(کھریٹسڈ) اجزاء خمیہ (پروٹین) کے انہضام کے سلسلہ میں ابتدائی پیداوار ہے، جو مہاح (البوسن) سے اس قدر اختلاف رکھتے ہیں کہ وہ حرارت پہونچانے سے منجمد نہیں ہوتے۔ مزید تغیرات کے بعد یہی اجزاء امروہ (پپٹون) میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔</p>		
Secondary albumin	سکنڈری البومین	مہاح ثانی
<p>حامض بیضی (ایسڈ البومین)، التصاقین (سن ٹونین) جب اجزاء عضلیہ (عضلین: مایوسین) میں تیزابات اثر کرتے ہیں، تو اس سے یہ حاصل ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک قسم کا لحمی مادہ ہے۔</p>		

(معدہ کے اندر رطوبت معدیہ کے پہلے تغیر سے یہ چیز حاصل ہوتی ہے)		
Albumin	البومن	مادۃ بېضیہ
دیکھو ”ماسح“ (بېضیہ: انڈے سے لگاؤ رکھنے والا)		
Colloidal material	کولائیڈل مٹیریل	مادۃ غُرُوبیہ
دیکھو ”غُرُوبیہ“		
Colloidal material	کولائیڈل مٹیریل	مادۃ کھلاکھیتیہ
دیکھو ”غُرُوبیہ“		
Ultramicroscopical	الٹرا مائیکرو اسکوپیکل	ماوراء خرد ؟
ماوراء خرد جینی۔ خرد بین سے، اور، خرد بین سے بالا۔ اتنے باریک کہ نزد بین سے دکھائی نہ دے سکیں۔		
Typical threads	نئی پچی کل تھریڈز	مثالی خیوط
مخصوص شکل کے دھاگے، نمونہ کے دھاگے، مثلاً لیفین (فائبرین) کے دھاگے، جو مخصوص صورت کے ہوتے ہیں۔		
Lecithin	لے سی تھین	مُحْتَبِن
(مُحْتَبِن: انڈے کی زردی)۔ ایک شحمی مادہ ہے، جو حیوانی بافتوں، خصوصاً عصبی بافت، منی، اور انڈے کی زردی میں اور قلیل مقدار میں صفراء اور خون میں بھی پایا جاتا ہے۔ یہ ایک بے رنگ، بلوری مرکب ہے، جو الکحل میں مغل ہو جاتا ہے۔ عین سانپ کے زہر کے لئے تریاق ہے۔		
(ح ۲۲، م ۹، ش، ن، ح ۹)		

Calcium Compound	کیل سیمرکمیونڈ	مرکب کلسی
وہ مرکب جس میں کلسیہ (کیل سیم) موجود ہو، مثلاً املاح کلسیہ .		
Albumose	البیومونز	خیرائیدہ .
دیکھو "ماح ثالث" -		
Mixture	مکسچر	خیزج
جمع : خیزیجات ، دیکھو "خلیط"		
Observers	آبزرورز	مشاہدین
مشاہدہ کرنے والے ، مطالعہ کرنے والے ، آنکھوں کا ملاحظہ کرنے والے .		
Derivatives	ڈرائیوے یوئرز	مشتقات
دیکھو "حاصلات"		
Blood - serum	بلڈ سیرم	مصل دموی
آپ خون . خون کا وہ زروی مائل پانی ، جو خون کے جمنے کے بعد اُس سے جدا ہوتا ہے . زرداب . صدید دم .		
Dilute Serum	ڈائی لیوٹ سیرم	مصل مائی
پانی ملا یا ہوا مصل (آپ خون : سیرم)		
Decoction	ڈی کاکشن	مطبوخ
جوشاندہ ، پانی جس میں کوئی چیز اُبالی جائے .		

مِلْح

سالت

Salt

نمک سے جمع : آمِلْح . اس کا اطلاق دو معانی پر ہوتا ہے : (۱) نمک طعام یا معمولی نمک . (۲) کسی ترشہ (تیزاب) اور اساس کا مرکب ، مثلاً آتو تیزاب جو تیزاب گندہک اور تانبہ کا مرکب ہے ، یہ بھی اصطلاحاً ایک قسم کا نمک ہے ۔

مَمْرُوءَة

پپٹون

Pepton

مَمْرُوءَة (ہضم شدہ) — مَمْرُوءَة (ہضم شدہ) وہ لچھی مادہ (لحیت : پروٹین) جو ہضم معدی و بانقرا سی کے دوران میں ماح پر ہاضم ہو (پپسین) کے عمل سے حاصل ہوتا ہے ۔ ممرؤہ پانی میں بہ آسانی حل ہو جاتا ہے ، اور گرمی پہونچانے اور آبالنے سے ، اور قلی اور حامض کے عمل سے وہ منجمد نہیں ہوتا ۔

مَنَافِعُ (مَنَافِعُ الْاَعْضَاءِ)

فزیالوجی

Physiology

وہ علم جو اعضاء و اجزاء بدن کے طبعی افعال سے بحث کرتا ہے ، اور اس کے مقابلہ میں جو علم مرضی تغیرات سے بحث کرتا ہے ، اُسے علم الامراض (مرضیات : پیتھالوجی) کہا جاتا ہے ۔

مَنَافِعُ عَمَلٍ

فزیالوجیکل پروسس

Physiological process

وہ عمل جن کا تعلق اعضاء و اخلاط کے طبعی افعال سے وابستہ ہو ۔ وہ فعل ، جس کا تعلق منافع الاعضاء سے ہو ۔

مُنْحَلٌّ صَوِیْحٌ

سولیوبل فارم

Soluble form

محلول شکل ، مثلاً نمک ، جسے پانی میں حل کر کے گول لیا گیا ۔

Passive	پے سُو	مَنْفَعِلٌ
متأثر، وہ جس میں کسی فاعل کے اثر کو قبول کرنے کی شان ہو۔ اس کے مقابلہ میں فاعل، فَعَّالٌ، اور عامل ہے۔		
Organic Materials	آرگے نک مٹیریلز	مَوَادِ آلیہ
وہ مواد جو زی حیات جسم (نبات یا حیوان) سے حاصل کئے گئے ہوں، یا اُن سے تعلق رکھتے ہوں۔ مثلاً دودھ، گوشت، چربی۔ اس کے مقابلہ میں مٹی، پتھر، لوہا، وغیرہ مواد غیر آلیہ ہیں۔		
Yeast	الیسٹ	مواد تخمیر
دیکھو، ”حمایرہ“		
Peptone	پپ ٹون	مَمْضُومہ
دیکھو ”مَمْزُومہ“		
Tissue	ٹشو	نسیج
دیکھو ”النسجہ“		
Oxygen	آکسیجن	نسیم
روح، حَمْضِیْن، یا ہوا کا وہ جز جس سے بدن کے اندر روح حاصل ہوتی ہے۔ یہ ایک ہوائی (بخاری؛ گسی اس) عنصر ہے، جو ہوا کے اندر آزاد صورت میں، اور بہت سے دوسرے جوہر، سیالات اور بخاری مواد میں بحالت ترکیب پایا جاتا ہے۔ بیرونی ہوا (ہوا محیط) میں یہ بلحاظ وزن (۲۰) فیصدی ہے۔ یہ حیوانات و نباتات کے تنفس کا بنیادی عامل، اور احتراق (جِلنے) کے لئے ضروری ہے۔		

حَمَضٌ ۛ حَمَضًا وَحَمَظًا وَحَمُوضَةً (منجد)

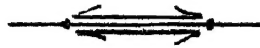
نظریہ	تھیوری	Theory
وہ رائے، خیال، یا مفروضہ، جو حقیقی معلومات پر مبنی نہ ہو، بلکہ اس کی بناء ایسے معلومات پر ہو، جن کا علم یقینی اور حقیقی طور پر حاصل نہ ہو، اس لئے یہ ممکن ہو کہ وہ نظریہ آئندہ چل کر ٹوٹ جائے، یا قائم رہے +		
نظریہ عاقلہ	تھراہبین تھیوری	Thrombin theory
خون کے انجماد کا یہ نظریہ کہ خون میں انجماد ایک خمیر سے حاصل ہوتا ہے، جس کا نام عاقلہ (تھراہبین) ہے، اور جو خون کے صفیات اور دانوں کی ٹوٹ پھوٹ سے پیدا ہوتا ہے۔		
نووی لحمین	نیوکلیوپروٹین	Nucleo-protein
لحمین (پروٹین) کے مرکبات ہیں، جسکی ترکیب میں ایک پیچیدہ عضوی تیزاب (حامض نووی: نیو کلیک ایسڈ) شامل ہوتا ہے۔ یہ خلیات کے نوات اور اس کے مادہ حیات (سلاسل) دونوں میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے ظاہری خواص اکثر اوقات بلغمین (میسوسین) سے مشابہ ہوا کرتے ہیں۔		
نووین	نیوکلائین	Nuclein
وہ مخصوص لحمین (پروٹین: لحمی مادہ) ہے، جس کی ترکیب میں نورین (فاسفورس) بھی شامل ہوتا ہے۔ یہ مادہ خلیات کے نوات کی ترکیب جوہری میں شامل ہوتا ہے۔ یہ بے رنگ، غیر قلمی مرکب ہے، جو خفیف قلیویات میں حل ہو جاتا ہے، مگر خفیف تیزابات میں ناقابل انحلال ہے۔ اس کے فساد ترکیب سے ایک پیچیدہ عضوی تیزاب حاصل ہوتا ہے، جو حامض نووی (نیو کلیک ایسڈ) کہلاتا ہے۔		

Gelatin

جیلایٹین

هَلَام

ایک بے رنگ شفاف مادہ ہے، جو خشک ہونے پر سخت ہو جاتا، اور تر ہونے پر نالودہ کی طرح نیم منجمد بن جاتا ہے۔ یہ مختلف حیوانی ساختوں سے حاصل ہوتا ہے، اور مواد بیضیہ سے مشابہت رکھتا ہے (بیضانیہ : البومی ٹائٹل)۔ سریشن (غراء) بھی اسی کی ایک شکل ہے۔



صحت نامہ

کتاب الاخلاط

صحت	غلط	۱	۲	صحت	غلط	۱	۲
اصطلاحات	اصطلاحات	۲	۴۴	ترین	ترین	۱۴	۲۱
ٹیسٹر	ٹیسٹر	۵	۴۵	خلاف	خلاف	۱۱	۲۶
چنا تنچہ گریز گریز	۱۰	۴۵	وابستہ	وابستہ	۲۶	۲۶
GAS	GAS	۹	۴۶	انری	انری	۲	۲۹
رختوں	رختوں	۴۲	۴۸	یَصَبْ	یَصَبْ	۳	۳۰
اجازت	اجازت	۱۶	۴۸	جنس	جنس	۸	۳۰
توامورطبیعیہ	رامہ ابیعیہ	۲۳	۴۸	مَتَشَبَّهَة	مَتَشَبَّهَة	۲۰	۳۰
قانون	قانون	۲	۵۰	یتحلل	یشحل	۲۲	۳۰
عَرَف	عَرَف	۸	۵۲	فاصل	فاصل	۱۲	۳۳
یاوری	باوری	۴	۶۲	سَّیَالَة	سَّیَالَة	۳	۳۶
روکنے	روکیے	۱	۶۳	مشکلین	مشکلین	۱۲	۳۶
Veins	Vens	۱۶	۶۳	بتایا	بنایا	۳	۴۱
خشبینی	خشبینی	۲۰	۶۵	لی ہوئی	لی ہوئی	۱۹	۴۳
Lymphatics	lymphatics	۸	۶۶	گرود	کرود	۲۱	۴۳

یَدُلُّ	یَدُلُّ	۱۲	۱۱۱	طَلِيَّة	طَلِيَّة	۳	۶۷
الاسود	الاسود	۶	۱۱۳	طَلِيَّة	طَلِيَّة	۱۵	۶۷
تعلیل	تعلیل	۱۸	۱۱۳	شبنمی	شبنمی	۷	۶۸
عند	عند	۱۱۲	۱۱۲	شبنمی	شبنمی	۱۵	۶۸
لکنہ	لکنہ	۱۱۲	۱۱۲	شبنمی	شبنمی	۱۸	۶۸
ذالک	ذالک	۲	۱۲۸	Vessels	Vessels	۱۸	۶۹
الرئس	الرئس	۱۶	۱۳۷	nutrition	nutrition	۱۹	۶۹
الخلط	الخلط	۱۸	۱۳۷	عام	عام	۱۱	۷۲
تذکرہ	تذکرہ	۲	۱۳۸	صَفْرَاء	صَفْرَاء	۲	۷۶
مثلا	مثلا	۱۷	۱۴۰	تھا	تھا	۷	۷۹
بلغھی	بلغھی	۸	۱۴۸	بلغھی	بلغھی	۱۳	۸۲
خلیط	خلیط	۱۷	۱۴۸	آگے	آگے	۴	۸۶
جاتے	جاتے	۱۰	۱۵۰	مقالب	مقالب	۹	۸۶
پڑی	پڑی	۵	۱۵۱	موقع	موقع	۱۹	۸۶
مشرجین	مشرجین	۸	۱۵۱	بلدی	بلدی	۲۰	۸۹
مخصوص	مخصوص	۱۰	۱۵۱	دوسری	دوسری	۱۳	۹۰
جلے	جلے	۲۲	۱۷۴	دیکھا گیا	دیکھا گیا	۵	۹۵
تصور	تصور	۱۴	۱۷۶	دیکھ	دیکھ	۶	۹۵
گہرائی	گہرائی	۱۷	۱۷۶	دقیقہ	دقیقہ	۱۵	۹۵
لگت	لگت	۱۷	۱۷۶	انفصال	انفصال	۴	۹۶
الگ	الگ	۱۴	۱۸۰	لوہیہ	لوہیہ	۱۸	۹۸
بعد	بعد	۱۸	۱۸۳	اگر	اگر	۱۹	۱۰۲
Filamentous	Filamentous	۱۹	۱۸۸	اندر	اندر	۶	۱۰۳
entanglement	entanglement	۸	۱۹۳	کائنات	کائنات	۷	۱۰۳
coagula-	coagula-	۱۱	۱۹۳	اخلاط فضلات	اخلاط فضلات	۱۹	۱۰۵
		۱۳	۱۹۳	والا تری	والا تری	۲۱	۱۰۹

یک	یک	۲۳	۲۱۶	may	many	۲۲	۱۹۳
شجیات	شجیات	۱۵	۲۱۹	غلطی سرچشمی	----- ۲۸	۲۶-۲۷	۱۹۳
نسیج	نسیج	۵	۲۲۵	جانی	جانی	۱۷	۱۹۵
میں	کی	۷	۲۲۶	بقی کوٹ	بقی کوٹ	۱۱	۲۰۱
نیم	نیم	۱۵	۲۲۶	العروقی	العروقی	۲	۲۰۵
انجمادی	الجمادی	۵	۲۳۰	ترومچ	ترومچ	۲۰	۲۰۷
(۲)	(۱)	۱۱	۲۳۳	لہ	لہ	۲۰	۲۰۷
البیوموز	البیوموز	۱۷	۲۳۳	ہوتے	ہونے	۱۳	۲۰۸
خر دینی	خر دینی	۱۳	۲۳۸	کے لئے	گیلئے	۲	۲۰۹
Copical	Copical	۸	۲۳۹	number	number	۱۳	۲۱۰
منحل	منحل	۸	۲۳۹	استجالہ	ستجالہ	۴	۲۱۳
Gelatin	Gelatin	۱۸	۲۴۱	خمیر	خمیر	۷	۲۱۴
		۱	۲۴۲	ہوتی ہے	ہوتی	۳	۲۱۶
				ذریعہ	ذریعہ	۸	۲۱۶

واضح ہے

فن نمب

تکما نمب